فماذا بعد الحق الا الضلال
اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور ہے کیا
العقائد الحقیہ
والفرق بین
الشیعۃ الحقیۃ الجعفریۃ الاثنا عشریہ
والشیخیۃ المنحرفۃ الضالۃ المضلہ
تالیف
سید محمد حسین زیدی برستی
ناشر
ادارہ انتشارات حقائق الاسلام چنیوٹ

نام کتاب........	العقائد الحقہ
نام مؤلف و مصنف...	سید محمد حسین زیدی برسی
ناشر.........	ادارۂ انتشارات حقائق الاسلام چنیوٹ
کمپوزنگ.......	خالد کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر لاہوری گیٹ چنیوٹ Tel:0466-331311+331611
تعداد..........	ایک ہزار
مطبع..........	معراج دین پرنٹنگ پریس لاہور

انتساب

میں اپنی اس کتاب کو امیر المؤمنین امام المتقین علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ منسوب کرتا ہوں جنہوں نے اپنے شیعوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:- "ھلک فی اثنان محب غال و مبغض قال" اور بارگاہ خداوندی میں دعا کرتا ہوں کہ بار الہا بحق محمد و آل محمد" امیر المومنین علیہ السلام کے شیعوں کو مفوضہ کے مشرکانہ عقائد اور شیخیوں کے غالیانہ افکار سے بچالے۔ آمین ثم آمین

احقر

سید محمد حسین زیدی برسی Tel:331446

نزد ڈاکخانہ لاہوری گیٹ چنیوٹ ضلع جھنگ

تکمیل کمپوزنگ 31 جولائی 1996ء مطابق 14 ربیع الاول 1417ھ

پیش لفظ

ہماری یہ کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ سے لے کر آج تک کے بزرگ ترین شیعہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام و مراجع کرام کی عقائد کی کتابوں سے عقائد شیعہ کا بیان تحریر کیا ہے اور قرآن و احادیث معصومین اور فرمودات امیر المؤمنین سے تائید پیش کی گئی ہے۔

دوسرے حصہ میں نصاریٰ و صوفیہ و فلاسفہ اور دیگر ملاحدہ و کفار کے عقائد و افکار کو بیان کیا گیا ہے۔

تیسرے حصہ میں مذہب شیخیہ کے عقائد و افکار و نظریات کا بیان ہے۔ اگرچہ مذہب شیخیہ کے دو مستقل فرقے چل رہے ہیں جو خود کو ہی شیخ احمد احسائی کا سچا پیرو گردانتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے باوجود ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنے لئے شیخ احمد احسائی کے عقائد و افکار و نظریات کا پیرو ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک شیخیہ رکنیہ کرمان ہے جو خود کو شیخی کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ دوسرے شیخیہ احقاقیہ کویت ہیں جو شیخیہ رکنیہ کرمان کے مقابلہ میں تو خود کو ہی سچا شیخی کہتے ہیں۔ لیکن شیعوں کے سامنے وہ خود کو شیعہ کہلانا پسند کرتے ہیں۔ اور شیخی کہلانے سے چڑتے ہیں لیکن شیخ احمد احسائی کے عقائد و نظریات کا پیرو ہونے سے انکار نہیں کرتے۔ اور اس پر کئے گئے اعتراضات کا دفاع کرتے ہیں چنانچہ احقاق الحق بزرگ ترین شیعہ علماء کے شیخ احمد احسائی پر کئے گئے اعتراضات کے دفاع میں ہی لکھی ہے اور اس کی مناسبت سے احقاقی کہلاتے ہیں اور ان دونوں فرقوں کا تفصیلی بیان ہم نے اپنی کتاب "شیعیت کیا ہے اور شیخی کون" میں کر دیا ہے۔

ہمارے پاس ان دونوں فرقوں کے بزرگ ترین رؤسائے شیخیہ کی بنیادی عقائد کی تمام کتابیں موجود ہیں۔ لیکن چونکہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے 1945ء میں عراق میں رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کے ساتھ رہتے ہوئے مذہب شیخیہ اختیار کر لیا تھا۔ اور پاکستان بننے کے بعد انہوں نے شیعہ علماء کے لباس میں اپنے اختیار کردہ نئے مذہب کا اظہار کئے بغیر محققین علماء

کے نام سے شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت۔ اور رئیس مذہب شیعہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کی کتاب احقاق الحق سے ہی مجالس عزا کا استحصال کرتے ہوئے فضائل آل محمدؐ کے نام سے مذہب شیعہ کے عقائد و افکار و نظریات کی تبلیغ کی تھی لہٰذا ہم نے رئیس مذہب شیعہ کرمان کی کتابوں سے تو مختصر طور پر صرف نمونہ کے طور پر کہیں کہیں کوئی عبارت نقل کی ہے لیکن مذہب شیعہ احقاقیہ کے عقائد و افکار کو تمام تر شیخ احمد احسائی کی کتاب شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی کتاب احقاق الحق سے پیش کیا ہے۔ جن سے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے خود اپنے خطوط میں تبلیغ کرنے کا اقبال کیا ہے۔ جن کے عکس اس کتاب کے مقدمہ میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

چوتھے حصہ میں مجالس عزا اور دینی مدارس کی اہمیت اور علمائے حق کی ذمہ داری مختصر طور پر بیان کی گئی ہے۔ میں اپنی یہ کتاب تمام بزرگ شیعہ علماء کی خدمت میں فیصلہ کے لئے پیش کرتا ہوں کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ اس کتاب کے پہلے حصہ میں جو عقائد بیان کئے گئے ہیں وہ صحیح شیعہ عقائد ہیں یا اس کتاب کے تیسرے حصہ میں جو عقائد و نظریات پیش کئے گئے ہیں وہ صحیح عقائد ہیں۔

"بیّنوا توجروا۔"

احقر

سید محمد حسین زیدی برستی

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ

نمبر شمار — عنوانات — نمبر صفحہ

نمبر شمار — عنوانات — نمبر صفحہ

احقر

سید محمد حسین زیدی برقی

بارگاہ خداوندی میں عرض

بار الہا میں نے پاکستان کے بے خبر کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو مذہب شیعہ کے مبلغین کے دھوکہ میں آنے سے بچانے کے لئے جو جہاد شروع کیا تھا میری یہ کتاب اسی سلسلے کی پانچویں پیش کش ہے جو طبع ہو کر شیعان پاکستان کے ہاتھوں میں پہنچ رہی ہے۔

بار الہا میں اپنی اس ناچیز خدمت کو تیری بارگاہ بے نیاز میں نذر کرتا ہوں۔ میری اس ناچیز خدمت کو محمد و آل محمد علیہم السلام کے صدقے میں قبول و منظور فرما لے۔ اور میری اس ناچیز خدمت کا جو ثواب تیری بارگاہ میں معین و مقرر ہو اسے بہ طفیل محمد و آل محمد علیہم السلام اولاً میرے والدین مرحومین کی ارواح کو پہنچا دے جنہوں نے نہ صرف مجھے خود قرآن کریم اور دین کے اصولوں سے روشناس کرایا بلکہ ابتدائی انگریزی تعلیم کے حصول کے بعد دینی تعلیم کے حصول کے لئے ایک دور دراز کے دینی مدرسہ میں خود داخل کرا کے آئے۔ لہذا یہ ان کے حسن تربیت کا نتیجہ ہے کہ مجھے حق کی شناسائی ہوئی اور اپنے سادہ لوح شیعہ بھائیوں کو باطل شیعی عقائد سے باخبر کرنے کی توفیق حاصل ہوئی۔ ثانیاً: اس کتاب کی طباعت کے لئے فرزند ارجمند سید نیاز حسین محمود نے اپنی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے جو تعاون کیا ہے۔ اس کا ثواب اس کی والدہ مرحومہ کی روح کو پہنچا دے۔ ان سب مرحومین کی مغفرت فرما اور بہ طفیل محمد و آل محمد علیہم السلام ان سب کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرما۔ آمین ثم آمین

تیرا گنہگار بندہ

سید محمد حسین زیدی برستی

مقدمہ

"اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالٰی فی کتابہ المبین "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ" (النحل: ۹۷)

ترجمہ۔ جو شخص بھی کوئی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مردوں میں سے ہو یا عورتوں میں سے۔ لیکن ہو وہ مومن۔ تو ضرور ہم اس کی زندگی بھی اچھی گذاریں گے۔ اور جو عمل وہ کیا کرتے تھے۔ ان کا اس سے کہیں بہتر صلہ ان کو ضرور دیں گے۔

جب ہم مذاہب عالم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام مذاہب انسان کو عاقبت بخیر ہونے اور آخرت کی خیر و خوبی کی بشارت دیتے نظر آتے ہیں۔ لہذا انسان جو بھی مذہب اختیار کرتا ہے اس سے ہر انسان کی غرض یہی ہوتی ہے کہ اس کی عاقبت بخیر ہو۔ اور وہ جہنم کی آگ سے محفوظ رہے اور جنت میں اس کو جگہ ملے۔

قرآن کریم میں بے شمار آیات اس مضمون کی آئی ہیں کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل انجام دیئے ان کے لئے جنت ہے۔ اور سورۃ النحل کی مذکورہ آیت میں بھی یہی کہا گیا ہے کہ جو بھی کوئی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، ہم ضرور اس کی دنیاوی زندگی کو بھی خوشگوار، اطمینان بخش اور طیب بنا دیں گے اور آخرت میں بھی اس کے عمل سے کہیں بہتر اور کہیں بڑھ کر اچھا بدلہ دیں گے، مگر شرط صرف ایک ہے کہ وہ عمل کرنے والا مومن ہو۔

قرآن کریم میں آخرت کی نجات اور جنت کی بشارت کے لئے ہر جگہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اور اس آیت میں عمل

صالح کے ساتھ ایمان کو لازم قرار دیا ہے۔ گویا ایمان اور عمل صالح دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ عمل صالح کے بغیر دعوائے ایمان بے ثبوت ہے۔ اور ایمان کے بغیر کوئی بھی عمل ضائع و بیکار ہے۔ ارشاد رب العزت ہے!

"اُولٰٓئِکَ لَمْ یُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ" (الاحزاب: ۱۹)

یہ لوگ حقیقتاً ایمان ہی نہیں لائے لہٰذا اللہ نے ان کے تمام اعمال اکارت کر دیئے۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ:-

وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ (المائدہ: ۵)

اور جو ایمان ہی کا منکر ہو جائے تو اس کے اعمال سب اکارت ہو جائیں گے اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والا ہو گا۔

اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی نے ایمان لا کر اعمال انجام دیئے تھے لیکن پھر وہ ایمان سے پھر گیا تو اس نے حالت ایمان میں جتنے اعمال انجام دیئے تھے وہ بھی سب کے سب رائیگاں ہو جائیں گے۔ اور اسی طرح اگر کسی کا ایمان اور عقیدہ صحیح نہیں ہے تو اس کے بھی کئے کرائے اعمال سب اکارت ہو جائیں گے۔ اور بدلہ جس چیز کا ملے گا وہ قرآن کی رو سے صرف عمل ہے۔

جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔

هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (النمل: ۹۰)

"یعنی جو عمل تم کیا کرتے تھے اس کے سوا تم کو کسی اور چیز کا بدلا تھوڑا ہی دیا جائے گا۔"

اور جب بدلہ صرف عمل کا دیا جائے گا تو اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو احکام دین و فروع دین کا علم ہو اور اس کی صرف دو صورتیں ہیں۔ یا تو خود انسان قرآن کریم اور احادیث معصومین سے استنباط کر کے

احکام دین معلوم کر سکتا ہو۔ یعنی وہ خود مجتہد ہو۔ یا کسی مجتہد کی تقلید کرے۔ اور اس سے احکام دین معلوم کر کے اس پر عمل کرے۔

لیکن عقائد یعنی اصول دین میں تقلید نہیں ہو سکتی بلکہ ہر مسلمان پر دلیل کے ساتھ صحیح عقیدہ کا علم حاصل کرنا اور اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ تاکہ اس کے اعمال اکارت نہ ہو جائیں اور اس کے کئے کرائے پر پانی نہ پھر جائے۔

چونکہ اصول دین و ایمان پر اب تک بزرگ شیعہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام کی لکھی ہوئی کتابیں اکثر و بیشتر یا عربی میں تھیں یا فارسی میں لہٰذا پاکستان میں اردو دان ان سے کوئی استفادہ نہ کر سکے۔ اور جب عقائد پر مشتمل عربی اور فارسی کی بعض کتابیں اردو میں منتقل کی گئیں تو پانی سر سے گذر چکا تھا۔ اور عقائد پر مشتمل مذکورہ کتابوں کے ترجمے ان بگڑے ہوئے حالات میں قطعی کفایت نہیں کرتے تھے۔

پاکستان میں شیعہ علمائے دین کی قلت تھی اور دینی مدارس نہ ہونے کے برابر تھے۔ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری پاکستان بننے سے پہلے ہی 1945ء میں سربراہ مذہب شیخیہ مرزا موسیٰ الاسکوئی الحائری الاحقاقی کی صحبت میں رہتے ہوئے مذہب شیخیہ اختیار کر چکے تھے۔ جس کا مختصر حال ہم نے اپنی کتاب تبصرۃ المعصوم میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا پاکستان بننے کے بعد جب وہ پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے یہاں میدان سونا پایا اور ایک خطیب اور مجلس خوان واعظ ہونے کی حیثیت سے انہوں نے مجالس عزا کا خوب خوب استحصال کیا۔ اور مجالس عزا میں شیخی عقائد و نظریات کی جو غلو و تفویض پر مشتمل تھے فضائل آل محمدؐ کے نام سے تشہیر اور نشر و اشاعت کرتے رہے۔

ذاکرین عظام یقیناً مجالس عزا میں مدح آل رسول کرنا اور فضائل و مصائب اہل بیت بیان کرنا عین ثواب سمجھتے تھے۔ اور ثواب سمجھ کر پڑھتے

تھے۔ لیکن انہوں نے ایک عمامہ و عبا پوش عالم و مجلس خواں مقرر کو' جو خود کو شیعہ عالم کے روپ میں جلوہ گر کیئے ہوئے تھے' دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ شیعہ عالم ہی ہیں' لہٰذا یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں وہ شیعہ عقائد ہی ہوں گے' پھر انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ پاکستان کے بے خبر' کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام انصاری صاحب کے بیان کو فضائل آل محمدؐ سمجھ کر خوب داد دیتے ہیں' اور خوب واہ واہ کرتے ہیں۔ اور ان سے مجلسیں کامیاب ہوتی ہیں؟ تو انہوں نے بھی اپنی مجالس کو کامیاب کرنے کے لئے' انصاری صاحب سے سنی سنائی باتوں کو آگے مجالس میں بیان کرنا شروع کر دیا' اگر ان ذاکرین عظام کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ شیعہ عقائد نہیں ہیں اور وہ جو کچھ بیان کر رہے ہیں وہ فضائل محمد و آل محمدؐ بھی نہیں ہیں بلکہ یہ خرافات شیخیہ ہیں' اور یہ شیخی مبلغ ہیں' تو وہ ان کے بیان کردہ نظریات کو فضائل کے نام سے آگے بیان نہ کرتے۔ لیکن انصاری صاحب نے اپنا مذہب پوشیدہ رکھا' اور خرافات شیخیہ کو فضائل محمد و آل محمد علیہم السلام اور شیعہ عقائد و نظریات کے طور پر بیان کرتے رہے۔ اس طرح ان سے فریب کھا کر پاکستان کے اکثر ذاکرین عظام اور بہت سے شیعہ عوام شیعہ عقائد و نظریات سے بہت دور ہو گئے۔

ہم یہ بات اتہام کے طور پر نہیں کہہ رہے ہیں' بلکہ ہم نے شیخی مبلغ کاظم علی رسا کے خلاف باقاعدہ اس کو شیخی مبلغ قرار دے کر مقدمہ لڑا۔ جس میں مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اور مولانا محمد اسماعیل دیوبندی اس کے ساتھ تھے اور اس کی مدد کر رہے تھے۔ اور مذکورہ مقدمہ میں کاظم علی رسا مذکورہ شیخی مبلغ مجھ سے۔ شیخ صدیق مدیر محترم رضا کار سے' اور تمام علمائے شیعہ سے' تحریری طور پر معافی مانگ کر اور آئندہ کچھ نہ لکھنے کا عہد کر کے چھوٹا تھا۔

ہائی کورٹ لاہور سے مسٹر جسٹس جاوید اقبال کا یہ فیصلہ ہمارے پاس

ہے۔ ہم نے اس مقدمہ کے ذریعہ مولانا محمد بشیر انصاری اور ان کے ساتھیوں کو ایسا ننگا کیا کہ وہ اس بات کا اقبال کرنے پر مجبور ہو گئے کہ وہ مذہب شیخیہ رکھتے ہیں اور وہ آج تک پاکستان میں شیخی مذہب کے عقائد و نظریات کی ہی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ اور ان کے خطوط کے شائع ہونے کے بعد' جو وہ دوران مقدمہ شیخی مبلغ کاظم علی رسا کو لکھتے رہے تھے' انصاری صاحب کا قوم کے جوانوں نے جو حشر بنایا تھا اس سے اکثر واقفان حال آگاہ ہیں۔

اگرچہ ہم نے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کے یہ خطوط ان کی حیات میں ہی اپنی کتاب :- "ایک پر اسرار جاسوسی کردار" میں شائع کر دیئے تھے۔ لیکن ثبوت کے طور پر ان میں سے کچھ کا اس کتاب میں بھی عکس ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے۔

DARSE-ALE-MUHAMMAD
SARGODHA ROAD : LYALLPUR

مَن عِندَهُ عِلمُ الكِتَاب

زیر اہتمام: مبلغ اعظم مولینا محمد اسماعیل صاحب مدظلہ [illegible]

بانی

درس آل محمد

تاریخ [illegible]

سرگودھا روڈ — لائل پور

مکرم محترم [illegible] صاحب زید مجدکم

سلام و اکرام و احترام۔ حضرت [illegible] دعا حاصل ہے [illegible] آپ کا خط [illegible]
[illegible] جواب [illegible] سے معلوم ہوا کہ [illegible] جہاں جہاں تک آپ آل محمد کے معارف
باطنیہ کی ترویج فرما رہے ہیں [illegible] اور [illegible] کے خلاف [illegible]
[illegible] ہوں

اور حضرت شیخ الاوحد شیخ احمد احسائی قدس سرہ کے معتقدین سے ہوں [illegible]
[illegible] سے استفادہ کرتا آرہا ہوں سید الامجد کاظم رشتی [illegible]
[illegible] کے [illegible] اندر [illegible] ایریل [illegible]
[illegible] ضلع جھنگ [illegible] فارسی رسالہ [illegible]
[illegible] جواب اصول الشریعہ۔

[illegible] اعتراضات کے جوابات میں [illegible] شیخ الاوحد [illegible]
یا سید امجد [illegible] کریم خان [illegible] قدس سرہ [illegible]
آپ [illegible]
معارف باطنیہ کی نشر و اشاعت ضروری ہے [illegible]
[illegible]
[illegible] فارسی رسالہ [illegible] تعاون فرمائیں
[illegible]
آپ کو نہ مل سکا

والسلام

[illegible]

مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کے مذکورہ خطوط میں سے مورخہ 14.3.75 کے خط سے واضح طور پر ثابت ہے کہ:-

نمبر1: وہ شیعہ علماء و مجتہدین کو علماء شریعت ظاہرہ کہتے ہیں اور وہ انہیں علوم باطنیہ کے فہم و ادراک سے قاصر جانتے ہیں۔

نمبر2: وہ شیخ احمد احسائی اور ان کے تلامذہ کو علمائے باطن سمجھتے ہیں۔

نمبر3: وہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور مرزا موسیٰ الاسکوئی کی کتاب احقاق الحق ہے' اور انہوں نے جو بھی عقائد و نظریات لکھے' یا بیان کئے' وہ ان ہی دونوں کتابوں سے بیان کئے ہیں۔

اگرچہ ہمارے پاس روسائے شیخیہ کے دونوں سلسلوں یعنی شیخیہ رکنیہ کرمان اور سلسلہ اسکوئیہ احقاقیہ کویت کی تمام کتابیں ہیں' لیکن چونکہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے ان کی ان ہی دونوں کتابوں' یعنی شرح زیارت اور احقاق الحق سے پاکستان میں تبلیغ کی ہے' لہٰذا ہم بھی مذہب شیخیہ کے عقائد ان ہی دونوں کتابوں سے بیان کریں گے۔

نمبر4: وہ لکھتے ہیں کہ اگر حقائق الوسائط جلد دوم کا ترجمہ فارسی زبان میں ہو جائے اور ایران میں اسکی نشر و اشاعت ہو' تو علمائے قشرئین (یعنی علماء و مجتہدین شیعہ) کو معلوم ہو گا کہ اس "مکتب فکر" یعنی مذہب شیخیہ کے افراد پاکستان میں بھی ہیں۔

اور مورخہ 22.5.75 کے خط میں لکھتے ہیں کہ:-

نمبر1: ابھی تک ڈھکو کے جوابات میں شب و روز مشغول ہوں' اس نے تازہ ایڈیشن میں اپنی دونوں کتابوں "احسن الفوائد" اور "اصول الشریعہ" میں نہایت بے رحمی سے شیخ اوحد اور سید رشتی پر حملے کئے ہیں۔

نمبر2: انصاری صاحب اس خط میں واضح طور پر لکھتے ہیں کہ آپ

نے حقائق الوسائط جلد دوم کا مطالعہ فرمایا ہو گا اس میں ان بزرگوں کے عقائد کی تائید اور دلائل سے تسدید کی گئی ہے۔

اور مورخہ 3.10.75 کے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ :- مولانا محمد اسماعیل نے جو رسالہ تحریر فرمایا ہے اور شیخ و سید علیہ الرحمہ کی تائید کی ہے۔ اس کا مشورہ میں نے ہی دیا تھا۔ کیونکہ مذہب شیخی یا عقائد شیعہ کو بغیر علم و فہم غلط اور باطل سمجھا جا رہا تھا اس کی رد ہو جائے۔

مولانا محمد بشیر انصاری نے ان خطوط میں واضح طور پر مذہب شیخی اور عقائد شیعہ کو ایک علیحدہ اور مستقل مکتب فکر لکھا ہے۔ جس کا تعلق شیخ احمد احسائی' کاظم رشتی اور مرزا موسیٰ اسکوئی کے عقائد و نظریات و افکار سے ہے۔ اور انہوں نے نہ صرف خود اپنی کتاب حقائق الوسائط میں مذہب شیعہ اور عقائد شیعہ کی تائید کرنے کو تسلیم کیا ہے اور علی الاعلان کہا ہے کہ ان کا تعلق اسی شیخی مکتب فکر سے ہے' بلکہ انہوں نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ اگر ان کی کتاب کا فارسی میں ترجمہ ہو جائے اور ایران میں اس کی نشر و اشاعت ہو تو علمائے قشریین (یعنی علماء و مجتہدین شیعہ) کو معلوم ہو گا کہ اس "مکتب فکر" کے افراد پاکستان میں بھی ہیں۔

اور وہ رسالہ جو مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے مولانا محمد اسماعیل سے شائع کرایا وہ "تنبیہہ المومنین عن شبہات المقصرین" کے نام سے شائع ہوا ہے= اور اس رسالہ کے صفحہ 20 تا 25 پر دس عقائد کو بیان کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

نمبر 1: عقیدہ اول: آئمہ طاہرین کی نوع علیحدہ ہے۔

نمبر 2: عقیدہ دوم: تفویض۔

نمبر 3: عقیدہ سوم: مظاہر اسماء الہیہ۔

نمبر 4: عقیدہ چہارم: آئمہ طاہرین علم غیب جانتے ہیں۔

نمبر 5: عقیدہ پنجم: محمد و آل محمد علل اربعہ ہیں۔

نمبر 6: عقیدہ ششم: آل محمد کا حاضر و ناضر ہونا۔

نمبر 7: عقیدہ ہفتم: آل محمد کا علم حضوری۔

نمبر 8: عقیدہ ہشتم: استمداد' کہ آئمہ طاہرین نے عالم غیب میں قبل ظہور بجسد عنصری انبیاء کی مدد کی۔

نمبر 9: عقیدہ نہم: معجزہ فعل نبی و امام ہے۔

نمبر 10: عقیدہ دہم: فرشتوں کی حرکت و سکون بدست اہل بیت ہونے کا عقیدہ۔

اس آخری عقیدہ کے تحت لکھتے ہیں کہ آئمہ طاہرین اولی الامر ہیں' اور ملائکہ مدبرات السموات والارض ہیں' ان ہی کے اذن سے نازل ہوتے ہیں' ان کے اذن سے تدبیر کرتے ہیں۔ مولانا محمد اسماعیل نے اپنی اس کتاب "تنبیہہ المومنین عن الشبہات المقصرین" میں جو مذکورہ دس عقائد بیان کئے ہیں در حقیقت ان سب کی اصل عقیدہ پنجم ہے' یعنی "محمد و آل محمد علل اربعہ ہیں۔" اور باقی کے تمام عقائد و نظریات اسی عقیدہ پنجم یعنی علل اربعہ کے فروع ہیں۔ اور شیعہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام نے اسی عقیدہ "علل اربعہ" کی بنا پر شیخ احمد احسائی اور اس نظریہ کی موافقت کرنے والوں کو کافر و مشرک و ضال و مضل قرار دیا ہے۔ اس عقیدہ پنجم کے ماتحت مولانا محمد اسماعیل صاحب مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر ۲۲ پر لکھتے ہیں کہ: "محمد و آل محمد علل اربعہ ہیں۔ یعنی علت مادی' علت صوری فاعلی اور غائی ہیں۔ بے شک محققین علماء کا یہ عقیدہ ہے اور کتاب و سنت سے یہی ثابت ہے۔ کیونکہ اللہ کے فعل بغیر واسطہ اور وسیلہ کے ظہور میں نہیں آ سکتے۔ اور یہی واسطہ اور وسیلہ ہیں' اس پر میں ایک رسالہ وہابی خمس خوار ملاں ملتانی گلاب شاہ کے خلاف لکھ رہا ہوں' جس میں انشاء اللہ علل اربعہ ہونے کا پورا مفہوم کتاب و سنت و حکمت و فلسفہ سے پیش کر دیا جائے گا؟ اتنا یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے ہر چیز کو پیدا کیا یہ مشیت کے

محل اور مصدر ہیں۔"

یہ ہیں وہ عقائد جو مولانا محمد اسماعیل نے اپنی کتاب تنبیہہ المؤمنین میں شائع فرمائے ہیں، اور جو مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کے مورخہ 3.10.75 کے مکتوب کے مطابق ان کے مشورہ سے تحریر فرمائے ہیں تاکہ مذہب شیخیہ یا عقائد شیخیہ کو جو بغیر علم و فہم غلط و باطل سمجھا جا رہا ہے اس کی رد ہو جائے۔

اور مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اپنے اُس مکتوب میں جو انہوں نے شیخی مبلغ ڈاکٹر کاظم علی رسا کو مورخہ 30.4.75 کو تحریر فرمایا تھا، واضح طور پر یہ لکھا ہے کہ۔ "حضرت شیخ الاوحد شیخ احمد احسائی قدس سرہ کے معتقدین سے ہوں۔ شرح زیارت جامعہ سے کوئی تیس سال سے استفادہ کرتا آ رہا ہوں، اور سید کاظم رشتی اعلی اللہ مقامہ سے بھی عقیدت ہے۔" معترضین کے حملوں کا جواب دیتا ہوں" اس خط کا عکس سابق میں گذر چکا۔

ہم نے اپنی کتاب "ایک پر اسرار جاسوسی کردار" میں شیخ احمد احسائی اور مذہب شیخیہ کی عقائد پر مشتمل کتابوں کے خلاف ایران و عراق کے تمام مجتہدین کرام و مراجع عظام کے فتاوی کے عکس منعکس کر دیئے ہیں۔ جن میں کسی نے انہیں ضال و مضل لکھا ہے۔ کسی نے انہیں دین اسلام سے خارج لکھا ہے اور کسی نے کفر و شرک کا فتویٰ دیا ہے۔ یہ فتاوی ہم نے صرف اس لئے پیش کئے تھے تاکہ شیعان پاکستان کو معلوم ہو جائے کہ مذہب شیخیہ ایک باطل مذہب ہے۔

لیکن چونکہ عقائد میں عقلی دلائل اور قرآن و احادیث معصومین علیہم السلام کی روشنی میں عقیدہ کی صحت کو جانچنا ضروری ہے۔ اور عقیدہ کو دلیل کے ساتھ معلوم کرنا چاہئے۔ لہٰذا ہم اپنی یہ کتاب "العقائد الحقیہ" کے نام سے پیش کر رہے ہیں۔ جس میں شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ اور شیخیہ، المنحرفہ الضالہ المضلہ کے عقائد میں فرق کو بیان کیا گیا ہے۔ اور خود ان کی

اپنی کتابوں سے ان کے "خلاف شیعہ" عقائد کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

لہٰذا ہم تمام ذاکرین عظام اور مجلس خوان مقررین اور واعظین کرام اور پاکستان کے تمام شیعہ عوام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ٹھنڈے دل کے ساتھ ہماری اس کتاب کا مطالعہ کریں، اور مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اور ان کے ساتھیوں کے فریب میں آکر اور انہیں شیعہ عالم سمجھ کر جو غلط اور باطل شیخی عقائد اپنا بیٹھے ہیں، ان سے توبہ کریں، کیونکہ محض شیعہ کہلانے سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ حقیقتاً صحیح شیعہ عقیدہ اپنانا ضروری ہے تاکہ آخرت میں نجات پائیں۔

احقر

سید محمد حسین زیدی برتی

پہلا حصہ

عقائد اسلام و ایمان

از نظر شیعہ

یعنی

اصول دین و ایمان

معرفت باری تعالیٰ کا بیان

علامہ حلی فرماتے ہیں کہ :- "تمام علماء کا اجماع ہے کہ باری تعالیٰ کی معرفت اور اس کے صفات ثبوتیہ و سلبیہ و عدل باری تعالیٰ و نبوت انبیاء و امامت آئمہ علیہم السلام کی معرفت واجب ہے۔" (احسن العقائد ص-۲۶)

معرفت باری تعالیٰ کے بارے میں شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ :-

"اعلم ان اعتقادنا فی التوحید ان اللہ واحدٌ احدٌ لیس کمثلہ شئیٌ قدیمٌ لم یزل و لا یزال سمیعاً بصیراً علیماً حکیماً حیاً قیوماً عزیزاً قدوساً عالماً قادراً غنیاً لا یوصف بجوھر ولا جسم ولا صورۃ ولا عرض ولا خط ولا سطح و لا ثقل و لا خفۃ ولا سکون و لا حرکت و لا مکان و لا زمان و انہ تعالیٰ متعال من جمیع صفات خلقہ خارج عن الحدین حد الابطال و حد التشبیہ و انہ تعالیٰ شئی لا کالاشیاء احدٌ صمدٌ لم یلد فیورث و لم یولد فیشارک و لم یکن لہ کفواً احدٌ و لا ندلہ و لا ضد و لا شبیہ و لا صاحبۃ و لا مثل ولا نظیر و لا شریک لہ لا تدرکہ الابصار و ھو یدرک الابصار و لا الاوھام و ھو یدرکھا لا تاخذہ سنۃ ولا نوم و ھو اللطیف الخبیر و خالق کل شئی لا الہ الا ھو لہ الخلق و الامر تبارک اللہ رب العالمین و من قال بالتشبیہ فھو مشرک و من نسب الی الامامیہ غیر ما وصف فی التوحید فھو کاذب و کل خبر یخالف ما ذکرت فی التوحید فھو موضوع مخترع و کل حدیث لا یوافق کتاب اللہ فھو باطل و ان وجد فی کتب علمائنا فھو مدلس" (اعتقادیہ شیخ صدوق باب اول)

ترجمہ :۔ "جاننا چاہئے کہ معرفت توحید کے بارے میں ہم شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ واحد و یگانہ ہے۔ کوئی چیز اس کی مثل نہیں ہے' وہ ہمیشہ سے اسی طرح ہے اور ہمیشہ ہی ایسا رہے گا کہ بغیر کانوں کے سنتا اور بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے' سب کچھ جانتا ہے' اور ایسا حکیم ہے کہ اس کا کوئی کام عبث و بے فائدہ نہیں ہے' وہ زندہ و قیوم و غالب ہے' اور پاک و پاکیزہ ہے عالم و قادر ہے' اور ایسا غنی ہے کہ سب اس کے محتاج ہیں مگر وہ کسی کا محتاج نہیں ہے اس کی ذات ایسی بے مثال ہے کہ اسے جوہر و جسم (جس میں طول و عرض و عمق ہو) مادہ (شکل)' عرض' خط (جس میں فقط طول ہو) سطح (جس میں طول و عرض ہو مگر عمق نہ ہو) وغیرہ صفات سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔ نہ تو اس میں ثقل ہے نہ خفت' وہ حرکت و سکون کی قیود سے بھی بالاتر ہے' اور نہ مکان و زمان کی حدود اس کا احاطہ کر سکتی ہیں۔ غرض کہ وہ بلند و بالا اور بے مثال ذات مخلوق کی تمام صفات ناقصہ سے منزہ و مبرا ہے' خداوند تعالیٰ ابطال و تشبیہ کی دونوں حدوں سے خارج ہے یعنی نہ تو وہ ایسا ہے کہ اس سے فضل و کمال کی نفی کی جائے اور نہ ہی اس کے کمال کو اس کی مخلوق کے کسی کمال سے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے وہ اپنی حیثیت سے ایک چیز تو ہے مگر دوسری چیزوں کی طرح نہیں' وہ یکہ و تنہا اور بے نیاز ہے اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا کہ وہ اس کا وارث بن سکے اور نہ ہی خود کسی سے پیدا ہوا کہ وہ اس کی ذات و صفات میں شریک کار ہو سکے' نہ اس کا کوئی ہمسر ہے نہ ہم مرتبہ' اور نہ ہی کوئی مشیر کار' نہ اس کی ضد ہے اور نہ شبیہہ' غرض کہ وہ ہر حیثیت سے بے مثل اور بے مثال ہے' وہ ایسا لطیف و خبیر ہے کہ آنکھیں اسے دنیا و آخرت میں نہیں دیکھ سکتیں۔ ہاں وہ اپنی مخلوق کی آنکھوں کی ہر حالت سے باخبر ہے۔ اس کی ذات ایسی بلند و بالا ہے کہ انسانی وہم و خیال کی بلند پروازیں وہاں تک نہیں پہنچ سکتیں البتہ وہ اپنے

بندوں کے دل و دماغ کے تصورات سے ہر وقت پوری طرح باخبر رہتا ہے۔ اس کو نیند بلکہ اونگھ تک بھی نہیں آتی۔ ہر چیز اس کی پیدا کی ہوئی ہے اس کے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں ہے' بندوں کو پیدا کرنا اور ان پر حکمرانی کرنا اسی کا حق ہے' تبارک اللہ رب العالمین۔ جو شخص خداوند عالم کو (مخلوق سے) تشبیہ دے وہ مشرک ہے اور جو شخص توحید سے متعلق ان عقائد کے علاوہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے کچھ اور غلط عقائد شیعوں کی طرف منسوب کرے وہ سخت جھوٹا اور الزام تراش ہے' جن عقائد کو ہم نے توحید کے ضمن میں بیان کیا اگر کوئی روایت ان کے خلاف پائی جائے تو وہ یقیناً موضوع اور من گھڑت ہو گی' کیونکہ جس حدیث و روایت کا مضمون کتاب خدا کے موافق نہ ہو گا وہ روایت سراسر باطل ہے' اگر اس قسم کی کوئی روایت ہمارے علماء کی کتب میں موجود ہے تو وہ مدلس ہے۔"

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے اس آخری بیان سے ثابت ہوا کہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کی جتنی صفات بیان فرمائی ہیں ان کا ماخذ قرآن ہے' اور وہ قرآن سے اخذ کردہ صفات ہیں' اسی لئے پورے یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ان کے خلاف پائی جائے تو وہ یقیناً موضوع اور من گھڑت ہو گی' کیونکہ جس حدیث و روایت کا مضمون کتاب خدا کے موافق نہ ہو گا وہ سراسر باطل ہے۔

اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نہج البلاغہ کے پہلے خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

الحمد للہ الذی لا یبلغ مدحتہ القائلون ولا یحصی نعمائہ العادون ولا یودی حقہ المجتہدون' الذی لا یدرکہ بعد الھمم ولا ینالہ غوص الفطن' الذی لیس لصفتہ حد محدود ولا نعت موجود و لا وقت معدود ولا اجل ممدود فطر الخلائق بقدرتہ ونشر الریاح برحمتہ ووتد بالصخور میدان

ارضہ' اول الدین معرفتہ وکمال معرفتہ التصدیق بہ و کمال
التصدیق بہ توحیدہ و کمال توحیدہ الاخلاص لہ و کمال
الاخلاص لہ نفی الصفات عنہ" (الخ)

ترجمہ :- "تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جس کی مدح تک بولنے والوں
کی رسائی نہیں' جس کی نعمتوں کو گننے والے گن نہیں سکتے ہیں' نہ بلند
پرواز ہمتیں اسے پا سکتی ہیں' نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اس کی تہہ تک پہنچ
سکتی ہیں- اس کے کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں- نہ اس کے لئے
توصیفی الفاظ ہیں' نہ اس کی ابتداء کے لئے کوئی وقت ہے جسے شمار میں لایا
جاسکے' نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے' اس نے مخلوقات
کو اپنی قدرت سے پیدا کیا' اپنی رحمت سے ہواؤں کو چلایا تھرتھراتی ہوئی
زمین پر' پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں' دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے-
کمال معرفت اس کی تصدیق ہے- کمال تصدیق توحید ہے- کمال توحید تنزیہ
و اخلاص ہے- اور کمال تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اس سے (زائد بر ذات)
صفتوں کی نفی کی جائے-" الخ

نہج البلاغہ ترجمہ مفتی جعفر حسین صاحب صفحہ -۵۱

امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے اس خطبہ کے آخر میں جو یہ فرمایا
ہے کہ :- "و کمال التصدیق بہ توحیدہ و کمال توحیدہ
الاخلاص لہ و کمال الاخلاص لہ نفی الصفات عنہ"

تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی معرفت کی تصدیق اسے یکتا و یگانہ
مانے بغیر نہیں ہو سکتی' اور یکتا و یگانہ ماننے کا کمال یہ ہے کہ اس کی صفات کو
بھی اس کی ذات سے جدا اور علیحدہ نہ مانا جائے' بلکہ اس کی صفات کو
اس کی عین ذات مانے' کیونکہ اس کی صفات کو اس کی ذات سے الگ ماننے
سے توحید کا عقیدہ رخصت ہو جاتا ہے' اور اسی لئے امیر المؤمنین علیہ
السلام نے زائد بر ذات صفات کی نفی فرما کر صحیح توحید کے خدوخال نمایاں

کر دیئے ہیں- اور دامن توحید کو کثرت کے دھبوں سے بدنما نہیں ہونے
دیا-

اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے لئے کوئی صفت تجویز نہیں کی جا
سکتی کہ ان لوگوں کی تائید ہو جو سلبی تصورات کے بھیانک اندھیروں میں
ٹھوکریں کھا رہے ہیں- حالانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفتوں کے
آثار سے جھلک رہا ہے- اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ
جاننے والا ہے' قدرت والا ہے سننے والا ہے' اور سایہ رحمت میں پروان
چڑھانے والا ہے' بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی
چیز تجویز نہیں کی جاسکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو' کیونکہ جو ذات
ہے وہی صفت ہے' اور جو صفت ہے وہی ذات ہے-" الخ

(نہج البلاغہ ترجمہ مفتی جعفر حسین صاحب)

سرکار علامہ کا بیان واضح ہے کیونکہ اگر خدا کی صفات کی اس طرح
نفی کر دی جائے کہ اس میں واجب الوجود ہونے' قادر ہونے' مدرک
ہونے' سمیع و بصیر ہونے' اور ساری کائنات کو ادارہ کرنے کی صفت' یعنی
اس کے رب ہونے کی صفت کی اس سے نفی کر دی جائے' تو اس کا مطلب
یہ ہو گا کہ خود وجود خدا کی نفی کر دی جائے' اور اس کے عدم ہونے پر
یقین کر لیا جائے-

اور یہ جو علامہ مفتی جعفر حسین صاحب نے فرمایا ہے کہ :-

"اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کے لئے کوئی صفت تجویز نہیں کی
جاسکتی کہ ان لوگوں کی تائید ہو جو سلبی تصورات کے بھیانک اندھیروں میں
ٹھوکریں کھا رہے ہیں' تو اس تشریح میں علامہ صاحب اعلی اللہ مقامہ کی "ان
لوگوں" سے مراد شیخ احمد احسائی اور اس کے افکار و نظریات کو اپنانے
والے مذہب شیخیہ کے افراد ہیں' جو خدا کے لئے کسی صفت کے قائل
نہیں ہیں بلکہ وہ محمد و آل محمد علیہم السلام کو ہی اسماء و صفات الہیہ کا مظہر

سمجھتے ہیں جیسا کہ مولانا محمد اسماعیل دیوبندی نے مظاہر اسماء اللہ کو تیسرے عقیدے کے طور پر بیان کیا ہے۔

خدا کی معرفت کا صحیح راستہ

اگرچہ اکثر متکلمین اسلام نے خدا کی معرفت کے لئے، اور خدا کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے بہت سے عقلی دلائل پیش کئے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ معرفت باری تعالیٰ کے حصول کی صحیح صورت صرف یہ ہے کہ ہم اس کی معرفت اس طریقہ سے حاصل کریں جس طریقہ سے خود اس نے اپنی معرفت کرائی ہے' اور جس طرح سے اپنی معرفت حاصل کرنے کا خود اس نے ہمیں دستور دیا ہے' اور آئمہ اطہار علیہم السلام نے اس کی طرف ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ چنانچہ امیر المؤمنین علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"فانظر ایها السائل فما دلک القرآن علیه من صفته فائتم به واستضئ بنور ہدایته وما کلفک الشیطان علمه مما لیس فی الکتاب علیک فرضه ولا فی سنة النبی صلی اللہ علیه و آله وسلم وائمة الهدیٰ اثره فکل علمه الی اللہ سبحانه فان ذالک منتهیٰ حق اللہ علیک۔"

(نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۸۹ ص ۲۳۹ ترجمہ مفتی جعفر حسین صاحب)

ترجمہ :۔ "اے اللہ کی صفتوں کو دریافت کرنے والے دیکھو! کہ جن صفتوں کا تمہیں قرآن نے پتہ دیا ہے ان میں تم اس کی پیروی کرو۔ اور اسی کے نور ہدایت سے کسب ضیاء کرتے رہو۔ اور جو چیزیں کہ قرآن میں واجب نہیں' اور نہ سنت پیغمبر و آئمہ ھدیٰ میں ان کا نام و نشان ہے' اور صرف شیطان نے اس کے جاننے کی تمہیں زحمت دی ہے اس کا علم اللہ ہی کے پاس رہنے دو' اور یہی تم پر اللہ کے حق کی آخری حد ہے۔"

قرآن کریم سے معرفت باری تعالیٰ

چونکہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے صفات باری تعالیٰ کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ معرفت باری تعالیٰ کے لئے خود خدا نے قرآن میں اپنی جن صفتوں کا پتہ دیا ہے ان میں تم اس کی پیروی کرو' لہٰذا آیئے اب قرآن میں نظر کرتے ہیں کہ خود خدا نے قرآن کریم میں اپنی کس طرح معرفت کرائی ہے' اس سلسلہ میں ہم قرآن کریم کی چند آیات کا انتخاب کر کے بمعہ ترجمہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں' ارشاد رب العزت ہے:۔

آیت نمبر 1۔ سورہ ابراھیم آیت۔ ۱۰

"قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِی اللّٰهِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ۔"

ترجمہ :۔ ان کے پیغمبروں نے ان سے کہا کیا تم کو خدا کے بارے میں شک ہے' جو سارے آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

آیت نمبر 2۔ سورہ المومن آیت۔ ۶۴

"اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَرَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبَاتِ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ"

"اللہ ہی تو ہے وہ جس نے زمین کو تمہارے لئے جائے قرار مقرر کیا۔ اور آسمان کو ایک عمارت (یعنی شامیانہ بنایا) اور تم کو صورت عطا کی' سو تمہاری صورتیں کیسی اچھی بنا دی ہیں' اور تم کو پاکیزہ چیزیں کھانے کو دی ہیں اور یہ اللہ ہی تمہارا پروردگار ہے۔"

آیت نمبر 3۔ سورہ النمل آیت۔ ۶۰

"أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا کَانَ لَکُمْ أَنْ تُنْبِتُوْا شَجَرَهَا ءَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ۔"

ترجمہ :- "آیا وہ کون ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا ہے- اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اتارا- پھر ہم نے اس کے ذریعے بارونق باغات پیدا کر دیئے- تمہاری تو یہ مقدرت نہ تھی کہ تم ان باغوں کے درختوں کو اگاؤ- کیا خدا کے ساتھ اور (بھی کوئی) معبود ہے (ہے تو نہیں) لیکن یہ لوگ حق سے منحرف ہیں-"

آیت نمبر 4- سورہ النمل- ۶۱

"اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَ جَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ حَاجِزًا ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ-"

ترجمہ :- "آیا وہ کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار مقرر کیا ہے' اور اس نے بیچ بیچ میں دریا بہا دیئے' اور اس کے لئے بڑے بھاری پہاڑ مقرر کر دیئے' اور دو دریاؤں کے درمیان پردہ حائل کر دیا ہے- آیا خدا کے سوا اور بھی کوئی خدا ہے (ہے تو نہیں) مگر ان میں سے بہت سے نہیں جانتے-"

آیت نمبر 5- سورہ النمل- ۶۲

"اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ یَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ یَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ-"

ترجمہ :- "آیا وہ کون ہے جو مضطر کی دعا کو قبول کر لیتا ہے' جب بھی وہ دعا مانگے' اور تکلیف کو دفع کر دیتا ہے' اور تم کو زمین میں تصرف دے کر دوسروں کا جانشین بنا دیتا ہے' آیا اللہ کے سوا اور کوئی خدا ہے- (اس کی نعمتوں کو) تم کتنا کم یاد کرتے ہو-"

آیت نمبر 6- سورہ النمل- ۶۳

"اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ-"

ترجمہ :- "آیا وہ کون ہے جو خشکی اور تری کی اندھیریوں میں تمہاری رہبری کرتا ہے- اور وہ کون ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے خوش خبری کے طور پر ہواؤں کو بھیج دیتا ہے- کیا خدا کے ساتھ کوئی اور اللہ ہے- جن چیزوں کو یہ شریک ٹھہراتے ہیں اللہ کی ذات اس سے بری ہے-"

آیت نمبر 7- سورہ النمل- ۶۴

"اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ-"

ترجمہ :- "آیا وہ کون ہے جو خلقت کی ابتداء کرتا ہے- پھر اس کو دوبارہ پھیر دے گا' اور وہ کون ہے جو آسمان اور زمین میں سے تم کو رزق دیتا ہے کیا خدا کے سوا اور کوئی خدا ہے- (اے رسول) تم کہ دو کہ اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو-"

آیت نمبر 8 اور 9- سورہ یونس- ۳۱'۳۲

"قُلْ مَنْ یَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ یَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ یُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ مَنْ یُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَیَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ-"

ترجمہ :- "اے رسول تم ان سے پوچھو تو سہی کہ تم کو آسمان سے اور زمین سے رزق کون دیتا ہے' یا سماعت و بصارت کا اختیار کون رکھتا ہے- اور وہ کون ہے جو زندہ کو مردہ سے پیدا کرتا ہے- اور وہ کون ہے جو تمام امور کا انتظام کرتا ہے' قریب ہے کہ وہ یہی کہیں گے کہ اللہ- پس تم کہ دو کہ کیا تم اس سے نہیں ڈرتے- پس یہ ہے تمہارا اللہ جو تمہارا برحق پروردگار ہے- تو حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور ہے کیا- پھر تم کہاں

بھٹکے چلے جاتے ہو۔"

آیت نمبر10- سورہ رعد-١٦

"اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔"

ترجمہ:- "ان لوگوں نے خدا کے کچھ شریک ٹھہرائے ہیں کیا انہوں نے بھی خدا ہی کی سی مخلوق پیدا کر رکھی ہے جن کے سبب مخلوقات ان پر مشتبہ ہو گئی ہے۔ (لہٰذا وہ ان کی خدائی کے قائل ہو گئے ہیں) تم کہہ دو کہ خدا ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور وہی یکتا اور سب پر غالب ہے۔"

آیت نمبر11- سورہ زمر-٣٨

"وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ"

ترجمہ:- "اور اے رسول اگر تم ان (کافروں) سے پوچھو کہ سارے آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو یہ (کافر لوگ بھی) یقیناً یہی کہیں گے کہ اللہ نے"

آیت نمبر12' 13- سورہ لقمان ١٠' ١١

"خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ کُلِّ دَآبَّةٍ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔"

ترجمہ:- "اس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا کیا ہے جن کو تم دیکھ سکو۔ اور زمین میں بھاری بھاری پہاڑ قائم کر دیئے ہیں تاکہ وہ تم کو لے کر کسی طرف کو جھک نہ جائے اور اس میں ہر قسم کا جاندار چلنے والا بکثرت پھیلا دیا ہے۔ اور ہم نے آسمانوں سے پانی اتارا پھر ہم نے اس میں ہر ہر چیز کے نفیس جوڑے پیدا کر دیئے۔ یہ تو خدا کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں

اب تم مجھے یہ دکھاؤ کہ جو اس کے سوا ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم کھلی گمراہی میں ہیں۔"

آیت نمبر14' 15- سورہ الانعام-١٠١' ١٠٢

"بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنّٰی یَکُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَکُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبُّکُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ۔"

ترجمہ:- "وہ آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے اس کے اولاد کہاں سے ہو گی جب کہ اس کے کوئی بیوی نہیں۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ وہی اللہ تو تمہارا پروردگار ہے' کوئی اور اللہ اس کے سوا نہیں ہے وہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ پس تم اس کی عبادت کرو۔ اور وہی ہر چیز کا محافظ ہے۔"

خداوند تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی معرفت کس طرح کرائی' اس کے لئے ہم مذکورہ پندرہ آیات پر اکتفا کرتے ہیں' اور آخری دو آیات میں واقع لفظ بدیع کی تشریح تفسیر نمونہ سے پیش کرتے ہیں۔

حجۃ الاسلام آیت اللہ آقائے ناصر مکارم شیرازی اپنی تفسیر نمونہ میں بدیع السموات والارض کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لفظ "بدیع" کی تشریح میں "بدیع یعنی چہ" کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ:-

"همان طور که در بالا اشاره کردیم کلمه بدیع معنی وجود آورنده چیزی بدون سابقه است یعنی خداوند آسمان و زمین را بدون هیچ ماده و یا طرح و نقشه قبلی ایجاد کرده است۔"

ترجمہ:- "جیسا کہ ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں کہ لفظ "بدیع" کسی پہلے سے موجود چیز کے بغیر' ایجاد کرنے والے کے معنی میں ہے' یعنی خداوند تعالیٰ نے آسمان و زمین کو کسی مادہ یا منصوبے یا پہلے سے تیار کردہ نقشہ کے بغیر ایجاد کیا ہے۔"

اور راغب اصفہانی نے اپنی کتاب "مفردات القرآن" میں "بدیع" کے مصدر "الابداع" کے معنی یوں لکھے ہیں "الابداع" کسی کی تقلید اور (اقتدا) کے بغیر کسی چیز کا ایجاد کرنا۔ جب ابداع کا لفظ اللہ عزوجل کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد کرنا۔ اور یہ معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔

قرآن کریم کے استدلال کا خلاصہ

قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے یہ بات صاف طور پر واضح ہو گئی ہے کہ قرآن کریم میں خود خداوند تعالیٰ نے اپنی معرفت کس طرح کرائی ہے۔ ان تمام آیات کا خلاصہ اگر ایک مسلسل اور مربوط بیان میں قلمبند کیا جائے تو خالق کائنات کی زبان میں یوں کہا جائے گا کہ:-

بغیر کسی مادہ اور بغیر کسی سابقہ نمونہ اور مثال کے اور بغیر کسی آلہ کے آسمان کا شامیانہ میں نے بنایا زمین کا فرش میں نے بچھایا۔ پہاڑوں کی میخیں میں نے گاڑیں۔ تمام جانداروں (حیوانوں اور انسانوں) کو میں نے پیدا کیا۔ نباتات کو میں نے اگایا۔ تمہاری صورتوں کو میں نے بنایا۔ آسمان سے پانی میں نے برسایا۔ تمہیں پاک پاکیزہ روزی میں نے دی۔ بارونق باغات کو میں نے اگایا۔ زمین و آسمان سے رزق میں نے پہنچایا تمہاری موت و حیات کا مالک میں ہوں۔ ساری کائنات کا مدبر امور میں ہوں۔ ساری کائنات کو رزق دینے والا میں ہوں۔ ہر چیز کا خالق میں ہوں۔ پس اگر میرے سوا کسی اور نے ان کاموں میں سے کوئی کام کیا ہو تو دکھاؤ کہ کس نے کیا چیز خلق کی ہے۔ اور ان کی مخلوق کون سی ہے۔ کیونکہ یہ ساری مخلوق تو میری خلق کی ہوئی ہے۔

اور نتیجہ اس سب کا یہ ہے کہ جس ہستی نے یہ مذکورہ سب کام کئے

ہیں۔ وہی اللہ ہے، وہی خدا ہے۔ وہی رب ہے۔ ان کاموں کے کرنے والے کو خدا اور رب کہا جاتا ہے۔ اگر اس کے سوا کسی اور کو ان کاموں کا کرنے والا مان لیا تو گویا اس کے سوا اس دوسرے کو خدا اور رب مان لیا۔

اور دوسرا نتیجہ یہ ہے کہ جو ہستی یہ مذکورہ کام کرتی ہے اور جس ہستی نے یہ کام کئے ہیں۔ وہی ہستی عبادت کے لائق ہے۔ اس کا سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ اور کسی نے ان کاموں میں سے کوئی کام نہیں کیا ہے۔ لہٰذا اس کے سوا اور کوئی معبود بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کے سوا کسی اور کو ان کاموں کا کرنے والا جان لیا تو گویا اس کو لائق عبادت بھی مان لیا۔ یعنی اس کو معبود بھی مان لیا۔

ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ

آپ نے مذکورہ آیات میں ملاحظہ کیا ہو گا کہ خدا یہ حتمی فیصلہ دے رہا ہے کہ اگر مشرکین و کفار مکہ سے بھی یہ پوچھا جاتا کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے خلق کیا ہے تو وہ بھی بالیقین ضرور یہی کہتے کہ ان کو خدا نے ہی خلق کیا ہے۔ لیکن نصاریٰ یعنی عیسائی یہ کہتے ہیں کہ خدا نے کوئی بھی چیز خلق نہیں کی سوائے حضرت عیسیٰؑ کے اور اس کے بعد جو کچھ بھی خلق ہوا وہ سب حضرت عیسیٰؑ نے خلق کیا ہے، وہی ساری مخلوق کے خالق ہیں، وہی رازق ہیں وہی محی ہیں، وہی ممیت ہیں، اور وہی ساری کائنات کے مدبر امور ہیں۔ لہٰذا وہی خدا ہیں۔

ابتداء میں تو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کی وجہ سے ان کے خدا ہونے کا عقیدہ اختیار کیا اور ان کے معجزات دیکھ کر یہ سمجھا کہ خلق و رزق، موت و حیات اور کائنات کے امور کی تدبیر کا کام انہیں کے سپرد ہے۔ لیکن بعد میں انہوں نے فلسفہ یونان کے زیر اثر اپنے عقائد کو فلسفہ یونان کے سانچہ میں ڈھال کر ایک نیا رنگ دے دیا، جس کی

تفصیل اس کتاب کے دوسرے حصہ یعنی نصاریٰ کے عقائد کے حصہ میں بیان کی جائے گی۔

نصاریٰ کی طرح مفوضہ بھی۔ یہی کہتے ہیں کہ خدا نے کوئی چیز خلق نہیں کی سوائے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے، اور اس کے بعد جو کچھ خلق ہوا وہ سب چہاردہ معصومین علیہم السلام نے خلق فرمایا۔ وہی ساری مخلوق کے خالق ہیں، وہی رازق ہیں، وہی محی ہیں، وہی ممیت ہیں، اور وہ ہی ساری کائنات کے مدبر امور ہیں۔

نصاریٰ کی طرح مفوضہ نے بھی اپنا یہ عقیدہ ان کے معجزات کو دیکھ کر اپنایا تھا۔ چونکہ وہ معجزات انسانی قدرت سے باہر تھے۔ لہٰذا ان کے پہلے گروہ نے جنہیں اسلام میں غالی یا غلو کرنے والا کہا جاتا ہے۔ انہیں ہی خدا سمجھا، لیکن غلو کرنے والوں کو امیر المؤمنینؑ کی طرف سے آگ میں جلا کر سزائے موت دینے کے بعد، ان کے بعد آنے والوں نے یہ کہا کہ خدا نے صرف محمدؐ و آل محمدؑ کو خلق فرمایا۔ اور ان کے خلق کرنے کے بعد۔ اس نے اور کوئی کام نہیں کیا۔ اس کے بعد جو کچھ کیا وہ محمدؐ و آل محمدؑ نے کیا۔

اور تیرہویں صدی ہجری میں شیخ احمد حسائی نے مفوضہ کے ان ہی عقائد کو فلسفہ یونان کے سانچہ میں ڈھال کر فلسفی دلائل کے ساتھ، جو سراسر قیاس آرائی اور خیال بافی ہے، باقاعدہ عقیدہ کی شکل دے دی۔ لہٰذا تمام رؤسائے شیخیہ اور پیروان شیخ احمد احسائی کے نزدیک بھی خدا نے کوئی چیز خلق نہیں کی سوائے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے اور اس کے بعد جو کچھ بھی خلق ہوا، وہ سب چہاردہ معصومین علیہم السلام نے خلق فرمایا۔ تمام آسمانوں کو انہوں نے خلق فرمایا۔ زمین کو انہوں نے خلق فرمایا۔ سورج چاند ستارے انہوں نے خلق فرمائے۔ غرض ساری مخلوق کے خالق بھی وہی ہیں رازق بھی وہی ہیں، محی بھی وہی ہیں ممیت بھی وہی ہیں۔ خدا تو یہ کہتا ہے کہ جس نے یہ سب کام کئے ہیں وہی خدا ہے لیکن شیخ احمد احسائی اور

پیروان شیخ یہ کہتے ہیں کہ یہ سب کام محمدؐ و آل محمدؑ نے کئے ہیں۔ اس کے باوجود عوام کو فریب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ان کو خدا تو نہیں کہتے۔ لہٰذا فریب خوردہ عوام بھی وہی بات کہنے کے باوجود، جو شیخی حضرات کہتے ہیں بڑے زوردار طریقہ سے کہتے ہیں کہ کوئی ان کو خدا نہیں مانتا۔

یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر کوئی نجار یعنی بڑھئی یا ترکھان مختلف آلات مثلاً بسولہ، آری اور رندہ وغیرہ کو استعمال کر کے کوئی چیز مثلاً کرسی وغیرہ بنائے تو کوئی بھی عاقل یہ نہیں کہتا کہ یہ کرسی "بسولہ" نے بنائی ہے، یا آری نے بنائی ہے یا رندہ نے بنائی ہے بلکہ ہر کوئی یہی کہے گا کہ یہ کرسی فلاں ترکھان نے بنائی ہے، لہٰذا محمدؐ و آل محمدؑ کو بطور آلہ کے خالق و رازق و محی و ممیت کہنا بھی غلط اور باطل ہے۔ جب کہ حقیقتاً نجار نے تو وہ کرسی بنانے میں بسولہ، آری اور رندہ جیسے آلات استعمال کئے ہیں، لیکن خدا نے خلق و رزق اور حیات و موت کے لئے محمدؐ و آل محمدؑ کو بطور آلات کے استعمال بھی نہیں کیا ہے۔ اور ایسا کہنا محمدؐ و آل محمدؑ کی فضیلت یا تعریف و توصیف نہیں ہے، بلکہ ان کو خلق و رزق کے سلسلہ میں آلات کہنا ایک طرح ان کی توہین ہے، اور اس کی تفصیل اس کتاب کے تیسرے حصہ یعنی مذہب شیخیہ کے عقائد و افکار کے حصہ میں بیان ہو گی۔

اصول دین و ایمان

اس بات پر جملہ علمائے متقدمین و متاخرین شیعہ کا اتفاق ہے کہ اصول دین و ایمان پانچ ہیں۔

1- توحید، 2- عدل، 3- نبوت، 4- امامت، 5- معاد یا قیامت۔ آیت اللہ السید ابو القاسم الموسوی الخوئی اپنی توضیح المسائل کے آغاز میں مختصر طور پر اصول دین، بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:- "ان میں سے تین اصول یعنی توحید، نبوت اور قیامت اصول اسلام ہیں، اور ان میں کسی ایک کا منکر

بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اور دو اصول یعنی عدل اور امامت اصول ایمان ہیں اور شیعہ اثنا عشری ہونے کے لئے ان کا اعتقاد ضروری ہے۔" اب ہم اس سے آگے اصول دین کی پہلی اصل کا بیان کرتے ہیں۔

توحید کی اقسام

تمام علمائے شیعہ اور متکلمین اسلام نے توحید کی چار قسمیں بیان کی ہیں جو یہ ہیں۔

1- توحید ذات' 2- توحید صفات' 3- توحید افعال' 4- توحید عبادت۔

اب ہم توحید کے ان چاروں مراتب یا درجات یا اقسام کا علیحدہ علیحدہ بیان ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

توحید ذات کا بیان

توحید ذات سے مراد یہ ہے کہ وہ یکتا و یگانہ اور بے مثل و بے نظیر ہے۔ اور اس کی ذات کے لئے نہ تو خارج میں کوئی دوسرا تصور ہو سکتا ہے' اور نہ ہی ذہن میں کسی دوسرے کا تصور کیا جا سکتا ہے۔

خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

"وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ" (النحل : ۵۱)

ترجمہ :- اور اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ تم دو خدا نہ بناؤ۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ معبود یکتا ہے پس تم مجھ سے ہی ڈرو۔

اہل مذاہب میں سے ایک مذہب دو خداؤں کا عقیدہ رکھتا ہے۔ ایک کو وہ امور خیر کا خدا کہتے ہیں اور دوسرے کو امور شر کا۔ اور ان دونوں کا نام انہوں نے یزدان اور اہرمن رکھا ہے۔

ایک اور مقام پر خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ :-

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" (المائدہ : ۷۳)

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا تین خداؤں میں کا تیسرا خدا ہے وہ کافر ہو گئے ہیں حالانکہ اس ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا ہے ہی نہیں۔

ایک اور مقام پر خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ" (المائدہ : ۱۷)

ترجمہ :- وہ لوگ یقیناً کافر ہو گئے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تو وہی عیسیٰ ابن مریم ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی بھی شخص کو خواہ وہ نبی ہو یا امام خدا کہنا کفر ہے۔

اور جب پیغمبر اکرمؐ نے کفار کے سامنے خدا کی وحدانیت کا اعلان کیا تو انہوں نے اس کے جواب میں جو کچھ کہا اسے خداوند تعالیٰ نے حکایتاً یوں بیان فرمایا ہے کہ کافروں نے یہ کہا کہ :-

"اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ" (ص : ۵)

ترجمہ :- کیا اس نے اتنے بہت سارے خداؤں کو ایک ہی خدا بنا دیا ہے یہ تو ایک عجیب سی بات ہے۔

کفار قریش نے بے شمار خدا بنا رکھے تھے۔ بلکہ ہر قبیلہ نے اپنا علیحدہ خدا بنایا ہوا تھا' لہٰذا توحید کا اعلان سن کر جو کچھ انہوں نے کہا' خداوند تعالیٰ نے یہاں ان کے قول کو حکایتاً بیان فرمایا ہے' بہرحال خدا کے سوا کسی کو بھی خدا کہنا توحید ذات کے خلاف ہے۔ اور توحید ذات کی دو طرح سے تفسیر کی جاتی ہے۔

نمبر 1- خداوند تعالیٰ واحد و یکتا و یگانہ ہے' اور اس کے لئے کسی طرح

کے کسی مثیل و نظیر کا تصور نہیں ہو سکتا۔

نمبر 2۔ اس کی ذات بسیط ہے اور وہ ہر طرح کی ترکیب اور کثرت خارجی و عقلی سے پاک اور منزہ ہے۔ چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنی توحید ذات کا بیان خود سورہ اخلاص میں اس طرح سے بیان فرمایا ہے۔

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ۔"

"یعنی اے پیغمبر تم یہ کہہ دو کہ سارے حاجت مند اسی کے نیاز مند ہیں۔ نہ تو اس سے کوئی چیز پیدا ہوئی ہے' اور نہ ہی وہ کسی سے پیدا ہوا ہے' اور نہ ہی کوئی اس کا مثل و نظیر ہے۔"

خداوند تعالیٰ نے اس سورہ کی پہلی آیت میں اپنی توحید ذات کو "احد" کے لفظ سے بیان کیا۔ یعنی وہ ایسا واحد و یکتا و یگانہ ہے جو بے مثل و بے نظیر ہے' اور اس کی ذات کسی طرح بھی قابل تقسیم نہیں ہے' نہ خارج میں نہ عقل میں نہ وہم و خیال میں' وہ ایسا یکتا و یگانہ ہے' جس کی کوئی نہایت نہیں ہے' اور یہ بات مسلمہ ہے کہ وہ ذات کا ہر جہت سے بے نہایت ہونا قابل تصور نہیں ہے' وہ صمد ہے' وہ غنی بالذات ہے' وہ بے نیاز ہے' اور سب اسی کے نیاز مند ہیں' وہ کسی کا محتاج نہیں' اس سے برتر کوئی چیز نہیں' وہ دائم ہے' ازلی ہے' ابدی ہے' نہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے' نہ تغیر پذیر ہے' نہ اس کا کوئی شریک ہے' نہ اس سے کوئی چیز مخفی ہے۔

اس کے بعد نصاریٰ و یہود اور مشرکین عرب کے عقیدہ کی جو خدا کے لئے اولاد یا باپ ہونے کے قائل تھے' رد کرتے ہوئے کہتا ہے "لم یلد و لم یولد"۔ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ یہودی عزیزؑ کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ مشرکین عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ خدا نے ایک ہی آیت میں سب کا جواب دے دیا۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس

سے کوئی چیز پیدا ہوئی۔

نصاریٰ پہلے مرحلہ میں تو حضرت عیسیٰؑ کو اس لئے خدا کے بیٹا کہتے تھے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے فلسفہ یونان کے زیر اثر کہ ایک چیز سے صرف ایک ہی چیز نکل سکتی ہے یہ قرار دیا کہ خدا کے اندر سے صرف ایک اکلوتا "کلمہ" نکلا جو اس کا بیٹا ہے۔ اس کے بعد ساری کائنات کے مہتمم اعلیٰ یا چیف ایگزیکٹیو عیسیٰؑ قرار پائے اور ساری کائنات کی تدبیر اور خلق و رزق اور حیات و موت کے کام سب عیسیٰؑ نے ہی انجام دیئے' اور اس کا تفصیلی بیان نصاریٰ کے عقائد کے حصہ میں آئے گا۔ لیکن یہاں پر جو کچھ عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ "لم یلد و لم یولد" میں "تولد" کے بہت وسیع معنی ہیں۔ اور اس میں سے ہر قسم کے مادی اور لطیف چیزوں کے نکلنے۔ یا خود اس کے کسی دوسری مادی یا لطیف چیز کے اندر سے نکلنے کی نفی کی گئی ہے۔ چنانچہ امام حسین علیہ السلام "لم یلد" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "لم یلد" یعنی کوئی چیز اس سے خارج نہیں ہوئی نہ اشیاء مادی جیسے فرزند' اور وہ تمام چیزیں جو مخلوقات میں سے خارج ہوتی ہیں (جیسے پستان سے دودھ) نہ کوئی لطیف چیز جیسے سانس نہ طرح طرح کے عوارض' جیسے خواب و خیال و غم و رنج و خوشحالی و رونا اور ہنسنا اور خوف و امید' اور شوق و ملالت اور بھوک و سیری' خداوند تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ کوئی چیز اس سے نکلے۔

(بحار الانوار ج ۳ ص ۲۲۴)

لیکن شیخ احمد احسائی یہ کہتا ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کا نور خدا کے نور میں سے اس طرح سے نکلا ہے جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ اور شیخ احمد احسائی کے فلسفہ کے علل اربعہ کے سلسلہ طولیہ کا سارا دارومدار ان شعاعوں سے ہی آگے بڑھتا ہے۔ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب نے تنبیہ المؤمنین میں جو دس عقائد بیان کئے ہیں ان میں عقیدہ

باہم یہی علل اربعہ کا عقیدہ ہے اور دراصل یہی علل اربعہ کا فلسفہ باقی کے 9 عقائد کی بنیاد ہے جن کو مبلغین شیعہ پاکستان کے بے خبر کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کے ذہنوں میں بٹھاتے رہے ہیں- اور اس کا مفصل بیان اس کتاب کے تیسرے حصہ میں آئے گا-

بہرحال "لم یلد ولم یولد" کا ایک وسیع معنی ہے' اور یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے' کہ اس کی ذات اس بات سے پاک و پاکیزہ اور بلند و برتر ہے' کہ کوئی چیز خواہ وہ مادی ہو یا لطیف' اُس سے نکلے یا وہ کسی مادہ یا لطیف چیز سے نکلے-

لیکن شیخ احمد احسائی نے دونوں طرح سے خداوند تعالیٰ کی توحید ذات سے انحراف کیا ہے-

نمبر1: اول تو اس کا فلسفہ علل اربعہ خدا میں سے محمد و آل محمدؐ کے نور کے اس طرح نکلنے سے ترکیب پایا ہے' جس طرح سورج میں سے اس کی شعاعیں نکلتی ہیں اور اس نے واضح طور پر خدا کو ایک مادہ قرار دیا ہے-

نمبر2: دوسرے توحید ذات میں ایک سے زیادہ خدا مان کر بھی انحراف کیا ہے- کیونکہ اس نے شرح زیارت میں یہ لکھا ہے کہ:-

"و فی دعاء مفردۃ الوتر و انت اللہ عماد السموت و الارض' و انت اللہ قوام السموات والارض و فیہ اشارۃ الی ان الحسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام عماد السموت والارض- و ان الحسین اخاہ علیہ السلام قوام السموات والارض- و بیان ہذا الاشیاء کما ینبغی بحیث یعرفہ الاکثر یستلزم تطویلا کثیرا و یلزم منہ ذکر اشیاء لیس للعقول فیہا حظ و انما یعرف ذالک اصحاب الافئدۃ اذا کانوا من اہل التصدیق و التسلیم" (شرح زیارت ص ۲۲ سطر ۲۸ تا ۳۰)

ترجمہ:- اور یہ جو دعائے مفردۃ الوتر میں بیان ہوا ہے کہ:- "انت اللہ عماد السموت والارض' و انت اللہ قوام السموت والارض-" "یعنی اے اللہ تو ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے- اور اے اللہ تجھ ہی سے آسمانوں اور زمین کا قیام ہے" تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اللہ جو عماد السموت والارض ہے' وہ حسن ابن علی ابن ابی طالب ہیں اور وہ اللہ جو قوام السموت والارض ہے وہ اللہ امام حسن کے بھائی حسین علیہ السلام ہیں- اور ان چیزوں کا اس طرح سے بیان کہ اکثر لوگ اچھی طرح سمجھ لیں- بہت طول و طویل بیان کا متقاضی ہے' اور اس میں ایسی چیزوں کا بیان کرنا ضروری ہے جن کو عقلیں سمجھ نہیں سکتیں' اور سوائے اس کے نہیں کہ اس بات کی معرفت صرف وہی صاحبان دل رکھتے ہیں جو اس (شیخ احمد احسائی) کی باتوں کی تصدیق کرنے والے ہوں اور اس کی ہر بات پر سر تسلیم خم کر دینے والے ہوں-

بہرحال مذہب شیعہ کے عقائد و افکار کا حال اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بیان کیا جائے گا لہٰذا توحید ذات کا بیان ہم یہیں پر ختم کرتے ہیں- اور اس سے آگے توحید صفات کا بیان کرتے ہیں-

توحید صفات کا بیان

توحید صفات کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی صفات زائد بر ذات نہیں ہیں' جیسا کہ فرقہ کرامیہ کا عقیدہ ہے- بلکہ اس کی صفات اس کی عین ذات ہیں' تمام شیعہ علماء اعلام نے صفات باری تعالیٰ کو دو اقسام میں منقسم کیا ہے- نمبر1- صفات ثبوتیہ- نمبر2- صفات سلبیہ- لہٰذا ہم اس سے آگے ان دونوں صفات کا بیان اختصار کے ساتھ ہدیہ قارئین کرتے ہیں-

صفات ثبوتیہ کا بیان

صفات ثبوتیہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ صفات صرف خداوند تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں' اور اس کی عین ذات ہیں۔ اور ذاتاً اس کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ اور عام شہرت کی بناء پر اکثر علمائے شیعہ نے صفات ثبوتیہ کی تعداد آٹھ بیان فرمائی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جملہ صفات کمال و جمال خداوند تعالیٰ میں موجود ہیں اور وہ سب کی سب اس کی عین ذات ہیں۔ لیکن علماء شیعہ نے خدا کے لئے صرف آٹھ صفات کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا ہے۔ کیونکہ بعض لوگوں نے خدا کے لئے یا تو ان صفات کا انکار کیا ہے۔ یا دوسروں کو بھی ان صفات میں شریک کر دیا ہے۔ جو باطل ہے۔ جیسا کہ خدا کا واجب الوجود ہونا' یا خدا کا قدیم ہونا۔ حالانکہ قدیم اور واجب الوجود ذات صرف ایک ہی ہو سکتی ہے' اور کوئی دوسری ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ عقیدہ مادیین اور فلاسفہ کا ہے۔ اور شیخ احمد احسائی نے بھی اپنے فلسفہ میں اسی مسلک کو اپنایا ہے۔ اور اسی کی نشر و اشاعت مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے پاکستان میں کی ہے۔ چنانچہ ہم نے خود ایک مجلس میں ایک شیخی مبلغ حافظ.......... ' سے واڑہ ٹھٹہ محمد شاہ ضلع جھنگ کی ایک مجلس میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام قدیم ہیں۔ محمد و آل محمدؐ واجب الوجود ہیں۔ اور محمد و آل محمدؐ ہی رب ہیں۔ چنانچہ میں نے ایک مومن سید قائم علی شاہ کی درخواست پر حاجی ریاض حسین کے مزار پر ہونے والی مجلس میں خود اس شیخی مبلغ کے روبرو برسرِ منبر اس کے بیان کا رد و ابطال کیا۔ اس گاؤں کے رہنے والے اس بات کی آج بھی گواہی دے سکتے ہیں۔

بہر حال وہ آٹھ صفات ثبوتیہ جو علمائے شیعہ نے بیان فرمائی ہیں۔

علامہ حلی کی کتاب باب حادی عشر کے ترجمہ سے پیش کرتے ہیں۔ علامہ حلی فرماتے ہیں۔

پہلی صفت قدیم۔ باری تعالیٰ قدیم و ازلی و باقی و ابدی ہے۔ کیونکہ باری تعالیٰ واجب الوجود ہے جس کے لئے عدم سابق و لاحق محال ہے۔

فاضل مقداد علامہ کے بیان کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :۔ یہ چاروں صفتیں قدیم' ازلی' باقی' ابدی۔ باری تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے کے لئے لازم ہیں یعنی اگر قدیم' ازلی' باقی' ابدی نہ ہو گا تو واجب الوجود نہ رہے گا۔

قدیم ازلی۔ وہ ہے کہ جو تمام گزشتہ زمانوں میں موجود ہو۔ زمانے خواہ واقعی ہوں یا فرضی ہوں' یعنی زمانہ ماضی میں اس پر عدم طاری نہ ہونے کے لحاظ سے اس کو قدیم ازلی کہا جاتا ہے۔

باقی ابدی۔ وہ ہے کہ آئندہ آنے والے تمام زمانوں میں موجود رہے۔ زمانے خواہ واقعی ہوں یا فرضی' یعنی آئندہ زمانہ میں اس پر عدم طاری نہ ہونے کے اعتبار سے اس کو باقی ابدی کہا جائے گا۔

سرمدی۔ ان سب سے عام ہے۔ یعنی چاروں صفتوں پر سرمدی کا اطلاق ہوتا ہے۔ ان چاروں صفات کے ثبوت پر دلیل یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا واجب الوجود ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ پس باری تعالیٰ کے لئے عدم مطلقاً محال ہے۔ خواہ زمانہ ماضی کے اعتبار سے عدم ہو یا زمانہ مستقبل کے لحاظ سے غرض ہر حیثیت سے باری تعالیٰ کے لئے عدم محال ہے۔

مادیین' فلاسفہ اور وحدت وجود کا عقیدہ رکھنے والے صوفی حضرات خدا کے سوا دوسروں کے بھی قدیم و ازلی ہونے کے قائل ہیں' اور شیخ احمد احسائی نے محمد و آل محمدؐ کو شرح زیارت میں بالفاظ واضح سرمدی کہا ہے جس کا تفصیلی بیان اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بیان کیا جائے گا۔

دوسری صفت:- قادر و مختار۔ علامہ حلی فرماتے ہیں کہ:- باری تعالیٰ قادر و مختار ہے باری تعالیٰ چونکہ موثر عالم ہے' اور عالم حادث ہے پس باری تعالیٰ کا قادر و مختار ہونا ضروری ہے۔ اگر قادر و مختار نہ ہو گا تو فاعل موجب ہو گا۔ فاعل موجب ہونے کی صورت میں یا موثر کا حادث ہونا لازم آئے گا اور یا عالم کا قدیم ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ فاعل موجب کا اثر فاعل موجب کی ذات سے جدا نہیں ہوتا' اور موثر یعنی باری تعالیٰ کا حادث ہونا بھی باطل ہے۔ اور عالم کا قدیم ہونا بھی باطل ہے پس ثابت ہوا کہ باری تعالیٰ قادر و مختار ہے۔

فاضل مقداد مذکورہ بیان کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:- ہمیں چاہئے کہ اصل بیان سے قبل ایک مقدمہ کا تذکرہ کریں۔ جس میں ان مفردات کی تشریح ہو جو اس بیان میں مذکور ہیں۔

فاعل قادر مختار۔ وہ ہے جس کو ایک ہی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر مع قصد و ارادہ قدرت و اختیار ہو۔

فاعل موجب۔ جو ایسا نہ ہو۔ یعنی ایک ہی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر قدرت و اختیار نہ ہو اور نہ قصد و ارادہ ہو مثلاً آگ اپنے جلانے میں فاعل موجب ہے۔

توضیح مزید از مؤلف برستی۔ علامہ حلی اور فاضل مقداد کے بیان میں جو لفظ فاعل موجب آیا ہے اسے دوسرے الفاظ میں "فاعل مجبور" بھی کہا جاتا ہے یعنی اس کے فاعل کو اپنے فعل پر نہ تو کوئی اختیار ہوتا ہے۔ اور نہ ہی اس فعل کے کرنے میں اُس کے ارادے کو کوئی دخل ہوتا ہے۔ مثلاً آگ مجبور ہے کہ جلائے۔ اسے اس بات کا کوئی اختیار نہیں ہے کہ نہ جلائے۔ اور نہ ہی اس کے جلانے میں اس کے قصد و ارادہ کا کوئی دخل ہوتا ہے۔ اور شیخ احمد احسائی کے فلسفہ کے علل اربعہ کے فلسفہ طولیہ کے مطابق جو اس کے تمام عقائد کی بنیاد ہے' خدا فاعل موجب یا فاعل مجبور

قرار پاتا ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ میں سے محمد و آل محمدؐ کے نور کا اس طرح نکلنا جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ فاعل موجب کی صفت ہے فاعل مختار کی نہیں۔ اور اس کے اس فلسفہ کے مطابق یا محمد و آل محمدؐ کو قدیم ماننا پڑے گا یا خدا کو حادث۔ اور شیخ احمد احسائی کے اس فلسفہ کی تفصیلی بحث اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بیان کی جائے گی۔

عموم قدرت کا بیان

علامہ حلی فرماتے ہیں کہ:- "اللہ تعالیٰ کی قدرت کا تعلق تمام مقدورات (ممکنات) سے ہے۔ اس لئے کہ ممکنات میں موثر کی طرف احتیاج کا سبب امکان ہے جو تمام ممکنات میں مشترک ہے۔ اور موثر یعنی باری تعالیٰ کی نسبت تمام ممکنات کی طرف یکساں ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت عام ہوئی جس کا تعلق ہر ممکن سے ہے۔"

فاضل مقداد اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"مصنف علیہ الرحمہ باری تعالیٰ کی قدرت فی الجملہ کے اثبات کے بعد ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ کی قدرت کا تعلق ہر ممکن سے ہے۔ کوئی ممکن ایسا نہیں ہے جس سے قدرت باری تعالیٰ کا تعلق نہ ہو۔ اور فاضل مقداد خداوند تعالیٰ کی عموم قدرت کے بارے میں اختلاف کا بیان کرتے ہوئے حکماء (فلاسفہ) کے نظریہ کو خداوند تعالیٰ کے عموم قدرت کے منافی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:- "حکماء (فلاسفہ) اس امر کے قائل ہیں کہ خداوند عالم چونکہ من جمیع الجہات واحد ہے' لہٰذا اس سے بلا واسطہ ایک ہی شے صادر ہو سکتی ہے' ورنہ وہ من جمیع الجہات واحد نہ رہے گا۔ اور شیخ احمد احسائی نے اپنے فلسفہ میں اسی عقیدہ کو بیان کیا ہے' کہ خدا سے بلا واسطہ صرف ایک ہی شے صادر ہوئی ہے۔ اور اس کا تفصیلی بیان اس کتاب کے تیسرے حصہ میں کیا جائے گا۔"

باری تعالیٰ عالم ہے

سید المحققین عمدۃ المتورعین علامہ السید محمد داؤد صاحب زنگی پوری اپنے رسالہ "العرفان" میں فرماتے ہیں: - تیسری صفت ثبوتیہ خدا عالم ہے۔ یعنی اس کو ہر شے کی خبر ہے۔ اس لئے کہ سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ گذرے ہوئے زمانے کی باتیں' اور آنے والے زمانے کی باتیں سب اس کے سامنے ہیں۔ اس کا علم کبھی بدلتا نہیں۔ جیسا ہمیشہ سے ہے۔ ویسا ہی رہتا ہے۔ کسی بات کو جاننے میں اس کو غور و فکر کی ضرورت نہیں۔

علامہ حلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ عالم ہے۔ اس لئے کہ باری تعالیٰ افعال' محکمہ و متقنہ کا فاعل ہے۔ اور جو بھی افعال محکمہ و متقنہ کا فاعل ہے وہ عالم ہے۔ پس باری تعالیٰ عالم ہے اس قیاس کے دونوں مقدمے بدیہی ہیں۔ کسی اور استدلال کی ضرورت نہیں۔

فاضل مقداد مذکورہ بیان کی شرح میں فرماتے ہیں کہ منجملہ صفات ثبوتیہ باری تعالیٰ اس کا عالم ہونا ہے اور باری تعالیٰ کے عالم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تمام اشیاء اس کے لئے ظاہر ہیں۔ اور اس کے سامنے حاضر ہیں اور کوئی شے اس سے غائب نہیں ہے۔

توضیح مزید از مؤلف برستی۔ مذکورہ تینوں بزرگ شیعہ علماء کے بیان سے معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ عالم اس وجہ سے ہے کہ وہ ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے۔ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام: ۱۰۲)

اور اس کے عالم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تمام چیزیں اس کے لئے ظاہر ہیں اور اس کے سامنے حاضر ہیں اور کوئی شے اس سے غائب نہیں ہے' "عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ" (الانعام: ۷۳) وہ غیب کا بھی اور حضوری کا بھی عالم ہے۔ اور وہ حکمت والا اور ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

ایک اور مقام پر اپنے علم کی دلیل ہر چیز کے خالق ہونے کو بتاتے ہوئے کہتا ہے وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (الانعام: ۱۰۱) اور اسی نے تو ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

اس طرح کوئی چیز غائب ہو یا ظاہر اس کے سامنے حاضر ہے' اس لئے اس کے علم کو حضوری کہا جاتا ہے' اور اس کا علم اس کی عین ذات ہے۔ اور ہم جو علم رکھتے ہیں وہ کتابوں میں پڑھ کر اور استاد سے سیکھ کر کسب کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمارا علم اکتسابی علم کہلاتا ہے۔ لیکن انبیاء کا علم نہ تو حضوری ہوتا ہے کیونکہ وہ تمام اشیاء کے خالق نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی تمام چیزیں ان کے سامنے حاضر ہوتی ہیں اور نہ ہی ان کا علم اکتسابی ہوتا ہے۔ یعنی وہ یہاں اس دنیا میں آکر ہماری طرح کتابیں پڑھ کر اور کسی استاد کے سامنے زانوے تلمذ طے کر کے اکتساب علم نہیں کرتے۔ بلکہ وہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی و الہام ان کو عطا کیا جاتا ہے' لہٰذا اس کو اصطلاح میں "علم حصولی" یا "علم وہبی" یا "علم لدنی" کہا جاتا ہے۔

لیکن مذہب شیخیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا علم حضوری ہوتا ہے اور یہ شیخ کے فلسفہ کے علل اربعہ کے سلسلہ طولیہ کا شاخسانہ ہے۔ اور مولانا محمد اسماعیل نے اپنے رسالہ تنبیہ المومنین میں محمد و آل محمدؐ کے لئے علم حضوری کے عقیدہ کو عقیدہ مفتقم کے طور پر بیان کیا ہے جو اس کتاب کے مقدمہ میں درج ہو چکا ہے اور تفصیل اس کی اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بیان ہوگی۔

باری تعالیٰ مدرک ہے

چوتھی صفت ثبوتیہ خداوند تعالیٰ کی یہ ہے کہ وہ مدرک ہے۔ یعنی جن چیزوں کو ہم دماغ سے معلوم کرتے ہیں' آنکھوں کے ذریعہ سے دیکھتے ہیں' کانوں سے سنتے ہیں۔ خدا کو ان سب چیزوں کی خبر ہے۔ لیکن اس کو

ان چیزوں کے جاننے میں نہ دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہ کانوں کی اور نہ آنکھوں کی۔

علامہ حلی فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ مدرک (محسوسات کا عالم ہے) اور قرآن کریم میں باری تعالیٰ کے مدرک ہونے کا ثبوت موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ" "آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف و خبیر ہے" اور مدرک ہونا اس کی عین ذات ہے۔

باری تعالیٰ حیّ ہے

پانچویں صفت خداوند تعالیٰ کی یہ ہے کہ خدا حیّ ہے، یعنی خدا کی ذات ہمیشہ سے زندہ اور قائم ہے، اس کو کبھی موت و فنا نہیں، اور خدا کا حیّ ہونا اس کی عین ذات ہے۔

علامہ حلی فرماتے ہیں۔ باری تعالیٰ حیّ ہے، اس لئے کہ وہ عالم و قادر ہے اور ہر عالم و قادر حیّ ہے۔

توضیح مزید از مؤلف برستی۔ خداوند تعالیٰ کی حیات اس کی عین ذات ہے اور ہماری حیات عطائے الٰہی ہے۔ کیونکہ وہ حیات کا پیدا کرنے والا ہے، لہٰذا وہ خود صاحب حیات ہے۔ یعنی حیّ ہے، اور وہ ایسا حیّ ہے جو قیوم بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ" (البقرہ: ۲۵۵) و (آل عمران: ۲) یعنی اللہ جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، زندہ ہے اور قیوم ہے۔ یہ پانچوں کی پانچوں صفات خدا کی عین ذات ہیں، اور اس کی ذات سے جدا، زائد بر ذات یا اضافہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ ایک ایسا وجود ہے، جو سراسر علم ہے اور سراسر قدرت ہے، سراسر مدرک ہے، اور سراسر حیّ القیوم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ ہو تو اس کا لازمہ ترکیب ہے۔

اور اگر وہ مرکب ہو تو وہ اپنے اجزا کا محتاج ہو جائے گا۔ اور جو محتاج ہو وہ واجب الوجود خدا نہیں ہو سکتا۔

لیکن شیعہ علمائے اعلام نے خدا کے لئے جو آٹھ صفات ثبوتیہ بیان کی ہیں۔ ان میں سے مذکورہ پانچ صفات تو اس کی عین ذات ہیں۔ مگر باقی کی تین صفات یعنی اس کا صادق ہونا۔ مرید و کارہ ہونا اور متکلم ہونا۔ ایسی صفات ہیں جن کی بازگشت ایک صفت حقیقی کی طرف ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ کا جمیع مخلوقات کا ادارہ کرنا ہے یعنی (القیومیۃ لمخلوقاتہ) ہے اور اس کا حیّ القیوم ہونا اس کی عین ذات ہے۔ لہٰذا وہ تمام صفات جن کی بازگشت اس کی اس صفت حقیقی یعنی "القیومیۃ لمخلوقاتہ" کی طرف ہے وہ اس کی اسی صفت یعنی "القیومیۃ لمخلوقاتہ" کے ماتحت ہیں۔ اور قیوم اس کو کہتے ہیں جس کے سہارے ساری کائنات قائم ہے، گویا یہ اس کی صفات فعلیہ ہیں جو اس کی "ربوبیت" سے تعلق رکھتی ہیں، آیت اللہ ابو القاسم خوئی فرماتے ہیں۔

صفات فعلیہ وہ صفتیں ہوتی ہیں جو موصوف کے ساتھ اس کے کسی فعل کی نسبت سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً ارادہ، تکلم، صدق رحمت اور غفران کے افعال کی بناء پر مرید، متکلم، صادق، رحیم اور غفور وغیرہ۔ ایسی صفات فی نفسہ خارج اور زائد عن الذات ہونے کے باوجود ہمارے اعتبارات کے لحاظ سے ذاتیہ صفتوں کی طرح عین ذات ہوتی ہیں۔ یعنی یہ کہ کسی میں تکلم پیدا کرنے کی صفت اس میں عارضی نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ اس کی ذات کے مفہوم الوہیت میں شامل ہے۔

اسی طرح خداوند تعالیٰ کا رب ہونا بھی "القیومیۃ لمخلوقاتہ" کے ماتحت ہونے کی وجہ سے اس کی عین ذات ہے۔

باری تعالیٰ مرید و کارہ ہے

چھٹی صفت خدا کی مرید و کارہ ہونا ہے (یعنی ارادہ کرنے والا اور کراہت کرنے والا۔ کیونکہ اشیاء کو پیدا کرنے میں تقدم و تاخر کے لئے کسی مخصص کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ مخصص اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے (جب کسی شے کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا' اسی وقت اس کو پیدا کیا) و نیز اللہ تعالیٰ نے بعض افعال کے بجالانے کا حکم فرمایا۔ اور بعض افعال سے نفی فرمائی اور امر و نہی ارادہ و کراہت کو مستلزم ہے۔ اور علامہ حلی کا مذکورہ بیان قرآن کریم کے عین مطابق ہے' کیونکہ خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ" (یٰس۔۸۲)

جب خدا کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔ خداوند تعالیٰ کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ وہ "مرید" ہے۔ یعنی ارادہ کرنے والا ہے اور ہر کام اپنے ارادہ سے کرتا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے خلق عالم کا نظام اس طرح سے قرار دیا ہے کہ ہر شے اس کے ارادہ اور مشیت سے پیدا ہوتی ہے۔ لیکن شیخ احمد احسائی اور اس کے پیروکاروں نے خداوند تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کو خارج میں ایک مستقل وجود رکھنے والی شے قرار دے لیا ہے۔ جو خالق وحدہ لا شریک اور اس کی مخلوقات کے درمیان آلہ اور واسط ہے۔ جس کا نام انہوں نے قدرت اللہ اور مشیت اللہ رکھا ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد اسماعیل نے اپنے رسالہ "تنبیہ المؤمنین میں عقیدہ پنجم علل اربعہ کی تشریح کرتے ہوئے" لکھا ہے کہ:۔

"کیونکہ اللہ کے فعل بغیر واسط و آلہ کے ظہور میں نہیں آتے اور یہی واسط و وسیلہ ہیں .... اتنا یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے

ہر چیز کو پیدا کیا' یہ مشیت کے محل و مصدر ہیں۔" ان لوگوں نے خدا کی مشیت اور ارادہ کو ایک مستقل وجود رکھنے والی خارج میں ایک چیز سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ نہ تو مشیت و ارادہ الٰہی کا علیحدہ سے کوئی مستقل خارجی وجود ہے۔ اور نہ ہی مشیت کے محل و مصدر ہونے کا وہ مطلب ہے جو وہ لیتے ہیں۔

سرکار علامہ سید العلماء السید حسین علین مکان لکھنوی نے مذہب شیخیہ کی رد کرتے ہوئے اپنی کتاب حدیقہ سلطانیہ میں محمد بن عرفہ سے ایک روایت نقل کی ہے جو اس نے امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اشیاء عالم کو قدرت کے واسطے سے پیدا کیا ہے یا بغیر قدرت کے تو حضرت نے فرمایا کہ:۔

"گویا تو نے قدرت کو ایک ایسی چیز قرار دے رکھا ہے جو ذات خداوند عالم سے علیحدہ مستقل وجود سے موجود ہے۔ اور اس کو تو نے ایسا آلہ اور واسط قرار دے رکھا ہے کہ جس کے واسط سے اللہ تعالیٰ نے دیگر اشیاء کو پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ شرک ہے۔ لہٰذا ایسا کہنا ہرگز جائز نہیں ہے۔"

اور جس طرح سے شیخ احمد احسائی نے اپنے فلسفہ کے علل اربعہ کے سلسلہ طولیہ کے ماتحت خلق کرنے کا نظریہ پیش کیا ہے اس طرح سے خدا فاعل موجب تو بنتا ہے فاعل مختار نہیں بنتا۔ اور فاعل موجب کا فعل کسی ارادہ کے ماتحت نہیں ہوتا۔ اس کا مفصل بیان اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بیان کیا جائے گا۔

باری تعالیٰ صادق ہے

ساتویں صفت ثبوتیہ خدا کا صادق ہونا ہے۔ یعنی خدا کی ہر بات سچی

ہے۔ خدا کا ہر وعدہ سچا ہے جو خبریں وہ دیتا ہے' سب پوری ہوتی ہیں۔ جو اس کے وعدے ہیں سب پورے ہو کر رہیں گے ارشاد رب العزت ہے "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا" اور خدا سے بڑھ کر سچی بات کرنے والا اور کون ہے۔" النساء۔ ۱۲۲"

اگر خدا کی باتیں جھوٹی ہوں' اس کے وعدے جھوٹے ہوں تو اس پر کسی کو کبھی بھروسہ اور اطمینان نہیں ہو سکتا' اور اس کے حکموں کی کوئی تعمیل نہ ہو سکے اور دین و دنیا کا انتظام خراب ہو جائے۔

علامہ حلی فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ صادق ہے اس لئے کہ کذب قبیح ہے' اور باری تعالیٰ ہر قبیح سے منزہ ہے' اور اس لئے بھی کہ کذب نقص ہے۔ اور نقص باری تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

باری تعالیٰ متکلم ہے

آٹھویں صفت خدا کی یہ صفت ہے کہ خدا متکلم ہے۔ یعنی خدا کو قدرت ہے کہ جس چیز میں چاہے اپنا کلام قائم کر کے لوگوں کو سنوا دے۔ جیسے خدا نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ سے اسی طرح باتیں کیں تھیں کہ اپنا کلام ایک درخت میں قائم کر دیا۔ اس درخت سے آواز آتی تھی حضرت موسیٰ سنتے تھے۔

علامہ حلی فرماتے ہیں کہ باری تعالیٰ کے متکلم ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور کلام سے مراد وہ بامعنی حروف و اصوات ہیں جو سننے میں آ سکیں' باری تعالیٰ کے متکلم ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ جس چیز میں چاہتا ہے کلام پیدا کر دیتا ہے۔

صفات سلبیہ کا بیان

آیت اللہ آقائے ابو القاسم خوئی فرماتے ہیں کہ صفات سلبیہ وہ صفتیں ہیں جو کسی حالت' وغیرہ کو ذات باری تعالیٰ سے سلب کرنے (یعنی اس کی ذات میں نہ پائے جانے کا اظہار کرنے) کی بنا پر اس کی صفت قرار پائی ہے۔

علامہ حلی اور علامہ سید محمد داؤد زنگی پوری نے خدا کی صفات سلبیہ سات بیان کی ہیں۔ لیکن آیت اللہ ابو القاسم خوئی نے صفات سلبیہ کو آٹھ کہا ہے اور آٹھویں صفت سلبیہ انہوں نے اس بات کو قرار دیا ہے کہ اس کی صفتیں زائد اور خارج از ذات نہیں یعنی مثلاً قدرت' علم اور حیات اس میں علیحدہ سے قائم نہیں بلکہ اس کی ذات کے معنی و مفہوم میں شامل ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات جملہ عیوب اور صفات ناقصہ سے پاک ہے۔ مگر علمائے شیعہ نے ان سات صفات کو خصوصیت کے ساتھ صفات سلبیہ کے طور پر اس لئے بیان کی ہے کیونکہ دوسرے لوگوں مثلاً مادیین' فلاسفہ' ہنود' مجوس' یہود' نصاریٰ' صوفیہ وحدت وجودی' و صوفیہ اتحادیہ و حلولیہ' و مفوضہ اور شیخیہ وغیرہ نے خدا کے بارے میں ایسے عقائد کو پھیلایا ہے۔ لہذا شیعہ علماء نے خصوصیت کے ساتھ صرف ان ہی سات صفات سلبیہ کی عیوب و نقائص ہونے کی بنا پر خدا میں ہونے کی نفی کی ہے۔ باقی کی سات صفات سلبیہ جو سب نے بیان کی ہیں' وہ آیت اللہ ابو القاسم خوئی کی توضیح المسائل کی ابتداء میں مختصر طور پر اس طرح سے بیان کی گئی ہیں۔

نمبر 1: شریک نہیں :- باری تعالیٰ لاشریک ہے۔ یعنی اس کا کوئی مماثل اور شریک نہیں ہے۔

نمبر2: مرکب نہیں :- یعنی وہ ممکنات کی طرح مختلف اجزاء سے مرکب نہیں ہے۔

نمبر3: مجسم نہیں :- یعنی وہ مجسم یا مکین نہیں جسے کسی محل یا مکان کی ضرورت ہو۔

نمبر4: حلول و اتحاد نہیں :- یعنی وہ کسی جسم میں نہیں سماتا۔ یعنی حلول نہیں کرتا۔

نمبر5: محل حوادث نہیں :- یعنی اس پر دنیا کے تغیرات تو بہ تو حالات' یا جسمانی یا روحانی عوارض طاری نہیں ہوتے۔ مزہ' رنج' خوشی' ہنسی' گریہ اور ایسی ہی دوسری حالتوں سے منزہ و مبرا ہے۔

نمبر6: محتاج نہیں :- وہ کسی انسان یا غیر انسان کا یا کسی حالت یا کیفیت وغیرہ کا محتاج نہیں اور سب سے بے نیاز ہے۔

نمبر7: رویت بصریہ نہیں :- یعنی وہ دنیا و آخرت میں کسی جگہ آنکھوں سے دکھائی نہیں دے سکتا۔ یعنی اس کی ذات کسی جگہ بھی مرئی نہیں ہے۔

توحید افعالی کا بیان

توحید افعالی یہ ہے کہ غیر خدا کو خداوند تعالیٰ کے افعال میں شریک نہ جانے۔ اور اس کے کاموں کی کسی دوسرے کی طرف نسبت نہ دے۔ کیونکہ قرآن کریم اور احادیث معصومین علیہم السلام میں خداوند تعالیٰ کے افعال کو دوسرے کی طرف' نسبت دینے والے کو مشرک کہا گیا ہے۔

آیت اللہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء اپنی کتاب اصل و اصول شیعہ میں لکھتے ہیں کہ ربوبیت میں کسی کو اس کا شریک نہ قرار دے۔ اس کا یقین رکھے کہ خلق و رزق' موت و حیات اور ایجاد و اعدام اسی کی ذات سے متعلق ہے۔ بلکہ اس عالم ہست و بود میں صرف اسی کی قدرت کاملہ کا عمل دخل ہے۔ اور اگر رزق و خلق یا موت و حیات کو کوئی شخص خدا کے

علاوہ کسی اور سے منسوب کرے تو کافر و مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔

(اصل و اصول شیعہ ص ۱۲۸)

خداوند تعالیٰ کی توحید افعالی کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

نمبر1: اول یہ کہ کائنات عالم میں ایک اصیل اور مستقل خالق کے سوا اور کوئی خالق نہیں ہے۔ اور جملہ اسباب کے افعال اس کے اذن و فرمان کے مطابق صورت پذیر ہوتے ہیں اور مسبب الاسباب وہی ہے اسے توحید در خالقیت کہتے ہیں۔

نمبر2: دوسرے یہ کہ جہان ہستی اور ساری کائنات کا مدبر اور ادارہ کرنے والا خدا کے سوا اور کوئی نہیں ہے' اور دنیا جہان میں جو بھی تدبیر صورت پذیر ہوتی ہے' وہ خدا کے فرمان اور اس کی مشیت و ارادہ سے ہوتی ہے۔ اسے توحید در ربوبیت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا پہلے ہم توحید در خالقیت کا بیان کرتے ہیں۔

توحید در خالقیت

قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن خدا کے سوا کسی کو بھی خالق کہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ پس ہر وہ چیز جو صفحہ ہستی پر موجود ہے اور اپنا کوئی وجود رکھتی ہے اس کا خالق خدا ہے۔ چند آیات بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

نمبر1: "قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ" (رعد: ۱۶)

کہہ دیجئے کہ خدا ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی یکتا و یگانہ اور غالب ہے۔

نمبر2: "اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ" (زمر: ۶۲)

اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز کا اختیار اسی کو ہے۔

نمبر3: "ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ"

(الانعام: ۱۰۲)

یہ خدا ہی تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا اور کوئی تمہارا خدا نہیں ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔

لیکن خداوند تعالیٰ نے تمام چیزوں کو ایک خاص اندازے اور ان کی ایک خاص غرض و غایت اور اہداف خاص کے ساتھ خلق فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نمبر1: "وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا" (فرقان: ۲)

اسی نے ہر چیز کو خلق فرمایا ہے۔ اور پھر اس کے لئے ایسی اندازہ گیری کی جو اندازہ کرنے کا حق ہے۔

نمبر2: "اَلَّذِي خَلَقَ فَسَوّٰى وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدٰى" (اعلیٰ: ۲، ۳)

وہی خدا جس نے تمام چیزوں کو خلق کرنے کے بعد انہیں درست کیا۔ اور انہیں ایک خاص معیار کا بنایا اور وہی ہے کہ جس نے اندازہ کیا اور رہبری اور راہنمائی کی۔

جب ہم خداوند تعالیٰ کی مخلوقات میں غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی مخلوقات دو طرح کی ہے۔ ایک وہ جو نہ تو عقل و شعور رکھتی ہے اور نہ ہی ارادہ و اختیار کی مالک ہے۔ ان کے افعال جبر طبیعی کے ماتحت صادر ہوتے ہیں اور اپنے نظام کے ماتحت جس کام پر خدا نے انہیں لگا دیا ہے وہ ہمہ تن اسے انجام دینے میں لگے ہوئے ہیں۔

دوسرے وہ جو عقل و شعور کے ساتھ ارادہ و اختیار کے بھی مالک ہیں۔ اور خداداد قوت و طاقت کے بھی مالک ہیں۔ لہٰذا ان کا کوئی بھی کام جبر طبیعی کے ماتحت انجام نہیں پاتا۔ بلکہ اس میں ان کے اپنے ارادہ و اختیار کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کام کو انجام دینے کی قوت و طاقت خدا ہی کی دی ہوئی ہوتی ہے۔ اور خدا کی اس مخلوق کا نام انسان ہے۔ جسے خدا نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔

انسانوں کے افعال کو ہم دو اقسام پر منقسم کر سکتے ہیں۔ نمبر1: وہ افعال جو خاص انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً کھانا، پینا، چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا، جاگنا اور دیگر معاشرتی امور انجام دینا۔ یہ افعال خود انسان کے ساتھ ہی مربوط ہیں اور یہ اسی کے فعل ہوتے ہیں۔ لیکن چونکہ انسان عقل و شعور اور ارادہ و اختیار کا مالک ہے لہٰذا خداوند تعالیٰ نے اسے کچھ کاموں کے کرنے کا حکم دیا اور کچھ باتوں کے کرنے سے اسے روکا ہے تاکہ وہ اسے ان کاموں کے کرنے کی جزا دے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اور ان کاموں کے کرنے کی سزا دے جن کے کرنے سے اس نے اسے منع کیا ہے۔ اب یہ دونوں کام چونکہ وہ اپنے ارادہ و اختیار سے انجام دے گا لہٰذا وہ نیک کام کرنے پر جزا کا مستحق ہو گا اور ایسا کام کرنے پر جسے کرنے سے اسے منع کر دیا گیا تھا سزا کا مستحق ہو گا، اگرچہ انسان ہر قسم کا کام خداداد طاقت و قوت ہی کے ذریعہ انجام دے گا، اب چونکہ انسان اپنے اس وجود کے ساتھ، جو خدا ہی نے اسے بخشا ہے، ان کاموں کو انجام دیتا ہے، لہٰذا انسان کے افعال جہاں خود انسان کے ساتھ مربوط ہیں۔ وہاں خداداد قوت و طاقت، عقل و شعور اور ارادہ و اختیار کے مالک بنائے جانے کی بنا پر ایک طرح سے خدا کے ساتھ بھی مربوط ہیں، لیکن اس سے عدل الٰہی پر کوئی حرف نہیں آ سکتا کیونکہ وہ سزا ان کاموں کے کرنے پر دے گا جن کے کرنے سے اس کو منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس نے اپنے اختیار کو غلط استعمال کیا۔

انسان کی اس خاص حیثیت اور اس کے کچھ ذاتی اور خاص افعال کی بنا پر مسلمانوں میں دو عظیم فرقے پیدا ہوئے جن کو "جبریہ" اور "قدریہ" کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اہل سنت کے ان دو عظیم فرقوں میں سے اشعری جبر کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ یعنی انسان اپنے کاموں میں بالکل مجبور ہے۔ لہٰذا یہ "جبریہ" کہلاتے ہیں۔ اور دوسرا فرقہ معتزلہ کا ہے جو انسان کو مطلقاً

قادر و مختار مانتا ہے۔ اور اس کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے، وہ خود آپ ہی کرتا ہے۔ اس فرقے کو "قدریہ" کہا جاتا ہے۔

ماضی میں ان دونوں فرقوں کے درمیان بڑی بحث و تکرار چلتی رہی ہے۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالیؔ نے ان کی اس بحث و تکرار کو دیکھتے ہوئے فرمایا تھا کہ:۔

جبریہ و قدریہ کی بحث و تکرار
دیکھا تو نہ تھا اسکا کچھ مذہب و مدار
جو بے ہمت تھے ہو گئے مجبور
جو باہمت تھے بن گئے مختار

مولانا حالی کے یہ دو اشعار ہم نے اس لئے نقل نہیں کئے ہیں کہ ہمیں ان کے اس نظریہ سے اتفاق ہے۔ بلکہ یہ اس لئے نقل کئے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان دو عظیم فرقوں کے درمیان ماضی میں بڑی بحث و تکرار رہی ہے۔

عقیدہ جبر کو سمجھنے کے لئے مثال کے طور پر ایک لطیفہ پیش خدمت ہے ایک پیر صاحب کو کسی کام سے کسی دوسرے شہر جانا پڑ گیا اور وہ جاتے ہوئے اپنے ایک مرید کو گھر کے کام کاج کے لئے گھر پر چھوڑ گئے، کچھ دن کے بعد جب پیر صاحب گھر واپس لوٹے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا مرید ان کی بیوی کے ساتھ حرامکاری میں مشغول ہے۔ پیر صاحب نے انہیں مارنے کے لئے ڈنڈا اٹھایا۔ تو مرید پیر صاحب کے ہاتھ میں ڈنڈا دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ لیکن بیوی بھاگ کر کہاں جاتی۔ جب پیر صاحب بیوی کو مارنے کے لئے آگے بڑھے تو بیوی نے کہا کہ کیا تو رافضی ہو گیا ہے؟ تیرا کیا خیال ہے؟ کیا یہ کام ہم نے کیا ہے؟ یعنی ہم تو مجبور ہیں جو کام کرتا ہے یا کراتا ہے وہ تو خدا ہی کرتا ہے یا کراتا ہے۔ بیوی کی یہ بات سن کر پیر صاحب ٹھنڈے پڑ گئے اور بیوی کی بھی جان بچ گئی۔

جبریہ چونکہ عقیدہ جبر کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ خدا نیک کاموں کی جزا اور برے کاموں کی سزا دے گا۔ اور چونکہ سارے کام خدا ہی کراتا ہے لہٰذا کسی انسان کو جزا یا سزا دینا خلاف عدل ہے۔ لہٰذا وہ خدا کے لئے عدل کے قائل نہیں ہیں۔ اور وہ بیانگ دہل کہتے ہیں کہ:۔ "خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ"

اس کے برخلاف قدریہ چونکہ خدا کو عادل جانتے ہیں لہٰذا وہ انسان کے کاموں میں کسی بھی قسم کا تعلق نہ سمجھتے ہوئے انسان کے قادر و مختار ہونے کے قائل ہو گئے ہیں۔ اسی لئے ان کو "قدریہ" کہا جاتا ہے۔ اور جبر کے مقابلہ میں قدریہ کے اس عقیدہ کو انسانی افعال کے لئے عقیدہ تفویض کہتے ہیں۔

لیکن دونوں عقائد کے مقابلہ میں آئمہ اہل بیت نے جو نظریہ پیش کیا وہ دونوں کے بین بین ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ۔

"لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین"

یعنی نہ عقیدہ جبر ٹھیک ہے اور نہ ہی عقیدہ تفویض ٹھیک ہے بلکہ صحیح بات ان دونوں باتوں کے بین بین ہے۔ چنانچہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام معتزلہ کے اس عقیدہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"القدریۃ ارادوا ان یصفوا اللہ عزوجل بعدلہ فاخرجوہ من قدرتہ و سلطانہ"

(بحار الانوار۔ ج۔ ۵۔ ص ۵۴)

یعنی قدریہ یا تفویض کا عقیدہ رکھنے والوں نے چاہا تو یہ تھا کہ خدا کی عدل و داد کے ساتھ توصیف کریں۔ لیکن انجام کار اس کی قدرت و سلطنت کا انکار کر بیٹھے۔

یہ تفویض جس کے قدریہ قائل ہیں انسان کے اپنے مخصوص افعال کے بارے میں ہے۔ اور "امر بین الامرین" کا عقیدہ اس جبر و تفویض کے

بارے میں ہے نہ کہ وہ تفویض جس کے مفوضہ قائل ہیں کہ خداوند تعالی نے صرف محمد و آل محمدؐ کو خلق فرمایا ہے۔ ان کے خلق کرنے کے سوا اور کوئی کام خدا نے انجام ہی نہیں دیا۔ بلکہ تمام امور کو انجام دینا محمد و آل محمدؐ کو تفویض یعنی سپرد کر دیا ہے لہذا خلق کرنے رزق دینے مارنے اور زندہ کرنے کے سارے کام وہی انجام دیتے ہیں۔

لیکن شیخ احمد احسائی اور پیروان مذہب شیخیہ نے یہاں بھی فریب کے ساتھ اور دھوکہ دیتے ہوئے "امر بین الامرین" کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ یہ "امر بین الامرین" انسان کے اپنے سماجی و معاشرتی اور اپنے ذاتی اور مخصوص کاموں کے لئے کہا گیا ہے۔ اور آسمانوں کا خلق کرنا، زمین کا پیدا کرنا، ہواؤں کا چلانا، بارش کا برسانا، غلوں کا اگانا وغیرہ وغیرہ کسی بھی انسان یا محمد و آل محمد علیہم السلام کے اپنے سماجی و معاشرتی یا اپنے ذاتی اور مخصوص کاموں میں سے نہیں ہیں کہ "امر بین الامرین" کہا جائے۔ اسی لئے آئمہ طاہرین علیہم السلام نے اس قسم کی تفویض کے عقیدہ کو واضح الفاظ میں شرک کہا ہے۔ اور شیخ احمد احسائی اور تمام پیروان مذہب شیخیہ کا یہی عقیدہ ہے جیسا کہ مولانا محمد اسماعیل نے اپنی کتاب "تنبیہ المومنین" میں عقیدہ دوم کے طور پر بیان کیا ہے۔ اور اس کے لئے وہ جتنی تاویلیں کرتے ہیں وہ سب پوچ اور لچر ہیں۔ اور اس کی تفصیل اس کتاب کے تیسرے حصہ میں آئے گی۔

توحید در ربوبیت۔ توحید افعالی کی دوسری قسم توحید در ربوبیت ہے۔ قرآن کامل طور پر اور پوری قابلیت کے ساتھ خدا کو ساری کائنات کا یکتا مدبر کہتا ہے۔ اور اس سلسلے میں خدا کے علاوہ کسی کے لئے بھی ہر قسم کی تدبیر کو جو ربوبیت کی مظہر ہو۔ باطل قرار دیتا ہے۔ چند آیات جو اس مطلب پر گواہ ہیں پیش خدمت ہیں۔

آیت نمبر 1: "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ

اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ" (یونس: ۳)

ترجمہ:۔ بیشک تمہارا پروردگار وہی خدا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں بنایا ہے، پھر (اس کا) حکم عرش پر غالب آگیا، اور وہی معاملات کا بندوبست اور تدبیر کرتا ہے۔ بغیر اس کے حکم کے کوئی سفارشی ہو ہی نہیں سکتا۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔ تم لوگ اس بات پر غور کیوں نہیں کرتے۔

آیت نمبر 2: "اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ" (الرعد: ۲)

ترجمہ:۔ اللہ ہی ہے وہ جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے جنہیں دیکھ سکو بلند کیا۔ پھر عرش پر اس کا حکم غالب آیا اور سورج اور چاند کو مطیع کر لیا۔ ہر ایک ان میں سے ایک معینہ مدت تک کے لئے رواں دواں ہے۔ تمام معاملات کی تدبیر وہ خود کرتا ہے (اور) اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ تم اپنے پروردگار کی ملاقات کا یقین کر لو۔

آیت نمبر 3: "اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" (الاعراف: ۵۴)

ترجمہ:۔ بیشک تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر (اس کا حکم) غالب آیا (وہی) رات کو دن سے ڈھانپ دیتا ہے، جو تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔ اور (اسی نے) سورج اور چاند اور ستاروں کو اس شان سے پیدا کیا کہ اس کے

حکم کے تابع ہیں آگاہ رہو کہ پیدا کرنا اور حکم چلانا اسی کا کام ہے۔ سارے جہان کا خدا برکت والا ہے۔

خداوند تعالیٰ نے ان آیات میں آسمانوں اور زمین کی پیدائش کا بیان کرنے کے بعد عرش پر غلبہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے تاکہ وہ اس بات کو سمجھا دے کہ پیدائش کے بعد بھی ساری دنیا جہان کی باگ دوڑ اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور ہرگز اس کے ہاتھ سے خارج نہیں ہوئی ہے اور کسی اور دوسرے کو تفویض نہیں ہوئی ہے۔ اور عرش قدرت پر غلبہ ساری کائنات اور نظام عالم امکان پر تسلط کی طرف اشارہ ہے۔

اور (یُدَبِّرُ الاَمْرَ) کا جملہ عرش پر غلبہ کے ذکر کے بعد آیا ہے۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ دنیا کے حکمران اور فرمانروا تخت حکومت پر بیٹھنے کے بعد وہاں سے ملک کے امور کی تدبیر کیا کرتے تھے۔ گویا فرمانروائے جہاں خلقت عرش قدرت سے ساری کائنات پر حکومت کرتا ہے اور نظام عالم کو چلاتا ہے۔ پس خلق کرنے اور عالم امکان کی تدبیر امور کا کام جو اس کی ربوبیت سے متعلق ہے۔ اس نے کسی بھی انسان کو سپرد نہیں کیا ہے' خواہ وہ عام انسان ہو یا کوئی نبی و امام ہو۔ اور اگر تدبیر امور کا کام جو دوسرے الفاظ میں اس کی ربوبیت ہے' خدا نے کسی نبی یا امام کو سپرد کیا ہوتا' خواہ غیر استقلالی طریقہ سے ہی سہی' تو وہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اعلان نہ کراتا کہ "قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (آل عمران: ۶۴)

یعنی (اے رسول) تم کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم اس بات کی طرف ہی آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی ہے' کہ ہم سوائے خدا کے کسی کی پرستش نہ کریں' اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں

سے کوئی بھی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ مانیں۔

بہرحال پہلی آیت میں تدبیر امور کا مسئلہ بیان کرنے کے بعد شفاعت کرنے والوں کا موضوع سامنے آتا ہے "مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ" یعنی اس کے اذن اور حکم کے بغیر کوئی بھی شفاعت نہیں کر سکتا۔

اس شفاعت کے بارے میں بعض نے یہ کہا ہے کہ چونکہ کفار یہ کہتے تھے کہ ان کے بت ان کی شفاعت کریں گے۔ لہٰذا اس آیت میں ان کا رد کیا گیا ہے۔

اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد جہاں خلقت کا نظام علت و معلول ہے۔ یعنی اوپر سے لیکر نیچے تک سارے نظام میں ہر علت کی تاثیر اذن خدا کے ساتھ وابستہ ہے۔ لہٰذا مدبریت مطلقہ خدا نظام علت و معلول کے اعتقاد میں مانع نہیں ہے چونکہ نظام اسباب و علل خدا کے ارادہ و مشیت کے ساتھ اپنا اثر دکھاتا ہے۔ اور اس بیان سے ظاہر ہے کہ یہ اسباب و علل وہی ہیں جو جبر طبیعی کے ماتحت کام کرتے ہیں۔

دوسری آیت میں عرش پر غلبہ کے ذکر کے بعد شمس و قمر کی تسخیر اور ان میں سے ہر ایک کے ایک مدت معینہ تک رواں دواں رہنے کو بیان کیا۔ جو ایک طرح سے جذب و دفع کی قوت کا بیان ہے جس نے ہمارے منظومہ شمسی اور کہکشاں کو ایک وحدت و یگانگی بخشی ہے۔ اور یہ نظام خلقت کے ایک دوسرے کے ساتھ پیوستہ اور ایک رشتہ میں منسلک ہونے کی نشانی ہے۔ اور یہ ہم آہنگی نظام' اور ان قوانین جذب و دفع کا' جو موجودات طبیعی پر حکومت کرتے ہیں' کلی و عمومی ہونا دو مطالب کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

نمبر 1: یہ کہ جہاں خلقت کا ایک سے زیادہ پیدا کرنے والا نہیں ہے۔

نمبر 2: جہاں خلقت کا ایک سے زیادہ ادارہ کرنے والا اور مدبر و مدیر کائنات یعنی رب نہیں ہے اور اس بات کو خداوند تعالیٰ نے یوں سمجھایا ہے

کہ:-

"لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" (الانبیاء: ۲۲) یعنی اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور کئی خدا ہوتے تو یہ دونوں کبھی کے اجڑ گئے ہوتے۔

بالفاظ دیگر نظام کائنات کی یکپارچگی' اور قوانین خلقت میں وحدت و یگانگی قرآن کے بیان کی روشن دلیل ہے۔

تیسری آیت میں شمس و قمر اور نجوم کی تسخیر کے بیان کے بعد کہتا ہے "أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ" یعنی پیدا کرنا اور حکم چلانا اسی کا کام ہے۔

اس جملہ میں "أَلَا لَهُ الْخَلْقُ" توحید در خالقیت کی طرف اشارہ ہے اور جملہ "وَالْأَمْرُ" توحید در تدبیر یعنی اس کی ربوبیت کی طرف اشارہ ہے۔ جو ایک طرح سے ساری کائنات پر اس کی تدبیر اور اس کی فرمانروائی کو ظاہر کرتا ہے۔

بعض نے توحید کی اقسام میں توحید در حاکمیت' توحید در اطاعت' اور توحید در تقنین کو بھی بیان کیا ہے۔ لیکن بعض نے ان کو توحید افعالی یا توحید در تدبیر و ربوبیت میں شمار کر کے علیحدہ سے بیان نہیں کیا ہے۔

توحید عبادتی کا بیان

توحید عبادتی کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان اتفاق کامل ہے۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی بھی اس بات کا مخالف نہیں ہے کہ خدائے وحدہ لا شریک کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ اور تمام انبیاء نے خدائے وحدہ لا شریک کی ہی عبادت کی دعوت دی ہے۔ اور سب ہی نے اس کی عبادت کے سوا کسی اور کی عبادت کرنے کو شرک قرار دیا ہے۔ اور قرآن کریم میں بھی اس مطلب کی بے شمار آیات آئی ہیں چنانچہ سورہ کہف کی آخری آیت میں ارشاد ہوا ہے کہ:-

نمبر1: "وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا"

ترجمہ:- اور کوئی بھی اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

نمبر2: اور سورہ نحل میں ارشاد ہوا ہے کہ:-

"وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ" (نحل: ۳۶)

ترجمہ:- "اور ہم نے ہر امت میں (یا ہر زمانہ میں) کوئی نہ کوئی رسول ضرور بھیجا ہے (جو لوگوں کو اس بات کی دعوت دے کہ) خدا ہی کی عبادت کرو اور خدا کے سوا اور کسی کی بھی عبادت نہ کرو۔"

نمبر3: اور سورۃ انبیاء میں ارشاد ہوا کہ:-

"وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ" (انبیاء: ۲۵)

ترجمہ:- اے پیغمبر ہم نے تجھ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا اسے یہی وحی کی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے' لہٰذا صرف میری ہی عبادت کرو۔

عبادت کی تعریف:- عبادت کے بارے میں شیعہ علماء و محققین اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی کو خدا سمجھ کر یا کسی کو رب مان کر یا کسی کو خدائی افعال مثل خلق و رزق اور موت و حیات کا مصدر سمجھ کر اس کے سامنے عملی طور پر یا لفظی اور زبانی طور پر خضوع کرے تو یہ اس کی عبادت سمجھی جائے گی۔ ورنہ نہیں۔ کیونکہ قرآن جب بھی خدا کی عبادت کا حکم دیتا ہے تو فوراً یہی دلیل دیتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے کہ:-

قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ" - ہود- ۶۱

ترجمہ:- (ان کے نبی نے ان سے کہا کہ) اے میری قوم خدا ہی کی

عبادت کرو تمہارا اس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی کو خدا مان کر اس کے سامنے خضوع و خشوع کرنا عبادت ہے۔

دوسرے اگر کوئی شخص کسی کو رب مان کر یعنی اس عقیدہ کے ساتھ کہ کائنات کا ادارہ کرنا اور تدبیر کرنا اس کے سپرد کر دیا گیا ہے اس کے سامنے عملی طور سے یا لفظی و زبانی طور پر خضوع و خشوع کرے تو یہ بھی عبادت ہے جس پر حسب ذیل آیات قرآن گواہ ہیں۔

نمبر 1: "وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ" (مائدہ: ۷۲)

ترجمہ:- مسیح نے کہا اے بنی اسرائیل خدا ہی کی عبادت کرو کیونکہ وہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

نمبر 2: "إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ" (آل عمران: ۵۱)

ترجمہ:- بیشک خدا ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی کے سامنے اس عقیدے کے ساتھ کہ وہ رب ہے۔ خضوع و خشوع کرنا عبادت کہلائے گا۔ چنانچہ حجۃ الاسلام آیت اللہ ابو القاسم خوئی نے اپنی تفسیر "البیان" میں لفظ عبادت کی تفسیر اس طرح فرمائی ہے۔

"العبادة انما يتحقق بالخضوع لشئی علی انه رب یعبد"

(البیان ص ۴۷۰ سطر ۲۰ طبع ۱۹۷۴ء)

ترجمہ:- کسی کے سامنے یہ سمجھتے ہوئے اور یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ وہ رب ہے خضوع و خشوع کرے تو یہ عبادت کہلائے گی۔ اور مذکورہ آیات اس تعریف کی واضح دلیل ہیں۔

تیسرے اگر کوئی شخص کسی کو خدا کے کاموں کا مبداء اور مصدر مان کر اور اس عقیدے کے ساتھ کہ خلق و رزق اور موت و حیات جیسے خدائی کام اس کے سپرد ہیں اور اس کو تفویض کر دیئے گئے ہیں اس کے سامنے عملی طور سے یا لفظی و زبانی طور پر خضوع و خشوع کرے تو یہ بھی اس کی عبادت کہلائے گی قرآن میں آیا ہے کہ:-

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ" (بقرہ: ۱۶۵)

ترجمہ:- لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اوروں کو خدا کے برابر بنا لیا ہے یا اس کے لئے مثل اور شریک قرار دے لئے ہیں وہ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ خدا سے محبت ہو۔

بہرحال اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ خدا کے سوا کسی کی بھی عبادت جائز نہیں ہے۔ اور مذکورہ صورتوں میں سے ہر صورت شرک عبادت ہے۔

اور تفویض استقلالی اور غیر استقلالی کی بحث وہاں قابل اعتبار ہے جہاں پر نص صریح کے ذریعہ خدا کے اذن سے کسی کا کسی کام پر مامور ہونا ثابت ہو۔ مثلاً نص صریح کے ذریعہ یہ ثابت ہے کہ ملک الموت اذن خدا سے قبض ارواح پر مامور ہے۔ لہذا یہ تفویض غیر استقلالی کہلائے گی۔ مگر تفویض غیر استقلالی کی صورت میں بھی۔ نہ تو کسی کی درخواست پر اپنے آپ موت کو ٹال سکتا ہے۔ اور نہ ہی خدا کے حکم کے بغیر کسی کے دنیا سے تنگ آنے پر یہ کہنے سے کہ میری تو موت ہی آ جائے تو اچھا ہے۔ اس کی روح کو قبض کر سکتا ہے۔ بلکہ تفویض غیر استقلالی کے عقیدہ کے باوجود ملک الموت سے موت کے ٹالنے کی التجا کرنا یا وقت سے پہلے ہی اپنی روح کے قبض کر لینے کی درخواست کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ اس شخص کا عقیدہ فی الحقیقت ملک الموت کے بارے میں تفویض غیر استقلالی کا نہیں ہے بلکہ

مستقل طور پر اس اختیار کے تفویض کر دیئے جانے کا عقیدہ رکھتا ہے۔ یہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ ملک الموت اس کے کہنے سے موت دے دے گا یا اس کی درخواست پر موت کو ٹال دے گا۔ یہ صورت نص صریح کے ساتھ تفویض غیر استقلالی کے لئے ہے۔ لیکن قیاسی طور پر اپنے خود ساختہ فلسفہ کی بنیاد پر کسی کے لئے خدائی کاموں کی تفویض کا عقیدہ رکھنا اور اسے تفویض غیر استقلالی کا نام دینا تو قطعی غلط ہے اور باطل ہے۔

عدل باری تعالیٰ کا بیان

آیت اللہ آقائے ابو القاسم خوئی اپنی توضیح المسائل کے شروع میں اصول دین کا مختصر بیان کرتے ہوئے عدل باری تعالیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

باری تعالیٰ عز اسمہ ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہے۔ اس لئے کہ ظلم و جور جو کہ ایک مذموم فعل ہے اس کے شایان شان نہیں ہے۔ چنانچہ جس بات کا امکان نہ ہو اس کے بجالانے کا حکم نہیں دیتا۔ جس کا کرنا ضروری ہو اسے ترک نہیں کرتا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

نمبر1: "لَا يُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا" (البقرہ: ۲۳۳)

یعنی کسی شخص کو اتنی ہی زحمت دی جاتی ہے جتنی وہ برداشت کر سکتا ہے۔

نمبر2: وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ" (حم السجدہ: ۴۶)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی بندے پر ظلم نہیں کرتا۔

اس بات کی دلیل کہ اللہ تعالیٰ سے فعل قبیح سرزد نہیں ہوتا یہ ہے کہ وہ ہر کام اور ہر چیز کے حسن و قبح اور بھلائی اور برائی سے واقف ہے بلکہ حسن و قبیح کا صدور جسے دوسرے لفظوں میں ظلم سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کی ذات سے محال ہے۔ کیونکہ جو برائی سے باخبر ہے وہ یا تو اپنی حاجت اور

ضرورت پوری کرنے کے لئے برائی کرے گا۔ یا تشفی خاطر اور لذت کے لئے۔ یہ بات صفات سلبیہ میں بیان کی جا چکی ہے کہ باری تعالیٰ کسی امر کی احتیاج نہیں رکھتا۔ نیز تشفی اور لذت کے ایسے عوارض سے بھی بالاتر ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ برائی اور ظلم کا ارتکاب اس کی ذات سے ممکن نہیں اور اسی کا نام عدل ہے۔

عدل باری تعالیٰ کے منکرین نے مسئلہ جبر و اختیار کا سہارا لیکر خالق کائنات کی عدالت پر حرف گیری کی۔ اور کہتے ہیں کہ انسان اپنے افعال میں (ان کے نزدیک) فاعل مجبور ہے۔ اور وہ وہی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ (نعوذ باللہ) چاہتا ہے۔ بنا بریں اسے برے افعال کی سزا ملنا عدل کے منافی ہے لہٰذا (بقول ان کے) باری تعالیٰ (خاکم بدہن) عادل نہیں ہے۔

ہم سابقہ اوراق میں توحید صفات کے بیان میں صفات ثبوتیہ کے ضمن میں یہ لکھ آئے ہیں کہ جملہ صفات کمالیہ خداوند تعالیٰ میں موجود ہیں اور وہ سب کی سب اس کی عین ذات ہیں اور علمائے شیعہ نے خدا کے لئے صرف مذکورہ آٹھ صفات کو خاص طور پر اس لئے بیان کیا ہے کیونکہ بعض لوگوں نے خدا کے لئے یا تو ان صفات کا انکار کیا ہے یا دوسروں کو بھی ان صفات میں شریک کر دیا ہے۔

عدل باری تعالیٰ بھی صفات کمالیہ میں سے ہے اور یہ بھی اس کی عین ذات ہے۔ مگر چونکہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے عقیدہ جبر کے ماتحت خدا کے عادل ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ اور ان کا جمعہ کا خطبہ پورا ہی نہیں ہوتا جب تک کہ وہ خیرہ و شیرہ من اللہ تعالیٰ کا اعلان نہ کریں۔ یعنی اچھائی بھی وہی کراتا ہے اور برائی بھی وہی کراتا ہے۔ لہٰذا ہم نے عدل کو خاص طور پر ایک علیحدہ صفت کے طور پر اپنایا ہے اور اپنے عقیدہ کا جز بنایا ہے۔ اور اس کو اصول ایمان قرار دے کر شیعہ اثناء عشری ہونے کے لئے اس کا اعتقاد ضروری قرار دیا ہے۔

نبوت کا بیان

شیخ مفیدؒ کے نزدیک نبی کی تعریف

شیخ بزرگوار محمد ابن محمد بن النعمان ملقب بہ مفید اعلیٰ اللہ مقامہ نے ایک کتاب "النکت الاعتقادیہ" کے نام سے تالیف فرمائی ہے جس میں اصول دین و ایمان مختصر اور انتہائی جامع الفاظ میں تحریر فرمائے ہیں۔ اور اس کتاب کی شرح علامہ شہیر سید ہبۃ الدین شہرستانی نے لکھی ہے۔ اور علامہ شہرستانی کے زمانہ میں نوجوانان اسلامی کے حفظ عقائد کے لئے اس کتاب کا تمام حوزہ ہائے علمیہ عراق میں درس و تدریس کا عام رواج تھا۔ شیخ مفید نے یہ کتاب اِنْ قُلْتَ و قُلتُ کے انداز میں لکھی تھی مگر علامہ شہر ستانی نے اپنی شرح میں عوام کی سہولت کے لئے اِن قلت و قلت کی بجائے سوال و جواب کی صورت میں تحریر فرمائی۔ اور علامہ غلام حسین تبریزی نے اس کا فارسی میں ترجمہ سوال و جواب کی صورت میں کیا۔ ہم اس فارسی ترجمہ سے فصل سوم در نبوت کا اردو ترجمہ کر کے سوال و جواب ہی کی صورت میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ شیخ مفید اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے ہیں:۔

سوال: نبی اور رسول کی حد اور ان کی تعریف کیا ہے؟

جواب: نبی وہ انسان ہے جو کسی بشر کے واسطہ کے بغیر خبر دے۔ چاہے وہ خدا کی طرف سے اس کے احکام کی تبلیغ پر مامور ہو یا نہ ہو۔ اور رسول

وہ انسان ہے جو کسی بشر کے واسطہ کے بغیر خبر دے اور وہ خدا کی طرف سے اس کے اوامر و نواہی کی تبلیغ کرنے پر مامور ہو۔

سوال: اس امت کو نبی کون ہے؟

جواب: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سوال: ہمارے پاس ان کی نبوت کی کیا دلیل ہے؟

جواب: ان کی نبوت کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے دعوائے نبوت کیا اور ان کے دعوے کے مطابق معجزات ظاہر ہوئے۔

سوال: معجزے کی حد اور تعریف کیا ہے؟

جواب: معجزے کی حد یہ ہے کہ:۔

اول یہ کہ وہ ایک خارق عادت بات ہونا چاہیے۔

دوسرے یہ کہ وہ اس کے دعوے کے مطابق ہو۔

تیسرے یہ کہ وہ مقرون تحدّی ہو جو دال کی تشدید کے ساتھ ہے اور جس کے معنی اپنے دعوے میں غلبہ کا حامل ہونا ہے۔

چوتھے یہ کہ وہ ایسا ہو کہ ساری مخلوق سے اس کی مثل کا لانا ممکن نہ ہو۔

سوال: آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوائے نبوت کیا ہے اور معجزات دکھائے ہیں؟

جواب: یہ بات ہمیں تواتر سے ملی ہے اس لئے کہ اس بات میں کسی کو بھی شک نہیں ہے کہ ایک شخص نے جس کا نام محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ مکہ میں ظہور کیا اور اس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے۔ رہے معجزات تو ان کے ہاتھ سے اتنے معجزات ظاہر ہوئے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں نے ایک ہزار معجزے آپ کے نقل کئے ہیں ان میں سے ایک قرآن ہے۔

سوال: ہمارے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے کہ جو بھی دعوائے نبوت کرے اور اس سے معجزات ظاہر ہوں وہ نبی ہے؟

جواب: یہ مقدمہ بدیہی ہے۔ اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے، لیکن ہم غافل لوگوں کی بیداری کے لئے اس کا بیان کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ معجزہ کار خدا ہے اور یہ نبی کی تصدیق کا قائم مقام ہوتا ہے۔ اور جس کی خدا تصدیق کر دے وہ سچا ہے۔ کیونکہ یہ بات محال ہے کہ خداوند تعالیٰ جھوٹے کی تصدیق کرے۔

سوال: کیا وہ نبی جس کی تم تصدیق کرتے ہو معصوم ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: معصوم ہوتا ہے وہ اول عمر سے آخر عمر تک سہو و نسیان اور گناہاں صغیرہ و کبیرہ سے پاک ہوتا ہے، چہ از روئے عمل، چہ از روئے سہو۔

سوال: عصمت کی حد اور اس کی تعریف کیا ہے؟

جواب: عصمت مکلف کے لئے ایک لطف خدائی ہے جو معصیت اور ترک طاعت میں مانع ہوتی ہے۔ در آنحالیکہ اسے ان دونوں پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ (اور اس کی تشریح میں حاشیہ میں یہ لکھا ہے کہ عصمت یہ نہیں ہے کہ برگزیدہ خدا معصیت کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔ یا ملائیکہ کی طرح اسے معصیت کی طرف میل ہی نہیں ہوتا۔ یا وہ قوتیں جن کی وجہ سے معصیت صادر ہوتی ہے، وہ اس میں نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اگر یہ بات ہو تو دوسرے جو اپنے اختیار سے معاصی سے اجتناب کرتے ہیں، وہ اس سے افضل ہوں گے۔ بلکہ ان مقربان بارگاہ جلال کی کمال معرفت کی وجہ سے معصیت اور ترک طاعت کے مفاسد ان کے سامنے بالکل عیاں ہوتے ہیں اور ان کی نظروں میں بالکل محسوس صورت میں ہوتے ہیں، لہٰذا ان سے کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوتی)۔

سوال: ہمارے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے کہ نبی اول عمر سے آخر

عمر تک معصوم ہوتا ہے؟

جواب: اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اس سے سہو و نسیان صادر ہو تو اس کی دی ہوئی خبروں سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اور اگر اس سے خطا اور معصیت صادر ہو تو عقلیں اس کی پیروی کرنے سے نفرت کریں گی اور ان کے مبعوث کرنے کا جو مقصد ہے وہ فوت ہو جائے گا۔

(علامہ عبد الدین اس کے حاشیہ میں تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بعض ایسی آیات اور شاذ و نادر اخبار میں جن انبیاء اور ہمارے نبی (علیہ و آلہ و علیہم السلام) کی طرف خطا کی جو نسبت ہے مصنف علیہ الرحمہ کے شاگرد شریف رضی نے اپنی کتاب تنزیہ الانبیاء میں اس کا جواب دیا ہے)۔

سوال: کیا آپ کو پیغمبر اکرم ﷺ کے دین سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں یا نہیں؟

جواب: ہاں ہمیں ان کے دین سے یہ بات معلوم ہے۔

سوال: آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟

جواب: اس کی دلیل قرآن و حدیث دونوں میں موجود ہے۔ قرآن میں تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:-

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" اور حدیث میں پیغمبر ﷺ نے حضرت علی کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

"انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لا نبی بعدی"

علامہ حلی کے نزدیک نبی کی تعریف

علامہ حلی باب حادی عشر میں فرماتے ہیں کہ:-

"نبی وہ انسان ہے جو باری تعالیٰ کی طرف سے بلا واسطہ انسان خبر پہنچانے والا ہو۔"

فاضل مقداد اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:-

"مصنف علیہ الرحمہ مباحث عدل باری تعالیٰ سے فارغ ہوئے تو مباحث نبوت کو شروع کیا اس لئے کہ نبوت عدل باری تعالیٰ پر متفرع ہے۔ نبی کی تعریف مصنف علیہ الرحمہ نے ان الفاظ میں فرمائی کہ نبی اس انسان کو کہتے ہیں جو بلا واسطہ بشر اللہ کی جانب سے خبر پہنچانے والا ہو۔ انسان کی قید سے فرشتے کو تعریف سے خارج کیا ہے۔ فرشتہ بھی مخبر عن اللہ ہے لیکن اس کو نبی نہیں کہا جائے گا۔ من اللہ کی قید سے ان خبر دینے والوں کو تعریف سے خارج کیا ہے، جو اللہ کی جانب سے خبر دینے والے نہ ہوں۔ بلا واسطہ بشر کی قید سے امام و عالم تعریف نبوت سے خارج ہو گئے اس لئے کہ امام و عالم بھی اللہ کی جانب سے خبر دینے والے ہیں۔ لیکن بلا واسطہ بشر نہیں۔ بلکہ بواسطہ نبی اللہ کی جانب سے خبریں پہنچانے والے ہیں۔

علامہ حلی ہمارے رسول حضرت محمد ابن عبداللہ ابن عبدالمطلب ﷺ کی نبوت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ:-

"آپ نے معجزات کو ظاہر فرمایا۔ مثلاً قرآن مجید، و شق القمر، انگشت ہائے مبارک کے درمیان سے پانی کا جاری ہونا، خلق کثیر کا طعام قلیل سے سیر فرمانا۔ سنگ ریزوں کا آپ کے دست مبارک میں تسبیح کرنا وغیرہ۔ آپ کے معجزات کا احصا نہیں ہو سکتا۔ اظہار معجزات کے ساتھ ساتھ آپ نے دعوائے نبوت فرمایا۔ پس آپ دعوائے نبوت میں صادق ہیں۔ اگر دعوائے نبوت میں صادق نہ ہوں گے تو باری تعالیٰ کا بندوں کو فعل قبیح کی طرف دعوت دینا لازم آئے گا جو عقلاً محال ہے۔"

فاضل مقداد اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ:-

جناب رسالت ﷺ کی نبوت پر دلیل یہ ہے کہ: آپ نے دعوائے نبوت فرمایا اور معجزات کو ظاہر فرمایا۔ اور جو نبی ایسا کرے وہ نبی برحق ہے۔ لہٰذا آپ نبی برحق ہیں۔ اس استدلال میں تین امور کے بیان

کی ضرورت ہے۔ پہلا امر: آپ نے دعوائے نبوت فرمایا۔ دوسرا امر: معجزات کو ظاہر فرمایا۔ تیسرا امر: جو بھی ایسا کرے وہ نبی برحق ہے۔

پہلا امر:- یعنی آپ نے دعوائے نبوت فرمایا۔ آپ کا دعوائے نبوت فرمانا بالاجماع ثابت ہے کوئی ایک شخص بھی اس کا منکر نہیں ہے۔

دوسرا امر:- آپ نے معجزات کو ظاہر فرمایا۔

معجزہ کی تعریف :- "ھو الامر الخارق العادۃ المطابق للدعویٰ المقرون بالتحدّی المتعذر علی الخلق الاتیان بمثلہ"

معجزہ وہ امر ہے۔ جو خلاف عادت ہو۔ دعوے کے مطابق ہو۔ تحدّی سے ملا ہوا ہو، اور مخلوق پر اس کی مثل کا لانا دشوار ہو۔ تعریف معجزہ میں خارق عادت کی قید اس لئے ہے کہ اگر خارق عادت نہ ہو گا، مثلاً آفتاب کا مشرق سے نکلنا تو یہ معجزہ نہیں ہو سکتا۔ مطابق دعوے کی قید اس لئے ہے، کہ اگر دعوے کے مطابق نہ ہو گا تو نبی یا امام کے صدق پر دلالت نہ کرے گا۔ جیسا کہ مسلیمہ کذاب کے واقعہ میں ہوا۔ خلق پر اس کے مثل کا لانا دشوار ہو۔ یہ قید اس لئے ہے کہ اگر وہ امر کثیر الوقوع ہو، اور ہر شخص اس کو حاصل ہو تو آپ بھی نبی کی نبوت پر دلالت نہ کرے گا۔

تیسرا امر: جو شخص دعوائے نبوت کرے، اور معجزات کو ظاہر کرے وہ نبی برحق ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ اگر دعوائے نبوت میں صادق نہ ہو گا تو کاذب ہو گا۔ اور کاذب ہونا باطل ہے، کیونکہ کذب کی صورت میں لازم آتا ہے کہ باری تعالیٰ بندوں کو کاذب کے اتباع پر آمادہ کرے، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں پر معجزہ کو ظاہر فرمایا ہے یا معجزہ ظاہر کرنے کا اس کو حکم دیا ہے۔ اور کاذب کے اتباع پر بندوں کو آمادہ کرنا عقلاً قبیح ہے جو حکیم کا فعل نہیں ہو سکتا۔

آیت اللہ ابو القاسم خوئی کے نزدیک نبوت کی تعریف

مرجع عالیقدر شیعان جہاں آیت اللہ ابو القاسم خوئی اپنی توضیح المسائل کے آغاز میں نہایت اختصار کے ساتھ نبوت کے بیان میں فرماتے ہیں۔

"نبی یا رسول وہ انسان ہے جسے خدائے تعالیٰ اس غرض سے منتخب (یا نامزد) کرتا ہے کہ وہ بندوں کو ان باتوں کی خبر دے جس کا اسے (نبی کو) بغیر واسطہ بشر جبرئیل علیہ السلام (ملک) کے ذریعہ سے حکم دیا گیا ہے۔

پھر نبی کی تعریف اور نبی کی صفات کمالیہ اور عصمت کا بیان کرنے کے بعد شواہد نبوت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:۔

معجزات اور شواہد نبوت

انبیاء کرام کی نبوت جن باتوں سے ثابت ہوتی ہے ان میں سے ایک معجزہ بھی ہے۔ معجزہ اس خلاف عادت فعل کا نام ہے جو انسان کے قبضہ قدرت میں نہ ہو۔ اور سحر' نظر بندی اور شعبدہ بازی وغیرہ سے طاقت بشری اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ یہ تائید ایزدی سے اس وقت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ جب کوئی نبی نبوت کا دعوے کرے' اور لوگ اس کے دعوے کو مسترد کر دیں۔

اس مقام پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ خلاف عادت فعل اولیاء اللہ اور آئمہ علیہم السلام کے دست مبارک سے بھی ظہور پذیر ہوتا ہے' مگر اسے کرامت کہتے ہیں۔ اور معجزہ دعوائے نبوت سے مشروط ہے۔ نیز یہ کہ نبی اظہار معجزہ کے وقت نوع بشر کو چیلنج کرتا ہے' کہ جس میں طاقت ہو وہ آئے اور اس فعل کو جھٹلائے۔

انبیائے سلف میں چند نبیوں کے معجزے عالمگیر اور ہمہ گیر شہرت رکھتے ہیں۔ جنہیں آج کی مادہ پسند قومیں بھی تسلیم کرتی ہیں مثلاً طوفان عظیم میں نوح کی کشتی کا کنارے لگنا' حضرت ابراہیم کے لئے نمرود کی جلائی ہوئی آگ

کا گلزار بن جانا' حضرت موسیٰ کے عصا کا اژدہا بننا اور جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل جانا اور حضرت عیسیٰؑ کا مادر زاد اندھوں اور جذامیوں کو شفا دینا اور مُردوں کو زندہ کرنا۔

اسی طرح ہمارے نبی کریم حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بیسیوں معجزات دکھائے جنہیں دیکھ کر بہت سے اہل توفیق آپ کی نبوت پر ایمان لائے۔

توضیح مزید از مؤلف بر حق:۔

اگر کوئی تحقیق کرنے والا کاملاً غیر جانبداری کے ساتھ تحقیق کرے گا تو اسے معلوم ہو گا کہ قرآن کریم اور احادیث معصومین میں کامل قاطعیت کے ساتھ یہ کہا گیا ہے' کہ نبی انسان ہوتا ہے۔ اور بارہویں امام کی غیبت کبریٰ سے لے کر شیخ احمد احسائی سے پہلے کے تمام بزرگ ترین علمائے شیعہ نبی کے اصلی و حقیقی انسان ہونے کا عقیدہ بیان کرتے آئے ہیں' جو خدا کی طرف سے بلا واسطہ بشر بذریعہ وحی خبر دیتا تھا۔ اور خدا اس کے ہاتھ سے معجزہ دکھاتا تھا۔ اور وہ معجزہ خدا کا فعل ہوتا تھا۔ جو خدا کی طرف سے اس کی نبوت کی تصدیق کے لئے ہوتا تھا۔ اور وہ اپنے زمانہ کا اکمل ترین و اشرف ترین و افضل ترین انسان ہوتا تھا' اور معصوم ہوتا تھا۔ لیکن تیرہویں صدی ہجری میں ایک شخص شیخ احمد احسائی کے نام سے ایران و عراق میں داخل ہوا۔ اور اس نے مفوضہ کے عقائد کو فلسفہ یونان کے سانچہ میں ڈھال کر سب سے پہلے ۱۲۲۹ھ میں ایک کتاب "فوائد" کے نام سے لکھی اور پھر ۱۲۳۰ھ میں ایک کتاب "شرح زیارت" کے نام سے لکھی' جس میں بزرگ شیعہ عالم' علامہ مجلسی کی ہر لفظ کی شرح سے اختلاف کرتے ہوئے' مفوضہ کے عقائد اور اپنے فلسفہ کے معجون مرکب کے مطابق شرح لکھی' اور جملہ عقائد اسلام اور تمام عقائد دین و ایمان میں تحریف کر کے سب کو بدل کر رکھ دیا' جس پر اس کے زمانے میں ہی ایران کے بزرگ شیعہ علماء نے بھی اور عراق میں کربلائے معلیٰ اور نجف اشرف کے

بزرگ ترین شیعہ علمائے اعلام، و مجتہدین کرام، و مراجع عظام نے بھی اسے کافر قرار دیا، اور اس کے عقائد کی پیروی کرنے والوں کو مذہب شیخیہ سے تعبیر کرنے کا حال، ہماری کتاب "ایک پر اسرار جاسوسی کردار" میں اور "شیخیت کیا ہے اور شیخی کون" میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اور پاکستان میں اس مذہب کے عقائد پھیلنے کا سبب یہ ہوا کہ جنگ عظیم دوم کے موقع پر 1945ء میں ہندوستان سے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری انگریزوں کے جاسوس کی حیثیت سے عراق لے جائے گئے۔ جہاں پر سربراہ مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی الحائری الاحقاقی انگریزوں کی طرف سے یہی خدمات انجام دے رہے تھے۔ چنانچہ عراق میں سربراہ مذہب شیخیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کے ساتھ رہتے ہوئے انہوں نے مذہب شیخیہ اختیار کر لیا۔ اور ہندوستان آتے ہوئے وہ مذہب شیخیہ کے بانی شیخ احمد احسائی کی کتاب شرح زیارت اور سربراہ مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کی کتاب احقاق الحق اپنے ہمراہ لے کر آئے اور پاکستان بننے کے بعد انہوں نے پاکستان آ کر مجالس میں مذہب شیخیہ کی مذکورہ کتابوں یعنی شرح زیارت اور احقاق الحق سے مذہب شیخیہ کے عقائد و افکار کی فضائل محمد و آل محمد علیہم السلام کے نام سے، تبلیغ شروع کر دی۔ اس بات کے ثبوت کے لئے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کے خطوط کے عکس اس کتاب کے مقدمے میں غور سے مطالعہ کریں۔ اور پھر بھی کوئی نہ سنبھلے تو اس کی قسمت۔

مولانا محمد بشیر انصاری کے غلو سے پر بیانات پر داد ملتی دیکھ کر رفتہ رفتہ ان کے طرف داروں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اور مجلس خوان مقررین میں سے کئی ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور ان حضرات نے یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ نظریات جو وہ پھیلا رہے ہیں کسی کو نئے انوکھے اور اجنبی محسوس نہ ہوں، خود کو محققین علماء کہنا شروع کر دیا۔ لیکن اس حقیر نے خود ان کی قلم سے یہ

اقبال کرا دیا کہ وہ مذہب شیخیہ کی کتابوں شرح زیارت اور احقاق الحق سے ہی مذہب شیخیہ کے عقائد و افکار کی تبلیغ کرتے رہے ہیں، اور پاکستان کے بے خبر سادہ لوح شیعہ عوام کو اپنے آپ کو محققین علماء کہہ کر دھوکہ دیتے رہے ہیں۔

انہوں نے عقائد شیخیہ میں سے اس عقیدہ کی تشہیر کے لئے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام انسان نہیں ہیں بلکہ ان کی نوع جدا ہے سادہ لوح عوام کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انسان کو ایک انتہائی ذلیل مخلوق کے طور پر روشناس کرانا شروع کر دیا، کبھی اس کی پیدائش پر طعن کرتے، کبھی اس کی عادات پر طنز کرتے اور ان کا انسان ہونا ان کی طہارت و پاکیزگی کے خلاف قرار دیتے، اور اس طرح انہوں نے پاکستان کے بہت سے بے خبر اور سادہ لوح شیعہ عوام کو ضلالت و گمراہی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ حالانکہ انسان اشرف المخلوقات ہے، اور اس سے بڑھ کر اور کوئی مخلوق اشرف و اکمل و افضل نہیں ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے انسان کو اپنی ایک عظیم مخلوق کی حیثیت سے روشناس کرایا ہے۔

عظمت انسان کا بیان

انسان خدا کی کوئی ایسی مخلوق نہیں ہے جو فی نفسہٖ و بذاتہٖ کوئی ذلیل قسم کی مخلوق ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان خدا کی ساری مخلوقات میں سے سب سے اکمل، سب سے اشرف، اور سب سے افضل مخلوق ہے۔

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

"وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا" (بنی اسرائیل: ۷۰)

ترجمہ:- "اور یقیناً ہم نے اولاد آدم کو عزت والا بنایا ہے۔ اور خشکی

اور تری میں اس کو سوار ہونے کے لئے سواریاں عطا کی ہیں' اور پاک صاف اور اچھی اچھی چیزوں سے اس کو روزی دی ہے' اور اپنی ساری مخلوق پر اس کو ایسی فضیلت دی ہے جیسا کہ فضیلت دینے کا حق ہے۔"

انسان خدا کی وہ مخلوق ہے جس کو خلق کرنے کے بعد اس نے خود اپنے آپ پر فخر کیا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔

"فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" ۔ "المومنون - ۱۴"

یعنی مبارک ہو مجھے' مبارک ہو مجھے۔ کیا کہنے ہیں میرے۔ میں نے کتنی اچھی اور کتنی بہترین مخلوق کو پیدا کیا ہے۔

یہ انسان خداوند تعالیٰ کی اتنی عظیم مخلوق ہے کہ وہ خود انسان سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ:۔

"هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا" (البقرہ: ۲۹)

یعنی اے انسان زمین میں جو کچھ ہے، وہ سب کا سب میں نے تیرے ہی لئے اور تیری ہی خاطر پیدا کیا ہے۔

ایک اور مقام پر کہتا ہے:۔

"وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا" (ہود: ۷)

ترجمہ:۔ اور وہی تو ہے کہ جس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ دن (یا چھ ادوار اور مرحلوں) میں پیدا کیا' اور اس کا عرش (پہلے) پانی پر تھا تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں سے کون سب سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔

گویا اس وقت جب نہ آسمان تھا نہ زمین تھی نہ چاند تھا نہ سورج تھا نہ ستارے تھے ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ اور صرف پانی کے اوپر ہی اس کی حکومت اور فرمانروائی تھی۔ اس وقت اس نے چاہا کہ انسان کو پیدا کرے جو صاحب عقل و شعور ہو۔ جو صاحب ارادہ و اختیار ہو۔ اور اس کی مخلوق میں سب سے افضل ہو اور سب سے اشرف ہو۔ لہٰذا اس کے پیدا کرنے

سے پہلے اس کے راحت و آرام کی خاطر اور اس کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ساری کائنات کو پیدا کیا تاکہ یہ دیکھے کہ انسانوں میں سے سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔

بنا بریں اس سے زیادہ قدر و منزلت اور اس سے بڑھ کر فضل و شرف اور کیا ہو گا کہ خداوند تعالیٰ نے انسان کو ہدف خلقت۔ غرض آفرینش اور علت غائی کائنات کہا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ انسان جسے خدا نے عقل و شعور اور ارادہ و اختیار کا مالک بنا کر یہ دیکھنے کے لئے خلق کیا ہے۔ کہ ان میں سے سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔ خود ہی خود کو سعادت و خوش بختی' اور کمال کی بلندیوں سے گرا کر پلیدی اور بدبختی کی پستیوں میں نہ پہنچا دے۔

قوس صعودی و نزولی انسان

انسان خداوند تعالیٰ کا وہ عظیم شاہکار ہے کہ اگر وہ سعادت و خوش بختی کی معراج کمال اور فضل و شرف کی بلندیوں تک پہنچنا چاہے تو وہ اپنے ایمان' یعنی صحیح عقیدے اور عمل صالح کے ذریعے' سعادت و خوش بختی کی معراج کمال' اور فضل و شرف کی بلندیوں تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ پلیدی اور بدبختی کی پستی میں گرنا چاہے' تو وہ ایمان سے انکار' اور اپنی بد اعمالیوں کے ذریعے' بدبختی کی انتہائی پستی میں بھی خود کو پہنچا سکتا ہے۔ اور اس بات کی طرف خداوند تعالیٰ نے سورہ "والتین" کی ایک آیت میں اشارہ کیا ہے ارشاد ہوا ہے کہ:۔

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" (والتین: ۴)

یعنی یقیناً ہم نے تو انسان کو متناسب اعضاء اور ایسی بہترین حالت میں پیدا کیا ہے کہ وہ ہر عمل انتہائی آسانی کے ساتھ بجا لا سکتا ہے۔ لیکن اس

کے باوجود جب وہ ایمان اور عمل صالح کی طرف رخ ہی نہیں کرتا تو وہ خود ہی پستیوں کی انتہائی گہرائیوں میں گرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن وہ انسان جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بجالاتا ہے۔ اور کوئی عمل صالح ترک ہی نہیں کرتا اور خود کو "احسن عمل" کی منزل پر پہنچا دیتا ہے تو وہ سعادت و خوش بختی کی معراج کمال، اور فضل و شرف کی بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے، اور یہی دیکھنے کے لئے اس نے انسان کے لئے ساری کائنات کو خلق فرمایا ہے کہ ان میں سے سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔ اور جب اس انسان کامل نے اپنے ایمان اور عمل صالح سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ ساری مخلوق میں سب سے احسن عمل کرنے والا ہے۔ تو خدا نے بھی اس انسان کامل سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرما دیا کہ "لو لاک لما خلقت الا فلاک" حدیث قدسی۔ یعنی اے پیغمبر اگر تمہیں پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں سارے جہان اور اس ساری کائنات کو خلق ہی نہ کرتا۔

گویا غرض خلقت کائنات انسان ہے، جو ساری مخلوق سے اشرف و اکمل و افضل ہے۔ اور انسانوں میں سے اکمل ترین و اشرف ترین و افضل ترین ہستی، جس نے خود کو سعادت و خوش بختی کی معراج کمال اور اپنے ایمان اور عمل صالح کے ذریعہ فضل و شرف کی بلندیوں پر پہنچایا، اور "اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً" کا خود کو مصداق ٹھہرایا، وہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی ذوات مقدسہ ہیں۔

اور جس نے ایمان کا انکار کر کے، اور عمل صالح سے منہ موڑ کر بدبختی کی انتہائی پستی میں خود ہی خود کو گرا دیا، اس کی مثال بھی قرآن میں موجود ہے۔ خداوند تعالیٰ بلعم باعور کے قصہ میں فرماتا ہے:۔

"وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ

عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ" (الاعراف: ۱۷۵، ۱۷۶)

ترجمہ:۔ "اور ان کو اس شخص کی خبر سنا دو، جس کو ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں۔ پھر وہ ان سے الگ ہو گیا، اور انہیں چھوڑ بیٹھا تو شیطان اس کے پیچھے آ لگا، پس وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے ذریعہ سے اس کو بلند مرتبہ دیتے، لیکن وہ تو خود ہی زمین کی پستی کی طرف جھک پڑا، اور اپنی خواہش نفسانی کا پیرو ہو گیا۔ پس اس کی مثل کتے کی سی مثل ہو گئی، کہ اگر تم اس پر حملہ کرو، اور اسے دھتکارو، تو بھی وہ زبان نکالے۔ اور اگر اسے چھوڑ دو، تو بھی زبان نکالے۔ یہ ان لوگوں کی سی مثل ہوئی، جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے ہیں۔ پس تم یہ قصے بیان کرتے رہو، تا کہ وہ غور و فکر کریں۔"

پس جس انسان نے خود کو "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ" کا اہل ثابت کیا وہ انسان تو لولاک لما خلقت الافلاک کا مصداق ٹھہرا اور جس انسان نے خود کو "ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ" کی منزل میں خود ہی پہنچا دیا وہ "فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ" کا مصداق ہو گیا۔

بہرحال یہ بات دعوے کے ساتھ کہی جا سکتی ہے، کہ تیرہویں صدی ہجری تک کسی شیعہ عالم اور کسی مجتہد نے نبی کے انسان حقیقی ہونے سے انکار نہیں کیا تھا، اور سب نے نبی کی تعریف میں یہی کہا ہے کہ: "نبی وہ انسان ہے جو بلا واسطہ بشر خدا کی طرف سے خبر دے" لیکن تیرہویں صدی ہجری میں شیخ احمد احسائی کے مذہب کے رواج کے بعد مذہب شیخیہ کے پیرو یہ کہنے لگے کہ نبی و امام انسان نہیں ہوتے بلکہ ان کی نوع علیحدہ ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد اسماعیل نے اپنے رسالہ تنبیہہ المومنین میں بیان کیا ہے اور مولانا محمد بشیر انصاری نے حقائق الوسائط میں تحریر فرمایا ہے اور ان کی شیخ احمد احسائی سے عقیدت اور مذہب شیخیہ پر ایمان اور ان کی کتابوں شرح

زیارت اور احقاق الحق سے عقائد و نظریات کے بیان کرنے کا ثبوت' ان کے خطوط کے عکسوں میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے' جو ہم نے اس کتاب کے مقدمہ میں پیش کر دیئے ہیں۔

ہم نے نوع نبی و امام کے مسئلہ پر ایک علیحدہ کتاب نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نوع نبی و امام کے نام سے لکھی ہے جس میں اس مسئلہ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور جداگانہ نوع کے مسئلہ کی پوری تفصیل اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بھی بیان کی جائے گی۔

نوع نبی و امام کے علاوہ نبوت کے بارے میں شیخ احمد احسائی نے جس بات سے انحراف کیا ہے وہ معجزہ کی اصطلاح ہے۔

چنانچہ یہ بات بھی دعوے کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ تیرہویں صدی ہجری تک' شیخ احمد احسائی کے مذہب شیخیہ کے رواج پانے سے پہلے' کوئی شیعہ عالم اور مجتہد ولایت تکوینی کی اصطلاح سے آشنا نہیں تھا۔ اور تیرہویں صدی ہجری تک' اس بات کو جسے خداوند تعالیٰ اپنے انبیاء کی تصدیق کے لئے ان کے ہاتھ پر ظاہر کیا کرتا تھا' معجزہ ہی کہا کرتے تھے' اور معجزہ کو خدا کا فعل کہتے تھے' اور دعوائے نبوت کے ساتھ معجزہ دکھانے کو اس کی نبوت کی صداقت کی ایک سند سمجھتے تھے' جو خدا کی طرف سے بطور اس کی تصدیق کے ہوتی تھی۔

لیکن رؤسائے مذہب شیخیہ نے معجزہ کی اصطلاح کو بدل کر اسے ولایت تکوینی کہنا شروع کر دیا۔ اگرچہ وہ اپنے فلسفہ کے علل اربعہ کی علت فاعلی محمد و آل محمد علیہم السلام کو قرار دینے کے بعد خدا کے لئے کسی اور فعل کے قائل ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے نزدیک ہر چیز کی علت فاعلی وہی ہیں جو کچھ کرتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ لیکن عوام کو دھوکہ دینے کے لئے انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو اس طور پر بیان کرتے ہیں کہ موسیٰ نے ایک سوکھی ہوئی لکڑی کو سانپ بنا لیا وغیرہ اس سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم

السلام امور تکوین میں تصرف کر سکتے ہیں اور ولایت تکوینی کے حامل ہوتے ہیں۔

ہم نے اس بات کو اپنی کتاب تبصرة المهموم میں "معجزہ یا ولایت تکوینی" کے عنوان کے تحت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ معجزہ کو ولایت تکوینی قرار دے کر رؤسائے مذہب شیخیہ اور شیخی مبلغین تو محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے خلق و رزق اور موت و حیات کی تفویض ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ خدا نے انہیں ولایت تکوینی عطا کی ہے لہٰذا یہی خلق کرتے ہیں۔ یہی رزق دیتے ہیں۔ یہی مارتے ہیں اور یہی زندہ کرتے ہیں۔ لیکن بعض شیعہ علماء نے بھی ان کی دیکھا دیکھی' بلکہ ایک طرح سے ان کے فریب میں آ کر' معجزے کے لئے ولایت تکوینی کی اصطلاح استعمال کرنی شروع کر دی۔ اگرچہ یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ان کی ولایت تکوینی سے مراد وہ نہیں ہے' جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب تبصرة المهموم میں ثابت کیا ہے۔ لیکن ان کے اس اصطلاح کو اپنانے کے بعد' بے خبر' کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے مبلغین شیخیہ کو ایک چیز ہاتھ آ گئی ہے۔ لہٰذا وہ انہیں دھوکہ دینے کے لئے کہتے ہیں کہ دیکھو فلاں آیت اللہ بھی ولایت تکوینی کے قائل ہیں۔ اور یہ لوگ سادہ لوح عوام کے سامنے ان شیعہ علماء کا حوالہ دے کر مطلب اپنا بیان کرتے ہیں۔ اس طرح ان شیعہ علماء کا مبلغین شیخیہ کی تبلیغات سے متاثر ہو کر معجزہ کی اصطلاح کی بجائے ولایت تکوینی کی اصطلاح کا اختیار کرنا حتماً و یقیناً اکثر بے خبر' کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کی گمراہی کا سبب بن گیا ہے۔

اب ہم نبوت کے بارے میں اتنے بیان پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور عقائد شیخیہ کے بارے میں اس کتاب کے تیسرے حصہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

امامت کا بیان

علامہ حلی بیان فرماتے ہیں:

"چھٹی فصل امامت کے بیان میں' اس میں چند مبحث ہیں۔ پہلا مبحث امامت کی تعریف اور اس کے واجب عقلی ہونے کے بیان میں۔

تعریف امامت: نبی ﷺ کی نیابت میں امور دینی و دنیاوی میں ریاست عامہ کا نام امامت ہے۔ امام کا معین فرمانا باری تعالیٰ پر عقلاً واجب ہے۔ کیونکہ ریاست لطف ہے' اور ہر لطف خدا پر واجب ہے' لہٰذا امام کا معین فرمانا خدا پر واجب ہے۔

امام کا لطف ہونا بدیہی ہے' اس لئے کہ لطف وہ ہے کہ جو بندے کو اطاعت سے قریب کرنے والا ہو' یہ بات ہر شخص جانتا ہے کہ جب بندوں کے لئے کوئی امام ہو گا جس کو ریاست عامہ حاصل ہو۔ ہادی ہو' بندے اس کی پیروی کرتے ہوں۔ مظلوم کی فریاد رسی کرتا ہو۔ ظالم کو ظلم سے روکتا ہو۔ تو بندے صلاح و طاعت سے قریب اور فساد اور معصیت سے بعید رہیں گے اسی کا نام لطف ہے۔

فاضل مقداد اس کی شرح میں فرماتے ہیں:-

"یہ مبحث یعنی امامت توابع نبوت اور فروع نبوت سے ہے اور دین و دنیا میں کسی شخص انسانی کی ریاست عامہ کا نام امامت ہے"۔

عامہ: تعریف میں بمنزلہ فصل ہے عامہ کی قید سے قاضی و نائب امام کی ریاست خارج ہو گئی۔ اس لئے کہ ان کی ریاستیں عامہ نہیں ہوتیں۔

امور دین و دنیا: کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ ریاست عامہ کی توضیح ہے۔ امامت جس طریقہ سے امور دین میں ہوتی ہے' اسی طریقہ سے امور دنیا میں ہوتی ہے۔

شخص انسانی: سے دو امروں کی طرف اشارہ ہے۔

پہلا امر: یہ کہ ہر شخص امام نہیں ہو سکتا بلکہ امام مخصوص شخص جو اللہ اور رسول کے نزدیک معین ہوتا ہے۔

دوسرا امر: یہ کہ ایک زمانہ میں ایک ہی شخص امام ہو سکتا ہے ایک زمانہ میں دو امام نہیں ہو سکتے۔

علامہ حلی نے امامت کے دوسرے مبحث میں امام کی عصمت کو بیان فرمایا ہے۔ تیسرے مبحث میں امام کے منصوص ہونے کو بیان کیا ہے' اور چوتھے مبحث میں امام کے افضل رعیت ہونے کو بیان فرمایا ہے۔

ہم نے امامت کے عقیدہ پر اپنی کتابوں "حکومت الٰہیہ" اور "دنیاوی حکومتیں" میں اور "خلافت قرآن کی نظر میں" میں تفصیلی بحث کی ہے لہٰذا مزید معلومات کے لئے ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔ لیکن امامت کے بارے میں مذہب شیعہ کے عقیدے کا بیان اس کتاب کے تیسرے حصہ میں آئے گا۔

معاد یا قیامت کا بیان

علامہ حلی فرماتے ہیں کہ:-

"وجوب معاد بدنی پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ اور معاد جسمانی اسلئے بھی ضروری ہے کہ اگر اجسام کو جزا و سزا کے لئے دوبارہ زندہ نہ کیا جائے گا تو تکلیف کا قبیح ہونا لازم آئے گا۔ اور معاد جسمانی اس لئے بھی ثابت ہے کہ اجسام کا زندگی کی طرف عود کرنا ممکن ہے اور صادق (جناب رسالتمآب ﷺ) نے اس کی خبر دی ہے۔ پس معاد جسمانی حق ہے۔ اور قرآن مجید کی آیات معاد جسمانی کے ثبوت اور منکرین معاد جسمانی کی تکذیب پر دلالت کرتی ہیں۔

فاضل مقداد اس کی شرح میں فرماتے ہیں:-

لفظ معاد مصدر عود کا ظرف زمان یا مکان (زمان عود یا جائے عود) یا

مصدر میمی (عود کرنا) ہے۔ اور یہاں معاد سے مراد اجسام کا وجود ثانی اور تفرق اجزائے اجسام کے بعد ان کا دوبارہ زندہ کرنا ہے' اور معاد جسمانی حق ہے' جس کا وقوع یقینی ہے۔

حکمائے یونان معاد جسمانی کے قائل نہیں ہیں' مگر اس کے حق ہونے پر چند دلیلیں ہیں۔ اس کے بعد شارح نے معاد جسمانی کے دلائل کا بیان کیا ہے۔

اور آیت اللہ شیخ محمد تقی کاشانی ہدایت الطالبین کے صفحہ ۳۶۵ پر لکھتے ہیں کہ از روئے شرع معاد سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو مرنے کے بعد۔ قیامت کے دن دوبارہ اسی بدن عنصری و اصلی کے ساتھ زندہ کرے گا۔ اور معاد جسمانی کے بارے میں جس طریقہ سے ہم نے بیان کیا ہے' تمام اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے' اور یہ ضروری دین اسلام ہے۔ اور اصول دین ہے۔ پس جو شخص اس طرح سے معاد جسمانی کے ہونے کا انکار کرے' وہ کافر ہے' اور واجب القتل ہے۔

اور علامہ مجلسی حق الیقین میں فرماتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ بروز قیامت اپنی مخلوق کے بوسیدہ اور بکھرے ہوئے اعضاء کو جمع کرے گا۔ اور اپنی قدرت کاملہ سے ان کو حیات عطا کرے گا۔ اور ارواح خلائق کو ان کے بدن میں لوٹائے گا۔ اور معاد جسمانی کا انکار کفر ہے' اور یہ قرآن مجید اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کے انکار کو مستلزم ہے۔

اور حجتہ الاسلام آیت اللہ فی الانام مرجع تقلید شیعان جہاں آقائے ابو القاسم الموسوی الخوئی فرماتے ہیں۔

معاد: "جسم پر موت طاری ہونے اور اس کے ذرات بکھر جانے کے بعد' دوبارہ اس کے اصلی صورت میں لائے جانے کا نام معاد ہے۔ اس کا مادہ عود ہے۔ جس کے معنی ہیں واپس ہونا لہذا جن لوگوں نے معاد کی تعریف

میں فنا ہونے اور دوبارہ وجود میں آنے کے الفاظ لکھے ہیں وہ معاد کی حقیقت نہیں سمجھ سکے۔

معاد کو قیامت اور عاقبت بھی کہتے ہیں (جس سے عقبیٰ بنا ہے) اس کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں انسان نے جیسے نیک یا بد افعال کئے ہیں انہیں اس سابق جسم کے ساتھ۔ جس نے ارتکاب فعل کیا ہے واپس لا کر اعمال کی جزا یا سزا دی جائے۔

مردوں کو زندہ کرنا خدائے قادر و توانا کے لئے کوئی مشکل کام نہیں ہے چنانچہ قرآن پاک میں اس نے خود ارشاد فرمایا ہے: "وضرب لنا مثلا ونسی خلقه قال من یحیی العظام وهی رمیم قل یحییها الذی انشاها اول مرة وهو بکل خلق علیم" (یٰسٓ: ۷۸'۷۹) "اور وہ ہماری نسبت باتیں بنانے لگا کہ جب یہ ہڈیاں گل سڑ کر خاک ہو جائیں گی تو پھر بھلا کون دوبارہ زندہ کر سکتا ہے۔ اے رسول کہہ دو کہ وہی خدا زندہ کر سکتا ہے جو پہلی بار تمہیں عدم سے وجود میں لایا تھا۔ وہ ہر قسم کی تخلیق سے واقف ہے" الخ

ہم نے مذکورہ بزرگ ترین علمائے شیعہ کا بیان اس لئے نقل کیا ہے تا کہ سب کو معلوم ہو جائے کہ تمام علمائے شیعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خداوند تعالیٰ انسان کو مرنے کے بعد ہمارے اسی جسم عنصری کو اس کے ذرات کے منتشر ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا اور یہ بات ضروری دین اسلام ہے اور ضروری دین اسلام کا منکر کافر ہے۔

البتہ حکماء یونان اپنے فلسفہ کے ماتحت جسم انسانی کے منتشر ہو جانے کے بعد اس کے دوبارہ زندہ کئے جانے کے منکر ہیں۔ جیسا کہ علامہ حلی نے تحریر فرمایا ہے۔ اور چونکہ شیخ احمد احسائی نے بھی فلسفہ یونان کو اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد بنایا ہے۔ لہذا اس نے بھی اپنی کتاب شرح زیارت میں انسان کے اس جسم عنصری کے ساتھ دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کیا ہے۔ لہذا

سب سے پہلے قزوین میں شیخ احمد احسائی پر معاد جسمانی کے انکار کی وجہ سے ہی کفر کا فتویٰ لگا تھا۔ اور اس کے ثبوت کے لئے ہماری کتاب "ایک پراسرار جاسوسی کردار" کا مطالعہ کریں۔ اور معاد کے بارے میں شیخ احمد احسائی کے نظریہ اور عقیدہ پر اس کتاب کے تیسرے حصہ میں روشنی ڈالی جائے گی۔

یہاں پر صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ شیخ احمد احسائی نے اپنے جدید فلسفہ کی رو سے تمام اسلامی عقائد و نظریات کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ یہاں تک کہ مفوضہ کے عقائد کو اپنے فلسفہ کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے ہر لفظ' ہر کلمہ اور ہر بات کو لغت' روزمرہ اور محاورہ سے ہٹ کر اپنی طرف سے نت نئے معنی پہنائے ہیں۔ اور مولانا محمد بشیر صاحب انصاری' اور مولانا محمد اسماعیل' اور ان کی پارٹی پاکستان میں اسی شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت' اور سربراہ و رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ الاسکوئی الحائری الاحقاقی کی کتاب احقاق الحق سے مذہب شیخیہ کے عقائد و نظریات' اور غالیانہ افکار کو بیان کرتے رہے ہیں۔ اور انہوں نے پاکستان کے بے خبر' کم علم' اور سادہ لوح شیعہ عوام کی اکثریت کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔

اور ان کے دھوکہ کھانے کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ان کے سامنے عمامہ و عبا میں ملبوس شیعہ علماء کے لباس میں مذہب شیخیہ کے عقائد و افکار کو شیعہ عقائد و افکار اور فضائل محمد و آل محمد علیہم السلام کے نام سے بیان کرتے تھے۔ مثلاً وہ سادہ لوح شیعہ عوام کے سامنے انسان کو ایک ذلیل اور کمینہ مخلوق ثابت کرتے اور پھر یہ کہتے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام انسان نہیں تھے۔ بلکہ ان کی نوع علیحدہ اور جداگانہ تھی وہ صرف انسان کی ہدایت کے لئے انسان کے لباس میں آئے تھے۔ ان کے نزدیک کائنات کی ہر نوع مکلف ہے اور وہ ہر نوع کے پاس اس نوع کا لباس پہن کر جاتے ہیں۔ جب انسانوں کے پاس ان کی ہدایت کے لئے آئے تو انسان کا لباس پہن لیا

اور جب حیوانوں میں سے کسی حیوان کی ہدایت کے لئے جاتے ہیں' تو اس حیوان کے لباس میں جا کر اس کی زبان میں اس کو ہدایت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ نظریہ جسے وہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی فضیلت کہتے ہیں' ان کی فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ یہ محمد و آل محمد علیہم السلام کی انتہائی ہتک' اور انتہائی توہین ہے۔ اور اس سے بڑھ کر آج تک کسی نے بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کی توہین نہیں کی ہو گی۔ اور اتنی خوبصورتی کے ساتھ کسی نے بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کو گالیاں نہیں دی ہوں گی۔ اور میں مجبور ہوں کہ میں اس کو مزید کھول کر بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شیخ احمد احسائی نے ہر چیز کو مکلف کہا ہے' اور ہر چیز کو ایک علیحدہ امت کہا ہے' اور اس نے ہر چیز کے لباس میں جانے' اور ہر چیز کی صورت میں تنزل کرنے کا عقیدہ پیش کیا ہے۔ اور میں یہ تحریر نہیں کر سکتا کہ ہر چیز کا اطلاق بلا استثناء کن کن چیزوں پر ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ وہ جب ان چیزوں کو ہدایت کرتے ہیں' تو ان کے لباس میں اور ان کی صورت میں جا کر ان کو ہدایت کرتے ہیں' اور جب انسانوں کو ہدایت کرنی ہو تو وہ انسانوں کے لباس میں اور انسانوں کی صورت میں آ جاتے ہیں' ورنہ وہ انسان نہیں ہیں' بلکہ ان کی نوع جدا ہے۔ یہ لوگ اتنی ہتک آمیز اور توہین انگیز بات کو محمد و آل محمد علیہم السلام کی فضیلت کہہ کر بیان کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو جو محمد و آل محمد علیہم السلام کو بنی نوع انسان کی اکمل ترین و اشرف ترین اور افضل ترین فرد کہتے ہیں ان کو یہ لوگ مقصر کہتے ہیں۔

لیکن ہر انصاف پسند قاری اور آنے والی نسلیں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گی' کہ پاکستان میں یہ بات ہمارے جہاد کا ایک حصہ ہے' کہ ہم نے "ایک پراسرار جاسوسی کردار" اور "شیخیت کیا ہے اور شیخی کون" اور نور محمد ﷺ اور نوع نبی امام لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ یہ ایک علیحدہ اور جداگانہ مذہب ہے۔ جس کا شیعہ مذہب اور شیعہ عقائد سے کوئی تعلق

نہیں ہے۔ اور مذہب شیخیہ کے مبلغ کاظم علی رسا کے خلاف مقدمہ کے ذریعہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کو جو عمامہ و عبا میں ملبوس شیعہ علماء کے لباس میں، مذہب شیخیہ کے عقائد و افکار و نظریات کو شیعہ عقائد اور محمد و آل محمد علیہم السلام کے فضائل کے نام سے بیان کر رہے تھے، بالکل ننگا کر دیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ محمد و آل محمد علیہم السلام تو (نعوذ باللہ) ہرگز ہرگز کسی حیوان یا کسی بھی چیز کے لباس میں نہیں جاتے تھے، البتہ مولانا محمد بشیر انصاری اور ان کی پارٹی کے تمام افراد مذہب شیخیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور عمامہ و عبا پہن کر شیعہ علماء کے بھیس میں بے خبر، کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو دھوکہ دے رہے ہیں، اور خود ان کے قلم سے تحریری طور پر یہ اقبال کرا دیا، کہ وہ آج تک پاکستان میں شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت، اور رئیس و سربراہ مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ الاسکوئی الحائری الاحقاقی کی کتاب احقاق الحق سے مذہب شیخیہ کی تبلیغ کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا ہم پاکستان کے ان تمام بے خبر اور کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اور مولانا محمد اسماعیل کے خطوط کو غور سے پڑھیں۔ اس کتاب میں عقائد شیعہ میں غور کریں، اور پھر اس کتاب کے تیسرے حصہ میں شرح زیارت اور احقاق الحق میں بیان کردہ عقائد و نظریات سے ان کا مقابلہ کریں، اور دیکھیں کہ اس کتاب کے پہلے حصہ میں جو عقائد بیان کئے گئے ہیں وہ صحیح شیعہ عقائد ہیں، یا اس کتاب کے تیسرے حصہ میں مولانا محمد بشیر انصاری اور ان کے ساتھیوں نے شیخ احمد احسائی کی کتاب شرح زیارت اور رئیس و سربراہ مذہب شیخیہ مرزا موسیٰ الاسکوئی الحائری الاحقاقی کی کتاب احقاق الحق سے جو عقائد و نظریات بیان کئے ہیں، وہ صحیح شیعہ عقائد ہیں۔ اور اس کتاب کے دوسرے حصہ میں نصاریٰ و صوفیہ و فلاسفہ اور دیگر ادیان باطل کے عقائد کو اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ ہمارے محترم قارئین ان دونوں حصوں کا مقابلہ کر کے یہ

فیصلہ کر سکیں کہ شیخ احمد احسائی اور مذہب شیخیہ کے عقائد مذہب شیعہ کے عقائد کے مطابق ہیں، جو اس کتاب کے پہلے حصہ میں بیان کئے گئے ہیں، یا نصاریٰ و صوفیہ و فلاسفہ اور دیگر ادیان باطل کے مطابق ہیں، جو اس کتاب کے دوسرے حصہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ لہٰذا اب ہم اس کے بعد اس کتاب کے دوسرے حصہ میں نصاریٰ و صوفیہ و فلاسفہ و دیگر ادیان باطل کا بیان ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

دوسرا حصہ

نصاریٰ و صوفیہ و فلاسفہ

اور

دیگر ادیان باطل کے عقائد کا بیان

فصل اول

عقائد نصاریٰ کا بیان

تمہید: دور جدید کے عیسائی اپنے عقائد کے بارے میں کیا دلیل دیتے ہیں، وہ تو ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ لیکن پہلے تمہید کے طور پر یہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ان کی پیروی کرنے والوں کا عقیدہ کیا تھا۔ اور یہ دکھانے کے لئے ہم خداوند تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن کریم کا بیان پیش کرتے ہیں کہ خدا کی نظر میں، پیغمبر کی نظر میں اور قرآن کی نظر میں اس وقت عیسائیوں کا عقیدہ کیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِيْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ" (المائدہ: ۱۱۶، ۱۱۷)

ترجمہ:- اور (اس وقت کو یاد کرو) جس وقت خدا یہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم کیا تم نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو اور دو خدا بنا لو۔ وہ عرض کریں گے، تیری ذات (شرک سے) پاک ہے۔ مجھے کیا ہو گیا تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں تھا۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو ضرور تو بھی اس سے واقف ہوتا۔ اس لئے کہ تو

تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن میں تیری پوشیدہ بات سے واقف نہیں ہوں۔ بیشک تو سب سے زیادہ غیب کی بات کو جاننے والا ہے۔ میں نے تو ان سے کچھ بھی نہیں کہا سوائے اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ میرے پروردگار اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور جس وقت تک میں ان میں رہا میں ان کا گواہ رہا پھر جب تو نے میری مدت قیام پوری کر دی تو تو خود ان کا نگران تھا اور تو ہر شے پر پوری اطلاع رکھنے والا ہے۔

سورہ مائدہ کی یہ دونوں آیتیں اس بات کی گواہ ہیں کہ جب تک حضرت عیسیٰ نصاریٰ کے درمیان رہے، کسی عیسائی نے نہ تو عیسیٰ ہی کو خدا کہا تھا اور نہ ہی ان کی ماں مریم کو خدا کہا تھا اور نہ ہی انہیں خدا کا بیٹا اور رب کہا تھا۔ اور حضرت عیسیٰ کی انہیں یہی تبلیغ تھی کہ تم اس اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔

نصاریٰ کے ان عقائد میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں تھے، تبدیلی کب آئی؟ اس کا تعین تو مشکل ہے لیکن نزول قرآن کے وقت تک ان کے عقائد میں جو تبدیلی آچکی تھی اسے قرآن نے یوں بیان کیا ہے۔

عیسیٰ مسیح خدا ہے

خداوند تعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

"لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ" (مائدہ: ۷۲)

ترجمہ:۔ بیشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ تو وہی عیسیٰ مسیح ابن مریم ہی ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ نزول قرآن کے وقت تک نصاریٰ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے قائل ہو

چکے تھے۔

عیسیٰ ابن اللہ یعنی خدا کا بیٹا ہیں

خداوند تعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

"وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ" (توبہ: ۳۰)

یعنی نصاریٰ یہ کہتے ہیں کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں، یہ خود ان کی اپنی (بنائی ہوئی) باتیں ہیں جو وہ اپنے منہ سے کہتے ہیں (لیکن اس میں ذرا سی بھی حقیقت نہیں ہے۔)

قرآن کریم کی اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ نزول قرآن کے وقت تک نصاریٰ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بھی کہنے لگ گئے تھے۔

عیسیٰ رب ہیں

خداوند تعالیٰ اپنی کتاب مقدس قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

"اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ" (توبہ: ۳۱)

یعنی نصاریٰ نے خدا کے سوا اپنے عالموں کو اور پادریوں کو اور مریم کے بیٹے مسیح کو اپنا رب بنا لیا تھا۔

قرآن کریم کی اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہے کہ نزول قرآن کے وقت تک نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رب ہونے کے بھی قائل ہو چکے تھے، ان کو رب مانتے تھے، اور ان کے رب ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے۔

خدا کا بیٹا- خدا اور رب کہنے کی وجہ کیا تھی؟

نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا خدا اور رب کیوں کہا؟ قرآن کریم کے مطالعہ سے اس کی دو وجوہات سمجھ میں آتی ہیں-

نمبر1: پہلی وجہ جو خداوند تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت نمبر30 میں بیان کی ہے وہ تو یہ ہے کہ:— "یُضَاھِؤُنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ"

یعنی جو لوگ ان سے پہلے کافر ہو گئے تھے' یہ بھی ان ہی کی جیسی باتیں بنانے لگے-

نمبر2: دوسری وجہ یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے- جب ان سے پہلے لوگ ان کا باپ ہوتے ہوئے حضرت عزیز کو خدا کا بیٹا کہنے لگ گئے' تو نصاریٰ کے پاس تو یہ عقیدہ اپنانے کی ایک وجہ موجود تھی- اور مباہلہ سے پہلے نصارائے نجران کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے مقابلہ میں یہی اصرار تھا کہ اچھا بتاؤ عیسیٰ کا باپ کون تھا- تو ان کے جواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے وحی الہیٰ کے مطابق یہ فرمایا تھا کہ: "اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ" (آل عمران:۵۹)

یعنی بے شک اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی مثال ہے کہ اس کو تو خدا نے مٹی سے پیدا کیا تھا پھر اس سے فرمایا تھا ہو- تو وہ ہو گیا تھا-

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مباہلہ سے پہلے نصارائے نجران کا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کے ساتھ مناظرہ میں سارا زور اسی بات پر تھا کہ کیونکہ حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے' لہٰذا وہ کہتے تھے کہ اچھا بتاؤ کہ عیسیٰ کا باپ کون تھا؟ اور جب پیغمبر نے وحی الہیٰ کے مطابق مذکورہ جواب دیا' تو انہوں نے کہا نہیں جی نہیں' ایسا نہیں ہو سکتا کہ کوئی بغیر باپ کے پیدا ہو' ضرور ان کا باپ خدا تھا' لہٰذا مباہلہ کی آیت نازل ہوئی' جس کا آغاز ان

کے اسی جھگڑے کو بیان کرتا ہے کہ: "فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ" (آل عمران:۶۰)

"یعنی اگر وہ علم آ جانے کے بعد بھی تم سے اس بارے میں جھگڑا کریں' اور ماننے کے لئے تیار ہی نہ ہوں' تو انہیں مباہلہ کے لئے کہہ دو-"

قرآن کریم کی مذکورہ آیات سے ثابت ہوا کہ نصاریٰ نے یہ عقیدہ اس لئے اپنایا تھا کہ ایک تو ان سے پہلے کے بعض کفار خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ اپنائے ہوئے تھے- لہٰذا ان کی دیکھا دیکھی انہوں نے بھی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا- دوسرے حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے' لہٰذا انہوں نے پوری قوت کے ساتھ حضرت عیسیٰ کے خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کر دیا-

یقیناً وہ خدا کو ہی خدا مانتے تھے- لیکن بیٹا تو اسی جنس سے ہوتا ہے- جس سے وہ پیدا ہوا ہے- لہٰذا خدا کا بیٹا خدا ہی ہو سکتا ہے- اور چونکہ بیٹا ہی باپ کا وارث ہوتا ہے- اور اس کے سارے امور کو سنبھالتا ہے' لہٰذا انہیں اس کے کام انجام دینے والا بھی سمجھ لیا' اور کائنات کا ادارہ کرنا' چونکہ خدا کی ربوبیت کی صفت ہے' لہٰذا انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کے رب ہونے کا عقیدہ بھی اپنا لیا' اور چونکہ خداوند تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر بہت سے معجزات ظاہر فرمائے تھے- جو خارق عادت ہونے کی بناء پر کسی انسان سے ممکن نہیں تھے' اور وہ حقیقتاً خدا کے ہی کام تھے- لہٰذا انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ خود ہی خدا ہیں-

اس سارے بیان سے ثابت ہوا کہ ابتداء میں تو حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہنے- خدا کہنے اور رب کہنے کی وجوہات بالکل سادہ تھیں- لیکن بعد میں جوں جوں فلسفہ یونان کا غلبہ ہوتا گیا تو نصاریٰ نے بھی فلسفہ یونان کو اپنا لیا' اور فلسفہ یونان کے ماتحت نئے نئے دلائل کے ذریعہ اپنے عقائد کو پختہ کرنا شروع کر دیا- اور حضرت عیسیٰ کے خدا کا بیٹا ہونے- خدا ہونے اور رب

ہونے کو فلسفہ کے دلائل کے ساتھ بیان کرنا شروع کر دیا۔

اہل یونان نے چونکہ تعلیمات انبیاء کو نہ اپنایا، لہٰذا خود خالق کائنات نے تخلیق کائنات کے بارے میں وحی کے ذریعہ جو تعلیم دی تھی اس کی طرف نہ آئے، بلکہ اپنی قیاس آرائیوں اور خیال بافیوں کے ذریعہ تخلیق کائنات کے بارے میں اپنا فلسفہ خود اپنے دل سے گھڑ لیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں افلاطون یونانی کے فلسفہ کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔

یونانی فلسفی افلاطون کا نظریہ

تخلیق کائنات کے بارے میں یونانی فلسفی افلاطون نے جو نظریہ پیش کیا ہے اسے مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب "حدیقۃ الشیعہ" میں اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ:۔

"افلاطون و جمعی از پیروانش گفتہ اند کہ علت اولی راحق از نفس خود افریدہ وہر موجودی ہم خالق است و ہم مخلوق۔ و اگر کسی نیک تامل نماید، خواہد دانست کہ سبب گمراہی اکثر اہل باطل ملاحدہ فلاسفہ شدہ اند۔"

(حدیقۃ الشیعہ: ۵۶۷)

یعنی افلاطون اور اس کی پیروی کرنے والے دوسرے فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالٰی نے علت اول کو خود اپنے نفس سے پیدا کیا ہے اور ہر موجود جو بھی ہے وہ خالق بھی ہے اور مخلوق بھی ہے۔ اور اگر کوئی شخص خوب اچھی طرح سے غور کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ اکثر اہل باطل کی گمراہی کا سبب خصوصیت کے ساتھ یہی فلسفی ملاحدہ ہوئے ہیں۔

دوسرے الفاظ میں فلسفہ یونان یہ کہتا ہے کہ ایک چیز سے صرف ایک ہی چیز نکل سکتی ہے جسے اصطلاح فلاسفہ میں "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" کہتے ہیں۔

اور اب اسی فلسفہ کو نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے خدا کا بیٹا ہونے، خدا ہونے اور رب ہونے کے عقیدہ کی دلیل کے طور پر اپنا لیا ہے۔

اور شیخ احمد احسائی نے بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے اسی نظریہ کو قائم کرنے کیلئے جو نصاریٰ نے قائم کیا تھا اسی فلسفہ کو اپنایا ہے۔ چنانچہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الحائری الاحقاقی الکویتی کے فرزند مرزا عبدالرسول احقاق اپنی کتاب "توضیح واضحات" میں اس نظریہ کو خالص اسلامی نظریہ بتلاتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ کتاب کا ترجمہ کرتے ہوئے شیخی مبلغ عبدالحسین سرحدی نے اپنی کتاب "تذکرہ شیخ احمد احسائی کے" صفحہ نمبر ۱۳۹ پر شیخ احمد احسائی پر کئے گئے اس اعتراض کے جواب میں کہ: "شیخ مرحوم کے نزدیک خدا سے ایک سے بیشتر کوئی چیز صادر نہیں ہوئی" ان کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ:

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس علمی اور قرآنی نظریہ سے نابلد ہیں۔ اگر قرآن اور حکمائے اسلام کی کتب بغور پڑھتے تو پتہ چلتا کہ اس مسلم نظریے کا انکار در حقیقت توحید کا انکار ہے۔"

گویا ان کے نزدیک قرآن بھی "الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد" کا دعویدار ہے اور یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ انہوں نے بعض قرآنی آیات کو بھی اپنے مطلب پر کھینچ تان کر چپکا لیا ہے۔

بہر حال اس بات کا تفصیلی بیان کہ مذہب شیخیہ کے تمام عقائد و افکار کی بنیاد فلسفہ یونان کا یہی نظریہ ہے اس کتاب کے تیسرے حصہ میں آئے گا۔ یہاں پر عقائد نصاریٰ کا بیان مقصود ہے کہ انہوں نے پہلے پہلے تو بالکل سادہ انداز میں ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے اور ان کے معجزات کو دیکھ کر عیسٰی کے خدا کا بیٹا ہونے، خدا ہونے اور رب ہونے کا عقیدہ اپنایا تھا۔ مگر بعد میں انہوں نے بھی اپنے ان عقائد کو فلسفہ یونان کے سانچہ میں ڈھال لیا۔ چنانچہ ہم اس مقام پر اپنے قارئین کے لئے "واچ ٹاور بائبل اینڈ ٹریکٹ

سوسائٹی بروکلن، نیویارک یو-ایس-اے"
Watch Tower Bible and Tract Society
Brocklyen 1, New York U. S. A. کی شائع کردہ کتاب "دی ٹرتھ شل میک یو فری" The Truth Shell Make You Free سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں-

خالق سے صرف ایک ہی مخلوق پیدا ہو سکتی ہے

مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 42 پر یوں لکھا ہے:

Hence in the book of inspired proverbs the creator causes the one whois the beginning of his creation to speak under the symbolic figure of wisdom and to say :- jehova possessed me (marginal reading) - (jehova formed me) in the bignning of his way before his working old.

یعنی الہامی مقولوں کی کتاب کے مطابق خالق سے صرف ایک ہی مخلوق پیدا ہو سکتی ہے- جو اس کی مخلوق کا آغاز ہوتی ہے- تاکہ وہ اس کے علامتی نمونے اور عقل کے مظہر کے طور پر کلام کرے اور یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابتداء میں اس وقت پیدا کیا جب کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی تھی-

خدا نے صرف عیسیٰ کو خلق کیا

مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 43 پر یوں لکھا ہے:

"Jehova God had now set out on the

purpose of endies creation. He nowhad beside him a master workman endowed with wisdom. The one had recieved life from God. This made him the Son of God.

In begetting this Son or bringing him forth to life jehova was the only producer or creator, unassisted. His first living creature was therefore, the only begoton Son of God. He was a spirit like jehova, his father and could see him and be with him, being a spirit and begoton Son was in the Form of God."

یعنی اب اللہ تعالیٰ نے اپنی غیر مختتم مخلوق کا آغاز کر دیا تھا- اور اب اس کے ساتھ اس کے علاوہ ایک مختار کل بھی تھا- جس کو اس نے عقل کی قوتوں سے معمور کر دیا تھا- صرف اسی تنہا اور اکیلے پیدا ہونے والے یعنی اس کی مخلوق اول نے خداوند تعالیٰ سے حیات حاصل کی تھی- اسی چیز نے اس کو خدا کا بیٹا بنا دیا- اس بیٹے کو مخلوق اول کے طور پر خلق کرنے اور اس کو پیدا کرنے اور حیات بخشنے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ اکیلا ہی اس کا بنانے والا تھا- اور اس کو خلق کرنے والا تھا- اس حال میں کہ نہ تو کوئی اس کا معین تھا نہ ہی اس بیٹے کے خلق کرنے میں کوئی اس کا مددگار تھا- بنابریں اس کی پہلی ذی حیات مخلوق خدا کا تھا" اکیلا اور واحد و یگانہ بیٹا تھا، جسے صرف اور صرف خدا ہی نے پیدا کیا تھا اور کوئی بھی اس کی تخلیق میں شریک نہیں تھا-

وہ بیٹا اپنے باپ یعنی خدا کے مانند ہی مثل ایک جوہر کے تھا جو اس

خدا کا دیدار بھی کر سکتا تھا اور اس کے ساتھ رہ بھی سکتا تھا۔ ایک جوہر ہونے کی حیثیت سے اور بالکل خدا کے مانند و مثل و مشابہ ہونے کے لحاظ سے خدا کا صرف یہ تنہا اور صرف اکیلا پیدا ہونے والا بیٹا خود خدا ہی کی ہیئت میں تھا۔

عیسیٰ خدا کا کلمہ اور تمام کائنات کے خالق ہیں

مذکورہ کتاب کے صفحہ 144 پر یوں لکھا ہے:-

The father jehovn God made the son his mouthpiece or spokesman, which in itselfment that there were to be other creatures and that toward these the Son of God would declare and execute the word of God therefore, in this position the Son was called "The Word of God" this position of being the Chief Executive Officer of jehova put the only begoton Son in a superior position with respect to all other creatures that should be. The father clothed the Son, with power befitting his position, and thus the Son, this "Master Workman" with God jehova A mightly one, and was before others jehova only excepted. Concerning the Son in the office of, "The Word of God" it is written. In the

bignning was the word, and the word was the God, and the word was God, the same was in the beginning with God all thing was made by him, and without him was not any thing made that was made

John 1:1-3

ترجمہ:- باپ یعنی اللہ نے بیٹے یعنی عیسیٰ کو اپنی جانب سے کلام کرنے والا بنایا۔ جس کا خود اپنے مقام پر مطلب یہ ہے کہ آئندہ اور بھی مخلوق ہونے پیدا والی ہے۔ جس کے لئے کلمۃ اللہ ہی اللہ کا کلام عمل میں لائے گا اور وہی اس کے کلام کا مظہر ہو گا لہٰذا اسی بناء پر بیٹا خدا کا کلمہ کہلایا۔ خدا کا منتظم اعظم کہلانے کی حیثیت نے اس واحد و یکتا و یگانہ پیدا ہونے والے بیٹے کو تمام مخلوقات کی نسبت جو آئندہ پیدا ہونے والی تھی' ایک اعلیٰ اور برتر پوزیشن میں قرار دے دیا۔ باپ یعنی خدا نے بیٹے یعنی عیسیٰ کو اس کے لائق شان قدرت و طاقت کا لباس پہنایا۔ پس اس لحاظ سے بیٹا خدا کا مختار کل' خدا کے ساتھ ہی ایک عظیم طاقت و قوت و عظمت کا مالک تھا۔ اور سوائے خدا کے سب سے قدیم تر تھا۔ کلمۃ اللہ کے منصب کے بارے میں بیٹے کے لئے یوں لکھا ہے۔

اول سے صرف ایک کلمہ ہی تھا۔ اور وہ کلمہ خدا کے ساتھ تھا' اور وہ کلمہ خدا تھا۔ اول سے صرف وہی خدا کے ساتھ تھا تمام چیزیں اسی کی خلق کی ہوئی ہیں' اور اس کلمۃ اللہ یعنی عیسیٰ کے سوا کسی نے بھی اور کوئی چیز خلق نہیں کی جو چیز بھی خلق ہوئی وہ حضرت عیسیٰ کی ہی خلق کی ہوئی ہے۔

قارئین محترم انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ وہ خدا کا کلمہ ہیں۔ قرآن میں آیا ہے کہ "اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَ کَلِمَتُہٗ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ

وَرُوحٌ مِنْهُ" (النساء:۱۷۱)

مسیح عیسیٰ ابن مریم اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کا رسول ہے اور اس کا کلمہ جس کو اس نے مریم تک پہنچایا تھا۔ اور وہ اس کی پیدا کی ہوئی روح ہے۔

کلمہ کے معنی کلام یا بات کے ہیں۔ لیکن آپ ان کی تاویلات کو ملاحظہ کریں کہ انہوں نے اس کلمہ سے حضرت عیسیٰ کو خدا' خدا کا بیٹا' رب اور ہر شے کا خالق بنا دیا ہے۔

کلمہ کی جمع عربی میں کلمات آتی ہے اور لفظ کلمات بھی قرآن میں کئی مقام پر آیا ہے مثلاً: "وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاهِیمَ رَبُّهُ بِکَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ" (البقرہ:۱۲۴)

اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم کا اس کے رب نے چند کلمات (باتوں) سے امتحان لیا اور ابراہیم نے ان کو پورا کر دیا۔

ہم نے کلمہ یا کلمات پر مشتمل مذکورہ آیتیں اس لئے نقل کی ہیں تاکہ آگے چل کر اس کتاب کے تیسرے حصہ میں جب عقائد شیخیہ کا بیان ہو گا تو وہاں معلوم ہو جائے کہ جس طرح نصاریٰ نے یہاں لغت' روزمرہ اور محاورہ سے بالکل ہٹ کر اپنی مرضی سے قیاسی اور خیال بافی کے ذریعہ "کلمہ" کے معنی کئے ہیں اور اسی کلمہ کو خدا' خدا کا بیٹا' رب خالق اور ساری کائنات کا ادارہ کرنے والا بنا دیا ہے اسی طرح شیخ احمد احسائی نے "کلمات" کے معنی لغت' روزمرہ' اور محاورہ سے بالکل ہٹ کر اپنی مرضی سے قیاسی اور خیال بافی کے ذریعہ کئے ہیں اور "کلمہ" کے لفظ سے جو کچھ نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو بنایا تھا وہی کچھ شیخ احمد احسائی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو "کلمات" کے اپنی مرضی سے معنی کر کے بنا دیا ہے۔ بہرحال ابھی نصاریٰ کے عقائد کا بیان جاری ہے۔

حضرت عیسیٰ خدا کے اندر سے نکلے

مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 47 پر یوں لکھا ہے:۔

"No one hath seen God at any Time; an only begotton God, the one existing within the bosom of the father, he hath interpreted him"

ترجمہ:۔ خدا کو کسی نے بھی نہیں دیکھا صرف وہی تنہا پیدا کیا ہوا خدا، یعنی وہ تنہا وجود' جو باپ کے اندر عین درمیان میں موجود تھا اور باپ کے اندر سے نکلا تھا اس نے باپ کا تعارف کرایا۔

ہم عقائد اسلامی کے حصہ میں بیان کر آئے ہیں کہ خداوند تعالیٰ "لم یلد ولم یولد" ہے یعنی نہ تو وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس سے کوئی چیز پیدا ہوئی۔ لیکن نصاریٰ نے جس طرح خدا کے اندر سے عیسیٰ کا نکلنا بیان کیا ہے وہ تو آپ نے اوپر ملاحظہ کر لیا اور شیخ احمد احسائی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور کو خدا کے اندر سے اس طرح سے نکلنا بیان کیا ہے جیسا کہ سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں اور اس کا تفصیلی بیان اس کتاب کے تیسرے حصہ میں آئے گا۔

حضرت عیسیٰ ساری کائنات کے خالق ہیں

نصاریٰ کہتے ہیں کہ خدا نے صرف عیسیٰ کو خلق کیا تھا۔ باقی مخلوق خدا کی براہ راست مخلوق نہ تھی۔ بلکہ باقی تمام مخلوق کو حضرت عیسیٰ نے خلق کیا تھا' اور حضرت عیسیٰ ہی باقی کی تمام کائنات کے خالق ہیں۔ چنانچہ مذکورہ کتاب کے صفحہ نمبر 48 پر یوں لکھا ہے:۔

The quistion now arises as to the other creaturres that were produced after God's first born Son, the word, were there other creature each a direct creation of God as his Son the word was? the first born Son's title "Only Begoton Son" indicate that the other creature were not God's direct creation without any agent in between. After jehova God createt the word direct, then he used this only begotton Son as his agent or master workman in the creation of every thing else.

To this efect john 1:3 testifies concerning the word:-

All things were made by him and without him was not any thing made that was made."

ترجمہ:- اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسری تمام مخلوق جو خدا کی سب سے پہلی پیدائش یعنی مخلوق اول بیٹے اور کلمہ کے بعد پیدا ہوئی- آیا یہ تمام مخلوق جو خلق ہوئی' ان میں سے ہر ایک اسی طرح سے خدا کی براہ راست مخلوق ہے' جیسا کہ اس کا بیٹا ہے' اور اس کا کلمہ براہ راست اس کی مخلوق ہے؟

پہلے پیدا ہونے والا بیٹا' یا اول مخلوق بیٹے کا لقب' "تنہا اور صرف اکیلا پیدا ہونے والا بیٹا- اس بات کی نشاندہی کرتا ہے' کہ دوسری تمام مخلوق خداوند تعالیٰ کی براہ راست مخلوق نہ تھی- اس صورت میں کہ درمیان میں

کوئی واسطہ نہ ہو- جب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلمہ کو براہ راست پیدا کر دیا- تو پھر اس کے بعد اس نے صرف اپنے پیدا کئے ہوئے اس بیٹے کو بطور واسطہ کے استعمال کیا- اور ہر چیز کی تخلیق میں اس نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنے سب سے بڑے عامل اور مختار کل کے طور پر استعمال کیا-

اس مطلب کو یوحنا 3:1 میں کلمہ کے بیان میں یوں تصدیق کرتا ہے:
"تمام چیزوں کو حضرت عیسیٰ نے ہی خلق کیا ہے اور بغیر اس کے کوئی بھی چیز خلق نہیں ہوئی جو بھی خلق ہوئی-"

عقائد نصاریٰ کے مذکورہ بیان سے آسانی کے ساتھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نصاریٰ نے پہلے مرحلہ میں تو حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا صرف اس لئے کہا تھا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے- اور ان کے معجزات کو دیکھ کر انہیں خدا رب اور ساری کائنات کا خالق ہونے کا عقیدہ اپنایا تھا- لیکن بعد میں فلسفہ یونان کے ماتحت اپنے عقائد کو ڈھال لیا- اور مخلوق اول حضرت عیسیٰ کو مان کر انہیں ساری کائنات کا خالق کہنے لگے اور یہ عقیدہ اپنا لیا کہ خدا نے عیسیٰؑ کو خلق کرنے کے بعد خود اور کوئی چیز خلق نہیں کی' بلکہ جو چیز بھی خلق کی' وہ حضرت عیسیٰ کے واسطے سے خلق کی-

فلسفہ یونان کے ذریعہ جو عقائد نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کے لئے قائم کئے' وہی عقائد فلسفہ یونان کے ماتحت شیخ احمد احسائی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے اختیار کئے' جس کا بیان اس کتاب کے تیسرے حصہ میں آئے گا-

فصل دوم
عقائد صوفیہ کا بیان

مقدس اردبیلی نے اپنی کتاب "حدیقۃ الشیعہ" کے صفحہ ۵۶۴ سے لے

کر ۵۹۲ تک تقریباً ۲۱ صوفی فرقوں کے نظریات و افکار و اعتقادات تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ ہم ان میں سے صرف تین بنیادی صوفی فرقوں کے بارے میں مختصراً درج کریں گے۔ کیونکہ یہ تین صوفی فرقے ہی سب کی اصل ہیں۔ اور باقی ان کی فرع ہیں۔ اور ان کا درج کرنا اس لئے ضروری ہے کیونکہ شیخ احمد احسائی نے بصرہ کے ۹ سالہ قیام کے دوران ایک پہنچے ہوئے عارف صوفی کے آگے زانوے تلمذ طے کیا تھا۔ جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "ایک پراسرار جاسوسی کردار" میں بیان کی ہے۔ لہٰذا شیخ نے اپنے عقائد و افکار کے بیان میں مذکورہ تینوں فرقوں کے دلائل اور مثالوں کو بھی اختیار کیا ہے۔ اور صوفیوں کے ان تینوں فرقوں کے نام صوفیہ حلولیہ، صوفیہ اتحادیہ اور صوفیہ وحدت وجودیہ ہیں، اور ہم عقائد اسلام و ایمان کے بیان میں لکھ آئے ہیں کہ یہ تینوں نظریے باطل ہیں اور کفر ہیں اور شرک ہیں۔

صوفیہ حلولیہ کا عقیدہ

مقدس اردبیلی اپنی کتاب "حدیقۃ الشیعہ" کے صفحہ ۵۶۵ سطر ۱۰ تا ۱۲ پر حلول کا عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں:-

"دربیان مذاہب صوفیہ پیشتر مذکور شد کہ یکی ازاں دو اصل مذہب حلولیہ است و ایشاں گویند خداوند تعالیٰ در ما حلول کردہ است و ھمچنیں در ابدان جمیع عارفین۔ و بطلان ایں مذہب ظاہر است"

ترجمہ:- مذاہب صوفیہ کے بارے میں مذکور ہو چکا ہے کہ صوفیوں کے دو بنیادی مذاہب ہیں۔ ان میں سے ایک حلولیہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہم میں حلول کر گیا ہے۔ اور اسی طرح تمام عارفین صوفیہ کے اندر حلول کرتا ہے۔ اور اس مذہب کا باطل ہونا صاف ظاہر ہے۔

صوفیہ اتحادیہ کا عقیدہ

مقدس اردبیلی اپنی کتاب "حدیقۃ الشیعہ" کے صفحہ ۵۶۵ سطر ۱۶ تا ۲۰ پر لکھتے ہیں:

"دوم مذہب اتحادیہ با ایں معنی کہ گویند ما با خدا یکے شدہ ایم۔ و ہم چنیں خدا تعالیٰ با ہمہ عارفان یکے می شود۔ و عقل ببطلان ایں مذہب قاضی است۔ ایں فرقہ حق تعالیٰ را تشبیہہ می کند۔ باتش و خود را باہن وانگشت و میگویند چنانچہ آہن وانگشت بہ سبب ملاقات و مصاحبت آتش، آتش می شوند۔ عارف نیز بواسط قرب بخدا۔ خدا می شود۔ و ایں سخن محض کفر و زندقہ است۔"

ترجمہ:- صوفیہ کا دوسرا مذہب اتحادیہ ہے۔ اس معنی میں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم خدا کے ساتھ مل کر ایک ہو گئے ہیں۔ اور اسی طرح سے خدا تعالیٰ تمام صوفیوں کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتا ہے۔ اور عقل اس مذہب کے باطل ہونے پر فیصلہ کرتی ہے۔ یہ فرقہ حق تعالیٰ کی آگ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ اور خود اپنے آپ کو لوہے یا کوئلے کے مانند کہتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جس طرح لوہا اور کوئلہ آگ کی صحبت میں رہ کر اور آگ کے ساتھ مل کر خود آگ بن جاتا ہے۔ عارف بھی خدا سے قرب کی وجہ سے خدا بن جاتا ہے۔ اور یہ بات خالص کفر اور زندقہ ہے۔

اس کے بعد صفحہ ۵۶۶ پر لکھتے ہیں کہ:

"صاحب کتاب بیان الادیان میگوید کہ اصل حلول و اتحاد از جرمانیہ کہ طائفہ اند از صابیہ واز ترسایاں برخواستہ اند و غلات شیعہ یعنی آنانکہ بعضی از آئمہ اثنا عشر را خدا می دانند و غلات اہل سنت و جماعت یعنی

صوفیہ کہ مشائخ خود را اللہ می دانند حلول و اتحاد را از ترسایان فرا گرفتہ اند وہیچ مذہبے از مذاہب ترسایان را از آنئو مذہب نزدیک تر نباشد۔"

ترجمہ :۔ صاحب کتاب بیان الادیان کہتے ہیں کہ حلول و اتحاد کی اصل جرمانیہ فرقہ ہے جو صابیوں کا ایک گروہ ہے اور یہ دہریوں یا ترسا سے نکلے ہیں۔ اسی طرح غالی شیعہ یعنی وہ لوگ جو آئمہ اثنا عشر میں سے بعض کو خدا کہتے ہیں اسی طرح اہل سنت و جماعت کے غالی یعنی صوفیہ جو اپنے مشائخ کو اللہ جانتے ہیں۔ انہوں نے حلول و اتحاد کے عقیدہ کو ترسا اور دہریوں سے حاصل کیا ہے اور دہریوں اور ترسایان کے مذہب سے کوئی بھی مذہب اتنا نزدیک نہیں ہے جتنا حلول اور اتحاد کا عقیدہ رکھنے والے نزدیک ہیں۔

اور قارئین محترم شیخ احمد احسائی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو جہاں اپنے فلسفہ کے علل اربعہ کی علت فاعلی کے ذریعہ خالق و رازق و محی و ممیت و مدبر کائنات اور رب بنایا ہے وہاں صوفیہ حلولیہ اور صوفیہ اتحادیہ کی یہ آگ اور لوہے والی مثال کے ذریعہ بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے خالق و رازق و محی و ممیت و مدبر کائنات و رب اور دوسری صفات الٰہیہ کا بیان کیا ہے۔ یعنی جس طرح آگ سے لوہا آگ بن جاتا ہے اسی طرح محمد و آل محمد علیہم السلام میں مذکورہ خدائی صفات آ گئی ہیں اور یہ حلول و اتحاد کا عقیدہ کہلاتا ہے۔ اور شیخ احمد احسائی کے مذکورہ فلسفہ اور حلول و اتحاد کی مذکورہ مثالوں کا بیان اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بیان کیا جائے گا۔

صوفیہ وحدت الوجود کا عقیدہ

مقدس اردبیلی اپنی کتاب "حدیقۃ الشیعہ" کے صفحہ ۵۶۶ پر لکھتے ہیں:۔

"وبعضی از متاخرین اتحادیہ مثل محی الدین عربی و

شیخ عزیز نسفی و عبدالرزاق کاشی کفر و زندقہ را از ایشان گزرانیدہ "بوحدت وجود" قائل شدہ اند و گفتہ اند کہ ہر موجودی خدا است تعالی اللہ عما یقول الملحدون علوا کبیرا۔"

ترجمہ :۔ اور متاخرین صوفیہ میں سے بعض جو پہلے صوفیہ اتحادیہ سے تعلق رکھتے تھے مذہب صوفیہ اتحادیہ سے بھی چند قدم آگے بڑھ گئے۔ مثل محی الدین عربی و شیخ عزیز نسفی و عبدالرزاق کاشی کے جنہوں نے مذہب صوفیہ اتحادیہ کے کفر و زندقہ کو ان سے بھی آگے بڑھا دیا ہے اور وہ وحدت وجود کے قائل ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہر موجود شے خدا ہے۔ یہ ملحد جو کچھ کہتے ہیں خداوند تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند و برتر ہے۔

اور قارئین کرام آپ اس کتاب کے تیسرے حصہ میں ملاحظہ کریں گے کہ شیخ احمد احسائی کا نظریہ "علل اربعہ" جسے مولانا محمد اسماعیل نے اپنے رسالہ "تنبیہ المؤمنین" میں جو انہوں نے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کی فرمائش پر تحریر فرمایا تھا۔ عقیدہ پنجم کے طور پر بیان کیا ہے۔ وحدت وجود ہی کی ایک شکل ہے۔

ادیان باطل کے عقائد کا خلاصہ ایک نظر میں

ہم یہاں پر تمام ملاحدہ و کفار کے عقائد و افکار کا خلاصہ علیحدہ علیحدہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

نمبر ۱: مادئین اور دہریوں کا عقیدہ

یہ لوگ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک تمام چیزیں اسی ایک مادہ سے خلق ہوئی ہیں۔ اور ہر شے اس ایک مادہ کی مختلف شکلیں ہیں۔ اور

وحدت وجود کا نظریہ اسی عقیدہ کی پیداوار ہے۔

نمبر2: جرمانیہ اور ترسایاں کا عقیدہ

یہ مذاہب بھی مادئین اور دہریوں کی طرح وحدت الوجودی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور مقدس اردبیلی کے مطابق صوفیہ حلولیہ و اتحادیہ ان سے نزدیک ترین ہیں۔

نمبر3: فلاسفہ کا نظریہ

فلاسفہ کا نظریہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے علت اول کو خود اپنے نفس سے پیدا کیا ہے۔ اور ہر موجود خالق بھی ہے اور مخلوق بھی ہے۔ یہ نظریہ بھی ایک طرح سے وحدت الوجودی کا نظریہ ہے۔ یہ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک چیز سے صرف ایک ہی چیز نکل سکتی ہے۔

نمبر4: صابئن کا نظریہ

اس مذہب کا نام قرآن کریم میں اسی نام کے ساتھ آیا ہے۔ اس مذہب کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ انسان کی یا حیوان کی یا جس چیز کی صورت میں چاہے آ جاتا ہے۔ اور صورت بدل بدل کر آتا رہتا ہے۔ یہ عقیدہ بھی حلول ہی کی ایک صورت ہے۔

نمبر5: ہندوؤں کا نظریہ

ہندوستان کے ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا انسانوں کی ہدایت کے لئے انسان کی صورت اختیار کر کے آتا ہے۔ چنانچہ اس شخص کو جس کی صورت اختیار کر کے خدا آتا ہے اس کو وہ لوگ "اوتار" کہتے ہیں۔ جیسے "کرشن اوتار"

نمبر6: بدھ مت کا عقیدہ

بدھ مت کے بدھوں کا عقیدہ یہ ہے کہ "کپل وستو" کے شہزادے

نے غاروں میں بیٹھ کر اتنا گیان دھیان کیا کہ خدا نے ان کے اوپر اپنی تجلی کی اور وہ "بدھ" ہو گیا یعنی خدا کی صفات بدھ میں اس طرح سے آ گئیں جیسے لوہے میں آگ۔

یہ نظریہ ایک طرح سے نظریہ اتحاد بھی ہے اور نظریہ حلول سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔

نمبر7: نصاریٰ کا عقیدہ

نصاریٰ کا عقیدہ یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے اندر سے نکلے ہیں۔ وہ خدا کا کلمہ ہیں۔ اور خدا کے اندر سے صرف ایک ہی چیز نکل سکتی ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ کے سوا خدا نے اور کسی کو خلق نہیں کیا وہی اکیلے خدا کی بلا واسطہ مخلوق ہیں۔ خدا نے اپنی تمام صفات اور قدرت و طاقت اور کام حضرت عیسیٰ کو سپرد کر دیئے ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ آئندہ ہونے والی مخلوق، یعنی ساری کائنات کے خالق ہیں، اور فی الحقیقت خدا ہی حضرت عیسیٰ کی صورت میں آیا تھا۔

نمبر8: غلات کا عقیدہ

غلات کا عقیدہ بھی نصاریٰ کے عقیدہ سے ملتا جلتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ نصاریٰ کے نزدیک خدا عیسیٰ کی صورت میں آیا اور غلات کے نزدیک خدا حضرت علی کی صورت میں آیا تھا۔

نمبر9: مفوضہ کا عقیدہ

مفوضہ کا عقیدہ یہ ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام ہیں تو خدا کی مخلوق، مگر خدا نے ان کو خلق کرنے کے بعد اور کسی کو خلق نہیں کیا۔ ان کے خلق ہونے کے بعد جسے بھی خلق کیا وہ محمد و آل محمد علیہم السلام نے ہی خلق کیا ہے اور وہی خلق کرتے ہیں وہی رزق دیتے ہیں، وہی مارتے ہیں اور وہی زندہ کرتے ہیں اور مدبر کائنات یعنی رب وہی ہیں۔

نمبر10: صوفیہ حلولیہ کا عقیدہ

صوفیہ حلولیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کے اندر حلول کرتا ہے یعنی خدا ان کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ اور ان کے اندر ہی رہتا ہے۔

نمبر11: صوفیہ اتحادیہ کا عقیدہ

صوفیہ اتحادیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کا خدا کے ساتھ اتنا قرب ہوا کہ وہ اور خدا ایک ہو گئے یعنی اسطرح سے متحد ہو گئے جس طرح لوہا آگ میں گرم ہو کر آگ بن جاتا ہے۔ اور پھر وہ لوہا وہی کام کرتا ہے جو آگ کرتی ہے۔ یا جیسے چراغ آگ کے قرب سے جل اٹھتا ہے اور روشن ہو جاتا ہے اور آگ کی صفت کا مظہر بن جاتا ہے۔

نمبر12: صوفیہ وحدت الوجود کا نظریہ

یہ لوگ اس وجہ سے وحدت وجودی کہلاتے ہیں کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جتنی بھی اشیاء ہیں وہ سب ایک ہی وحدت کا ظہور ہیں۔ اسی ایک چیز سے دوسری اور دوسری سے تیسری پیدا ہوئی علیٰ ھذہ القیاس سب چیزیں اور ساری مخلوق اسی میں سے نکلی ہیں جیسے دریا میں موج ہوتی ہے۔ اسی طرح ساری مخلوق ایک ہی وحدت کا ظہور ہے۔

مقدس اردبیلی کی شیعوں کو نصیحت

مقدس اردبیلی اپنی کتاب "حدیقۃ الشیعہ" میں صفحہ ۵۶۷ پر شیعوں کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"پس شیعہ باید بہ یقین بداند کہ علمائے ایں فرقہ غاویہ دزدان مقالات و اعتقادات زشت فلاسفہ اند و جہال ایشاں از قبیل ملاحدہ اند۔"

ترجمہ:- پس شیعوں کو چاہئے کہ وہ یقین کے ساتھ جان لیں یہ بات کہ

اس فرقہ ضالہ و گمراہ کے علماء نے فلاسفہ یونان کے مقالات کو چرا کر اور نئے سانچے میں ڈھال کر پیش کیا ہے اور ان کے جہال ملاحدہ و کفار کے مانند ہیں۔

پھر صفحہ ۵۷۵ پر یوں نصیحت فرماتے ہیں۔

"شیعہ باید بداند کہ ہر وجہ کہ حلولیہ و اتحادیہ و وحدتیہ درباب خدائی خود و مشائخ خود و سائر موجودات می گویند بعینہ ہماں وجہ را نصاریٰ درباب خدائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام و غلات شیعہ درباب خدائی علی علیہ السلام و بعض دیگر آئمہ ھدیٰ علیہ السلام میگویند و با امثال جماعتی از غلات سنیان حلاج کافر و اشباہ او را کہ جمیع اشیاء را خدا می داند از اکابر اولاء اللہ می شمارند۔"

ترجمہ:- شیعوں کو یہ جان لینا چاہئے کہ جو دلائل و براہین حلولیہ و اتحادیہ اور وحدت وجودیہ تمام موجودات اور اپنی خدائی اور اپنے مشائخ کی خدائی کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔ وہی دلائل نصاریٰ حضرت عیسیٰ کی خدائی کے بارے میں بیان کرتے ہیں اور وہی دلائل غلات شیعہ حضرت علی علیہ السلام اور آئمہ ھدیٰ میں سے بعض دوسرے اماموں کی خدائی کے بارے میں دیتے ہیں۔ اور اہل سنت کے غلات یعنی صوفیہ منصور حلاج کافر اور اس کے مانند دوسرے پیروکاروں کو جو تمام اشیاء کو خدا جانتے ہیں اولیاء اللہ میں شمار کرتے ہیں۔

کاش مقدس اردبیلی آج زندہ ہوتے

کاش مقدس اردبیلی آج زندہ ہوتے تو وہ بچشم خود دیکھتے کہ شیخ احمد احسائی نے اسلام کی بساط کو الٹ کر رکھ دیا ہے اور عقائد کفر و شرک کو

پھیلانے میں مادئین و جرمانیہ و ترسایاں و فلاسفہ و صابئین و بدھ و ہنود و نصاریٰ و غلات و نصیریہ و سبایہ و باطنیہ و مفوضہ و صوفیہ حلولیہ و صوفیہ اتحادیہ و صوفیہ وحدت وجودیہ کو بھی مات دیدی ہے۔ اور جس کفر و شرک کی ملاحدہ و کفار مذکور نے بنیاد رکھی تھی شیخ احمد احسائی نے ان سب کو جمع کر کے مسلمانوں کے درمیان پھیلا دیا ہے۔

مجھے تعجب ہے ان لوگوں پر جنہوں نے شیخ احمد احسائی کی طرف صرف نصرانیت کے عقائد کو پھیلانے کی نسبت دی ہے۔ حالانکہ شیخ احمد احسائی کے افکار صرف نصرانیت کا ہی چربہ نہیں ہیں۔ بلکہ شیخ نے تمام کفار جہان کے افکار کا انتہائی گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اور وہ تمام افکار کفر کا ماہر ہے۔ اور تعجب یہ ہے کہ اس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسے یہ تمام علوم بذریعہ وحی کے حاصل ہوئے ہیں۔ بہرحال اس نے تمام افکار کفر کو بڑی محنت کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور اس کے افکار و نظریات و عقائد تمام ملاحدہ جہان کے افکار و نظریات و عقائد کا نچوڑ ہیں۔ اور اس کے اس مجموعہ کفر کا نام اس کے زمانہ کے تمام شیعہ علمائے اعلام و مجتہدین عظام و مراجع کرام نے مذہب شیخیہ رکھا تھا۔ اور اسی مذہب شیخیہ کی مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اور ان کی پارٹی کے دوسرے مبلغین آخر تک پاکستان میں تبلیغ کرتے رہے۔ اور پاکستان کے بے خبر، کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو گمراہ کر کے انہیں کفر و شرک و ضلالت کے گڑھے میں دھکیلتے رہے۔ ثبوت کے لئے اس کتاب کے مقدمہ میں مولانا محمد بشیر انصاری اور مولانا محمد اسماعیل کے خطوط کے عکس ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

اور ہم نے اسی مقصد سے اس کتاب کے پہلے حصہ میں شیعہ نکتہ نظر سے عقائد اسلامی کا بیان کیا ہے۔ اور دوسرے حصہ میں ملاحدہ و کفار و مشرکین جہان کے عقائد کو کھول کر بیان کیا ہے۔ تاکہ قارئین کرام اس کتاب کے تیسرے حصہ میں بیان کردہ عقائد و افکار شیخ احمد احسائی کا ان

دونوں حصوں سے مقابلہ کر کے دیکھ سکیں کہ آیا شیخ احمد احسائی کے عقائد و افکار حصہ اول میں شیعہ نکتہ نظر سے بیان کردہ عقائد اسلام کے مطابق ہیں۔ یا حصہ دوم میں بیان کردہ ملاحدہ و کفار جہاں و مشرکین عالم کے عقائد کے مطابق ہیں۔ لہٰذا اب ہم آئندہ صفحات میں حصہ سوم کا آغاز کرتے ہیں۔ جس میں عقائد مذہب شیخیہ اور افکار و نظریات شیخ احمد احسائی کا بیان ہو گا۔

❁ ... ❁ ... ❁

تیسرا حصہ

مذہب شیعہ

کے عقائد کا بیان

شیخ احمد احسائی کے عقائد کی بنیاد

تخلیق کائنات کے بارے میں دو مکاتب فکر ہیں۔ ایک مکتب فکر وحی الہی کے ماتحت آسمانی کتابوں خصوصاً قرآن کریم اور تعلیمات انبیاء اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے نہج البلاغہ میں بیان کردہ تخلیق کائنات کے بارے میں خطبوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور وحی الہی کے مطابق بیان کردہ نظریات کو اپنے عقیدہ کی بنیاد بناتا ہے۔

دوسرا مکتب فکر دہریوں اور فلاسفہ یونان کا ہے۔ جو انبیاء اور وحی الہی کی تعلیمات سے بالکل بیگانہ اور بے خبر و بے بہرہ رہا۔ لہذا انہوں نے قیاس آرائیوں اور خیال بافیوں کے ذریعہ خود اپنی طرف سے تخلیق کائنات کا ایک فلسفہ تشکیل دیا۔ جس میں مادہ کو تخلیق کائنات کی بنیاد بنایا۔

بنی عباس کے دور میں جب مسلمانوں کی حکومت کا دائرہ وسیع ہوا تو مسلمان دانشوروں نے فلسفہ یونان کی کتابوں کے ترجمے اپنی زبان میں کئے اور پھر فلسفہ یونان کو اپنی دانست میں مشرف بہ اسلام کر کے مادئین اور فلاسفہ کے نظریات کو اپنے عقائد میں جذب کر لیا۔ لیکن تمام مسلمان علماء نے اس طریقہ سے تخلیق کائنات کے فلسفہ کو کفر قرار دیا۔

جب شیعہ دانشوروں میں سے بعض نے اس فلسفہ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے اسے اپنے خیال میں شیعہ نظریہ کے مطابق ڈھال لیا۔ چنانچہ شیعہ علماء نے بھی اس طرح سے تخلیق کائنات کے فلسفہ کو کفر قرار دیا۔

جب شیخ احمد احسائی نے ایران و عراق میں وارد ہونے کے بعد اس فلسفہ پر شیعہ علماء کی طرف سے کفر کی بوچھاڑ دیکھی تو اس نے اس میں ترمیم کر کے ایک نئے اور جدید فلسفہ کی بنیاد ڈالی۔ اور پھر تمام عقائد اسلام و ایمان کو اپنے اسی جدید فلسفہ میں ڈھال کر پیش کیا۔ جیسا کہ وہ اپنی خود نوشت سوانح حیات میں خود کہتا ہے کہ:-

"اگر تم میرے کلام کی صداقت کو پرکھنا چاہتے ہو تو میری حکمت یعنی فلسفہ کی کتابوں میں غور کرو۔"

(ترجمہ سوانح شیخ "ایک پر اسرار جاسوسی کردار" ص ۹۰)

لہٰذا شیخ احمد احسائی اور مذہب شیخیہ کے عقائد و افکار کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے شیخ کے فلسفہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور جب تک شیخ کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آئے گا اس وقت تک شیخ کے عقائد و افکار بھی سمجھ میں نہیں آسکتے۔ البتہ جب شیخ کا فلسفہ سمجھ میں آجائے گا تو پھر شیخ کے عقائد و افکار کو سمجھنے میں کوئی دشواری نہ رہے گی۔

مثلاً شیخ کے یہاں لفظ خالق جہاں بھی آیا ہے اس کا صحیح مفہوم اس کے جدید فلسفہ کی روشنی میں ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ شیخ کے نزدیک خالق سے مراد وہ خالق نہیں ہے جو تمام شیعہ اور اہل اسلام مراد لیتے ہیں۔ بلکہ شیخ نے جہاں بھی لفظ خالق کہا ہے، اس نے اس سے وہی علت فاعلی مراد لی ہے جو اس کے فلسفہ کے علل اربعہ کی علت مادی کی مرہون منت ہے۔

اور مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اپنے رسالہ تنبیہ المؤمنین میں، جسے انہوں نے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کے کہنے پر اس لئے لکھا تھا کہ مذہب شیخیہ کے عقائد کو غلط فہمی سے باطل سمجھا جا رہا ہے اس کی رد ہو جائے۔ علل اربعہ کے عقیدہ کو اپنے عقیدہ پنجم کے طور پر تحریر کیا ہے۔ اور چونکہ شیخ احمد احسائی کے تمام عقائد و افکار و نظریات کی بنیاد یہی علل اربعہ کا فلسفہ ہے۔ لہٰذا آیئے پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ علل اربعہ سے کیا مراد ہے۔

علل اربعہ کسے کہتے ہیں؟

سب سے پہلے یہ سمجھئے کہ علل اربعہ کسے کہتے ہیں۔ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق کے "المقالۃ الخامسۃ"

کی فصل اول کے آغاز میں اس طرح بیان کیا ہے:۔

"اعلم ان من المعلوم انہ لا یوجد شئی فی الارض ولا فی السماء الا بعلل اربعۃ علتان منھا داخلتان و ھما مادۃ الشئی و صورتہ، و علتان خارجتان العلۃ الفاعلیۃ للشئی والعلۃ الغائیۃ لہ، ای غایتہ والفائدۃ منہ السابقۃ علی الشئی تصوراً والا حقۃ لہ وجوداً، و بفقدان احدھما لا یتکون الشئی ولا یدخل الی عرصۃ الوجود، مثالہ: السریر فان لہ مادۃ و ھو خشب، و صورۃ و ھو ھیئت السریر و فاعلا و ھو النجار و غایۃ و ھو الجلوس علیہ" (احقاق الحق: ۲۲۳)

ترجمہ:۔ معلوم ہونا چاہئے کہ یہ بات ایک حقیقت ہے کہ نہ تو زمین میں اور نہ ہی آسمانوں میں کوئی بھی چیز ایجاد نہیں ہو سکتی جب تک کہ چار چیزیں موجود نہ ہوں۔ یا چار علتیں نہ ہوں دو علتیں تو اس چیز کے وجود کے اندر موجود ہوتی ہیں۔ اور دو چیزیں یا دو علتیں اس وجود میں آنے والی چیز سے باہر ہوتی ہیں۔ وہ علتیں جو موجود ہونے والی چیز میں داخل ہوتی ہیں یا موجود ہوتی ہیں۔ وہ ایک تو اس چیز کا مادہ ہوتا ہے۔ اور ایک اس چیز کی صورت ہوتی ہے۔ اور وہ دو علتیں جو وجود میں آنے والی چیز سے باہر ہوتی ہیں ان میں سے ایک کا نام علت فاعلی ہے اور دوسری کا نام علت غائی ہے۔ یعنی اس چیز کی خلقت کی غرض کیا ہے۔ یا اس چیز کے بنانے کا فائدہ کیا ہے۔ یہ علت کسی شے کے وجود میں آنے سے پہلے تصور میں موجود ہوتی ہے۔ اور ان دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں کوئی شے وجود میں نہیں آسکتی۔ اس کی مثال تخت ہے۔ یہ جس مادہ سے بنا ہے وہ لکڑی ہے اور اس کی صورت وہ ہیئت و شکل ہے، جس ہیئت و شکل کا وہ تخت بنایا گیا ہے۔ اور بنانے والا یا فاعل یا علت فاعلی نجار یعنی ترکھان یا بڑھئی ہے۔ اور غرض و غایت اس کی اس کے اوپر بیٹھنا ہے۔

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ کسی بھی چیز کے وجود میں آنے کے لئے چار چیزوں یا چار علتوں کا ہونا ضروری ہے: نمبر1: علت فاعلی' نمبر2: علت مادی' نمبر3: علت غائی' نمبر4: علت صوری۔

یہ تو ایک اصول کی بات ہوئی۔ لیکن شیخ احمد احسائی یہ کہتا ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام ہی ساری کائنات کے لئے علل اربعہ ہیں۔ یعنی علت فاعلی بھی وہی ہیں۔ علت مادی بھی وہی ہیں علت غائی بھی وہی ہیں اور علت صوری بھی وہی ہیں۔

بالفاظ دیگر ساری کائنات کے خالق بھی وہی ہیں اور ساری کائنات جس مادہ سے بنی وہ مادہ بھی وہی ہیں۔ اور کائنات کی ہر چیز کی جو صورت ہے وہ ان ہی کی صورت ہے اور کائنات کی غرض و غایت بھی وہی ہیں۔
فارسی میں بچپنے میں ایک قول پڑھا تھا کہ:

"ہم کوزہ وہم کوزہ گر و ہم گل کوزہ...

یعنی کوزہ یا پیالہ بھی وہی۔ کوزہ گر یعنی پیالہ کا بنانے والا بھی وہی اور وہ مٹی جس سے کوزہ بنا ہے وہ بھی وہی۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اسی نظریہ کا بیان تھا بہرحال آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو کائنات کی علل اربعہ کس طرح بنایا ہے۔

شیخ احمد احسائی نے محمدؐ و آل محمدؐ کو علل اربعہ کیسے بنایا؟

جب مسلم دانشوروں نے یونانی فلسفہ کو مشرف بہ اسلام کیا تو انہوں نے مادئین کے فلسفہ کو اس طرح سے ترمیم کیا' کہ مادہ کو قدیم ماننے کی بجائے یہ کہا کہ مادہ قدیم نہیں ہے بلکہ خدا نے مادہ کو اپنے نفس سے پیدا کیا پھر اس مادہ کے بہترین حصہ سے انبیاء کو خلق کیا۔ اس کے بعد جو باقی بچا اس کے بہترین حصہ سے دوسرے انسانوں کو خلق کیا اس کے بعد جو باقی بچا

اس کے بہترین حصہ سے حیوانات کو خلق کیا۔ اس کے بعد جو باقی بچا اس کے بہترین حصہ سے نباتات کو خلق کیا اور اس کے بعد جو باقی بچا اس سے جمادات پیدا کئے۔ لیکن چونکہ علمائے اسلام اس فلسفہ کو وحدت وجود قرار دے کر کفر قرار دے رہے تھے لہٰذا جب شیخ احمد احسائی ایران میں داخل ہوا اور اس نے یہ دیکھا کہ اس فلسفہ کے لئے تو کفر کا شور برپا ہے لہٰذا وہ خود بھی اس میں شامل ہو گیا۔ اور اپنے آپ کو علمائے اسلام کے ہم آہنگ کرنے کے لئے اس فلسفہ کو اس نے بھی وحدت وجود قرار دے دیا اور اس فلسفہ میں ذرا سا تغیر کر کے ایک نیا فلسفہ پیش کیا۔ جو پہلے فلسفہ کی نسبت اور بھی زیادہ وحدت وجود سے قریب تر ہے۔

چنانچہ اس نے سب سے پہلے اپنے اس جدید فلسفہ پر 1229ء میں اپنی کتاب "فوائد" لکھی۔ اور پھر اس کو مشکل سمجھتے ہوئے خود ہی اس کی شرح لکھی جو "شرح فوائد" کے نام سے شائع ہوئی پھر 1230ء میں شرح زیارت تصنیف کی اور اس کے تمام الفاظ کے معنی اپنے جدید فلسفہ کے مطابق بدل کر رکھ دیئے۔ چنانچہ بعض روایات میں وارد ہونے والے الفاظ مثلاً "[illegible]" کے معنی "خمیر" کے معنی۔ "طینت" کے معنی اور "عرق" کے معنی اس نے ہر جگہ شعاع کے کئے ہیں۔ چاہے ان کے معنی کسی بھی لغت میں شعاع کے نہ ہوں' اسی طرح قرآن و احادیث کی تشریح میں ان کے الفاظ کے معنی بھی اس نے اپنے اسی جدید فلسفہ کے مطابق کئے' چاہے کسی بھی لغت میں وہ معنی نہ ہوں۔ اور وہ الفاظ جو سابقہ فلاسفہ' غالیوں' مفوضہ اور صوفیہ نے اپنے فلسفہ اور عقیدہ کے مطابق اپنی گھڑی ہوئی احادیث میں بیان کئے تھے ان الفاظ کے بھی اپنے جدید فلسفہ کے مطابق معنی مراد لئے۔ اور اس طرح سے غالیوں' مفوضہ اور صوفیہ کی گھڑی ہوئی احادیث کو اپنے فلسفہ میں سمو دیا۔ اور چونکہ اس نے ساری کائنات کی خلقت کو اللہ میں سے نکلی ہوئی شعاع سے قرار دیا۔ لہٰذا اس نے ان تمام الفاظ کے معنی

شعاع کئے۔

ہم یہاں پر نمونہ کے طور پر چند مقامات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور انہیں "مقام" کے ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں۔ اور سب سے پہلے یہ دکھاتے ہیں کہ اس نے شعاع کو کس طرح مادہ کے مقام میں مراد لیا ہے۔

نمبر1: مقام اول۔ مادہ یعنی شعاع

شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۳۷۱ سطر ۲۴، ۲۵ پر لکھتا ہے کہ :

"فالعلہ الفاعلیہ بھم والعلہ المادیہ منھم ای من شعاعھم و ظلھم والعلہ الصوریہ بھم علی حسب قوابل الاشیاء من خیر وشر والعلہ الغایہ ھم لان الاشیاء خلقت لاجلھم"

یعنی علت فاعلی بھی وہی یعنی محمدؐ و آل محمدؐ ہیں' یعنی انہوں نے ہی ساری کائنات کو خلق کیا ہے اور علت مادی بھی وہی ہیں۔ یعنی جو کچھ بھی خلق ہوا وہ ان کے ہی مادہ سے خلق ہوا اور مادہ سے مراد ان کی شعاع ہے اور ان کا سایہ ہے' اور اشیاء میں خیر و شرؔ میں قابلیت کے اعتبار سے کائنات کی علت صوری بھی وہی ہیں اور وہی کائنات کی علت غائی ہیں کیونکہ ساری کائنات انہیں کے لئے خلق ہوئی ہے۔

شیخ احمد احسائی نے اپنے اس بیان میں مادہ کے معنی مراد لینے کے لئے شعاع اور ظل کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یعنی ساری مخلوق صرف ان کی شعاعوں سے ہی پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ ان کے سایہ سے بھی پیدا ہوئی ہے جو اندھیرا تھا۔ شعاعوں سے تو تمام مخلوق کے مومن پیدا ہوئے اور سایے یا اندھیرے سے کافر و منافق پیدا ہوتے۔ اور انسان سے لے کر جمادات تک جتنی مخلوق ان کی شعاعوں سے پیدا ہوئی ان سب کو وہ شیعہ کہتا ہے۔ تفصیل اس کی آگے آئے گی۔

یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ جب مومن پیدا ہی شعاعوں یا

روشنی سے ہوئے اور کافر و منافق پیدا ہی سائے یا اندھیرے سے ہوئے تو پھر ان کا کیا قصور؟ اور جزا و سزا کیسی؟ لہٰذا عدل باری تعالیٰ کا عقیدہ ختم اور یہ عقیدہ جبر ہے اور کفر ہے۔

نمبر2: مقام دوم۔ سبیل اعظم سے مراد شعاع ایجاد۔

شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۱۸۸ پر سطر ۲۴ سے آگے زیارت جامعہ کے الفاظ "انتم السبیل الاعظم والصراط الاقوام" کی تشریح میں علامہ مجلسی کی شرح کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے۔

"قال الشارح رحمۃ اللہ علیہ فان طریق منا بعتھم فے العقائد والاعمال اقوم الطریق"

یعنی شارح مجلسی رحمتہ اللہ علیہ نے تو یہ کہا ہے کہ "انتم السبیل الاعظم والصراط الاقوام" سے مراد یہ ہے کہ عقائد و اعمال میں آئمہ علیہم السلام کی اتباع اور پیروی اقوم الطریق یعنی سب سے زیادہ سیدھا راستہ ہے۔

اس کے بعد شیخ اس فقرہ کی شرح میں "سبیل الاعظم" کے معنی اپنے فلسفہ کے مطابق یوں بیان کرتا ہے۔

"اقول قولہ علیہ السلام انتم السبیل الاعظم یرید انھم علیھم السلام سبیل اللہ الی خلقہ ای طریقہ الی جمیع خلقہ فی کل ایجاد او تکلیف فلا یوجد شیا ولا یمد شیا بما لہ او بما بہ لمن دونہ الا بواسطھم فھم سبیل الایجاد والفیض من فعل اللہ سبحانہ فلا یستمد شئی من الحق فی صدور او فی بقاء الا بھم و منھم و لھم کما لا یستمد شی من اشعۃ السراج من فعل النار فی صدور او بقاء بالشعلۃ المرئیۃ و منھا و لھا کذالک ھم علیھم السلام"

ترجمہ:۔ یعنی امام علیہ السلام نے زیارت جامعہ میں آئمہ علیہم السلام

کے لئے جو یہ فرمایا ہے کہ "انتم السبیل الاعظم" اس سے امام علیہ السلام کی مراد یہ ہے کہ آئمہ علیہم السلام تمام خلق کے لئے شریعت میں بھی اور پیدا کرنے اور ایجاد کرنے میں بھی اللہ کی طرف سے سبیل ہیں۔ یعنی ہر چیز کے خلق ہونے میں بھی اور امور شریعت میں بھی تمام مخلوق کے لئے وہی وسیلہ و واسطہ ہیں۔ پس کوئی بھی چیز ایجاد نہیں ہو سکتی اور نہ ہی کوئی چیز کسی سے مدد حاصل کر سکتی ہے مگر آئمہ علیہم السلام کے واسطے سے۔ پس وہی اللہ کے فعل سے ایجاد و فیض میں سبیل ہیں پس کوئی بھی چیز اپنے صدور و بقا کے لئے امداد حاصل نہیں کر سکتی لیکن اس کی علت فاعلی' علت مادی اور علت غائی آئمہ علیہم السلام ہی ہیں۔ جس طرح سے کوئی بھی چیز اپنے وجود یا بقا کے لئے آگ کے فعل سے چراغ کی شعاعوں کے ذریعہ مدد حاصل نہیں کر سکتی لیکن چراغ کے ظاہری شعلہ کے ذریعہ اور اسی طرح آئمہ علیہم السلام ہیں۔

قارئین محترم سبیل کے معنی لغت میں راستہ کے ہیں اور "ابن السبیل" مسافر کو کہتے ہیں اسی لئے علامہ مجلسی نے اس کی شرح میں یہ فرمایا تھا کہ عقائد و اعمال میں آئمہ علیہم السلام کی پیروی سب سے زیادہ سیدھا راستہ ہے۔

لیکن شیخ احمد احسائی نے اس کے معنی و مراد اپنے فلسفہ کے مطابق کئے اور یہ کہا کہ ایجاد و خلق میں اور ہر قسم کے فیض کے حصول میں یہی واسط ہیں۔ نہ ان کے واسط کے بغیر کوئی چیز اپنے وجود و بقا کے لئے اللہ سے مدد حاصل کر سکتی ہے۔ اور نہ ہی خود اللہ کسی کی ان کے بغیر مدد کر سکتا ہے۔ اگرچہ خدا نے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۲ میں اہل ایمان کو "تعاونوا علی البر والتقوی" کے فرمان سے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا خدا کے اس حکم کے مطابق ہر مومن دوسرے مومن کی مدد کر سکتا ہے اور ہر مومن دوسرے مومن سے مدد لے سکتا ہے۔ لیکن

شیخ احمد احسائی کا یہ کہنا کہ خود اللہ بھی ان کے بغیر کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ قرآن کی مذکورہ آیت کے خلاف ہے اور مفوضہ اور غالیوں کے عقائد کو اپنے قیاسی اور خیالی فلسفہ کے ماتحت ڈھالنے کا نتیجہ ہے۔ اور شاید اسی لئے انہوں نے لوگوں کو اللہ سے کسی قسم کی مدد مانگنے کی بجائے "یا علی مدد" پر لگا دیا ہے۔ ممکن ہے یہ مطلب ابھی اچھی طرح سے سمجھ میں نہ آیا ہو لہٰذا ہمیں اس مطلب کو سمجھنے کے لئے ابھی اور آگے بڑھنا ہوگا۔

نمبر3: مقام سوم۔ علت فاعلی کے اثر کا ظہور۔

شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۱۶۶ سطر ۶ تا ۹ پر کہتا ہے کہ:

"ان حقایقھم ھی تراجمۃ مشیت اللہ فافعالھم معنی مشیت اللہ اما فی الوجود التشریعی فظاہر واما فی الوجود التکوینی فلما تقرر من ان العلۃ الفاعلیۃ یتوقف ظہور تاثیرھا علی علۃ المادیۃ والصوریۃ والغایۃ وقد تقدم انہم علیہم السلام ھم العلل الثلاث لجمیع الخلق بل الرابعۃ باعتبار توقف الظہور علیہم او انہم بھم التمکین الذی ھو علۃ القابلیات و ھو وجہ العلۃ الفاعلیۃ فلھذا قال علی علیہ السلام یوم الغدیر والجمعۃ فی ذکر خلقھم علیہم السلام قال "فجعلھم السنۃ ارادتہ" فعلھم فعل اللہ اظہر عنھم و کلامہ کلام اللہ تکلم بھم و ھکذا۔"

ترجمہ: یعنی آئمہ علیہم السلام کے حقائق مشیت اللہ کے تراجم ہیں۔ پس ان کے افعال مشیت اللہ کے معانی ہیں۔ جہاں تک وجود تشریعی کا تعلق ہے تو یہ بات تو ظاہر ہے۔ رہی وجود تکوینی کی بات تو کیونکہ یہ بات مقرر ہو چکی ہے کہ علت فاعلی کے اثر کا ظہور علت مادی اور علت صوری اور علت غائی کے اوپر موقوف ہے۔ اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ آئمہ علیہم السلام ہی تمام مخلوق کے لئے یہ تینوں علتیں ہیں۔ کیونکہ ظہور

کے ان پر موقوف ہونے کے اعتبار سے چوتھی علت فاعلی بھی وہی ہیں جیسا کہ امام علی علیہ السلام نے غدیر کے دن اور جمعہ میں اپنی خلقت کے بارے فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کو اپنے ارادے کی زبان بنایا ہے۔

پس ان کا فعل اللہ کا فعل ہے اللہ نے اپنا فعل ان کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے۔ اور ان کا کلام اللہ کا کلام ہے۔ اور اللہ نے ان کی زبان سے کلام کیا ہے۔

اب اس مقام پر شیخ نے جو یہ کہا ہے کہ اللہ نے اپنا فعل ان کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہے اور ان کا کلام اللہ کا کلام ہے۔ اور اللہ نے ان کی زبان سے کلام کیا ہے۔ یہ سب باتیں کس طرح ہیں ان کو سمجھنے کے لئے اور دوسرے مقامات کی سیر کرنی پڑے گی۔

نمبر4: مقام چہارم۔ عضد کے معنی مادہ۔

ہر چند کے عضد کے معنی لغت میں مددگار کے ہیں۔ لیکن شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۱۳ سطر ۲۳ تا ۲۶ پر یوں کہتا ہے:

"و معنی انہ سبحانہ اتخذھم اعضاداً لخلقہ ان الشی لا یتقوم الا بمادتہ و صورتہ لتوقف وجودہ علی العلۃ المادیۃ والعلۃ الصوریۃ و لما خلق اللہ محمداً صلی اللہ علیہ و آلہ سراجا منیراً اشرق نورہ حتی ملا العمق الاکبر فخلق اللہ مواد الاشیاء غیبہا و شہادتہا مادیہا و غیر مادیہا و جواہرہا و اعراضہا من نور محمد ﷺ و لما خلق اللہ علیا قمراً منیرا اشرق نورہ حتی ملا العمق الاکبر فخلق سبحانہ صور الاشیاء غیبہا و شہادتہا مادیہا و غیر مادیہا و جواہرہا و اعراضہا من نور علی علیہ السلام فالمادۃ ھی الاب والصورۃ ھی الام والی ھذا اشار علیہ السلام انا و علی ابوا ھذہ الامۃ"

یعنی اس کا معنی کہ اللہ سبحانہ نے آئمہ علیہم السلام کو اپنی مخلوق کے لئے اعضاد بنایا ہے یہ ہے کہ کوئی چیز بغیر مادہ اور صورت کے نہیں بن سکتی کیونکہ ہر چیز کا وجود علت مادی اور علت صوری پر موقوف ہے۔ اور چونکہ اللہ سبحانہ نے محمدؐ کو سراج منیر بنا کر پیدا کیا ہے لہٰذا خدا نے محمد ﷺ کے نور کو چمکایا۔ یہاں تک کہ اس سے عمق اکبر پر ہو گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کا مادہ خواہ وہ شے غائب ہو یا حاضر۔ مادی ہو یا غیر مادی خلق کیا ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے علی علیہ السلام کو قمراً منیرا بنا کر پیدا کیا ہے تو خدا نے علی علیہ السلام کے نور کو چمکایا یہاں تک کہ اس سے عمق اکبر پر ہو گیا۔ پس اللہ نے تمام اشیاء کی صورتیں خواہ وہ شے غائب ہو یا حاضر مادی ہو یا غیر مادی جوہر ہو یا عرض علی علیہ السلام کے نور سے خلق کی ہیں پس مادہ تو باپ ہے اور صورت ماں ہے اور اسی بات کی طرف پیغمبر نے اشارہ فرمایا ہے کہ میں اور علی اس امت کے باپ ہیں۔

معلوم نہیں جب شیخ کے نزدیک مادہ باپ ہے اور صورت ماں۔ اور پیغمبر نے یہ فرمایا تھا کہ ہم دونوں اس امت کے باپ ہیں تو ان دونوں باتوں میں کیا مطابقت ہے اور کیا مناسبت ہے۔

اگرچہ پیغمبر گرامی کے اس ارشاد کا مطلب بالکل سادہ اور صاف تھا کہ جس طرح باپ کی عزت و توقیر اور اطاعت و فرمانبرداری اولاد پر فرض ہے اسی طرح میری اور علی کی عزت و توقیر اور اطاعت و فرمانبرداری میری امت پر فرض ہے۔ لیکن شیخ اسے بھی کھینچ کر علت مادی اور علت صوری بنا کر ایجاد و خلق کی طرف لے گیا ہے۔ اور شیخ نے ہر جگہ اسی طرح تک بندی کی ہے۔

بہرحال ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ ان دونوں کا نور کیسے چمکا اور ان کے نور سے عمق اکبر کیسے پر ہوا۔ اور پھر ہر مادی اور غیر مادی شے ان کے نور سے کیسے خلق ہوئی۔

نمبر5: مقام پنجم- علل اربعہ کا بیان

شیخ احمد احسائی شرح زیارت میں صفحہ ۳۸۱ پر کہتا ہے کہ:

"اما الممکنات فلما تقدم لما اشرنا الیہ من ان جمیع الکائنات انما تکونت باربع علل

الاولی: العلۃ الفاعلیۃ وھی انما تقومت بھم لانھم محال مشیت اللہ والسنۃ ارادتہ

واما الثانیۃ: فالعلۃ المادیۃ وکل مکون انما خلق من فاضل انوارھم لان فاضل انوارھم ای شعاعھا ھو الوجود المقید الذی خلق منہ مادۃ کل مکون وھذا معنی قول الحجۃ فی دعا شھر رجب اعضاد یعنی ان اللہ اتخذھم اعضادا لخلقہ اشار علیہ السلام بذالک الی مفھوم قولہ تعالی و ما کنت متخذ المضلین عضدا یعنی انی انما اتخذت الھادئین عضدا و ھو عضد الخلق کما اتخذ النجار الخشب عضدا لعمل السریر فافھم وقد تقدم ھذا المعنی مکررا فراجع

والثالثۃ: العلۃ الصوریۃ لان اللہ سبحانہ خلق صور المکونات من اشباح صورھم...

والرابعۃ: العلہ الغائیۃ ولولاھم لم یخلق اللہ شیا من خلقہ وانما خلقھم لاجلھم فکل من سواھم من الخلق لھم فانظر الی خیرھم الواصل الی کل واحد من الخلق فی اصل تکونہ و اما الممکنات فکل واحد منھا لانہ بما فیہ ھو من الفقر بجناب الغنی الحمید سبحانہ و تعالی و ھم ذالک الجناب المنیع والشان الرفیع کما فی دعائہ: الھی وقف السائلون ببابک ولاذ الفقراء بجنابک وھذا کلہ فی الوجود الذی ھو ظاہر الشی۔"

ترجمہ: "جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں تمام کائنات علل اربعہ کے ذریعہ سے پیدا ہوئی ہے۔

اول! علت فاعلی۔ یعنی محمد و آل محمد علیہم السلام تمام کائنات کے پیدا کرنے والے ہیں۔ کیونکہ وہ مشیت اللہ کا محل اور اس کے ارادے کی زبان ہیں۔

دوسری! علت مادی۔ یعنی جو کچھ بھی دنیا میں پیدا ہوا۔ وہ ان کے فاضل انوار سے ہی پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ ان کے فاضل انوار یعنی ان کی شعاعیں ہی وہ وجود مقید ہے جس سے کل کائنات اور کل مخلوق کا مادہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور یہی حضرت حجت علیہ السلام کی دعائے رجب میں بیان کردہ قول کا معنی ہے کہ اللہ نے ان کو اپنی مخلوق کے لئے اعضاد قرار دیا ہے۔ اس میں امام علیہ السلام نے خدا کے قول: "ما کنت متخذ المضلین عضدا" کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی میں نے ھادیوں کو عضد بنایا ہے۔ اور وہ مخلوق کے لئے عضد ہیں۔ اور عضد کا مطلب و معنی یہ ہے کہ جیسے نجار یعنی ترکھان یا بڑھئی تخت بنانے کے لئے لکڑی کو عضد بناتا ہے (یعنی تخت کے بنانے میں لکڑی استعمال کرتا ہے) پس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اور اس مطلب کی سابق میں کئی مرتبہ تکرار ہو چکی ہے لہٰذا وہاں پر رجوع کریں۔

(ہرچند کہ لغت میں عضد کے معنی مددگار کے ہیں۔ مگر شیخ نے ہر جگہ علل اربعہ کے ذیل میں عضد کا معنی مادہ ہی لیا ہے۔ یعنی اگر مادہ نہ ہو گا مثلاً لکڑی نہ ہو گی تو نجار یعنی بڑھئی تخت کیسے بنا سکتا ہے۔ پس تخت کے بنانے میں تخت کا مادہ یعنی لکڑی نجار یعنی بڑھئی کا معاون و مددگار ہے اور یہی معنی شیخ نے عضد کے ہر جگہ مراد لئے ہیں۔)

تیسری! علت صوری۔ یعنی اللہ نے تمام مخلوق کی صورتیں آئمہ علیہم السلام کی صورتوں کی اشباح سے بنائی ہیں۔

چوتھی! علت غائی- یعنی اگر وہ نہ ہوتے تو خدا کسی چیز کو بھی خلق نہ فرماتا- اور اللہ نے سب کو ان کی ہی وجہ سے خلق کیا ہے- پس جو کچھ بھی خلق میں ان کے سوا ہے وہ ان کے لئے ہے- پس کل مخلوق کو اصل تکوین میں جو ان کا خیر پہنچ رہا ہے اس کی طرف نظر کرو- اور ممکنات میں سے ہر ایک اپنے فقر کی وجہ سے جناب "غنی حمید" سبحانہ و تعالیٰ کی درگاہ میں ملتجی ہے' اور وہ جناب منیع و شان رفیع یعنی غنی حمید محمد و آل محمد علیہم السلام ہیں' جیسا کہ دعا میں مذکور ہوا ہے کہ:-

" وقف السائلون ببابک ولا ذالفقراء بجنابک وھذا کلہ فی الوجود الذی ھو الظاھر الشی-"

یعنی اے خدا سائل تیرے دروازے پر کھڑے ہیں اور فقراء نے تیری جناب میں رجوع کیا ہے- اور یہ سب خطاب اس وجود میں ہیں جو ظاہر شے ہے-

شیخ احمد احسائی کے اس بیان میں جو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں وہ یہ ہیں:-

نمبر1: محمد و آل محمد علیہم السلام ہی علل اربعہ ہیں-

نمبر2: جن لوگوں کا فلسفہ یہ تھا کہ ہر طبقہ کی مخلوق اوپر کے طبقہ سے بچے ہوئے یعنی فاضل مادے سے بنی انہوں نے تو وہ حدیث جس میں فاضل یعنی بچی ہوئی کا لفظ آیا ہے' اپنے مطلب کے لئے گھڑی تھی' لیکن شیخ نے فاضل کے معنی شعاع کے لئے' چونکہ اس نے اپنا فلسفہ شعاع کے ذریعہ سیدھا کیا ہے چنانچہ کہتا ہے کہ:

"کل مکون انما خلق من فاضل انوارھم لان فاضل انوارھم ای شعاعھا ھو الوجود المقید الذی خلق منہ مادۃ کل مکون-"

یعنی کل مخلوق ان کے فاضل انوار سے بنی اور فاضل انوار سے مراد

ان کی شعاع ہے-

نمبر3: فقر و احتیاج کا مفہوم یہ ہے کہ ہر شے جو پیدا ہوگی وہ اپنی پیدائش میں اس مادہ کی محتاج ہے-

نمبر4: مخلوق میں سے ہر ایک اپنے فقر کی وجہ سے جناب غنی حمید سبحانہ و تعالیٰ کی درگاہ میں ملتجی ہے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مادہ ہی غنی حمید سبحانہ و تعالیٰ ہے جو ظاہر شے ہے اور ہر پیدا ہونے والا اسی کا محتاج ہے-

نمبر5: وہ جناب منیع و شان رفیع یعنی غنی حمید سبحانہ و تعالیٰ محمد و آل محمد علیہم السلام کی ذات ہے-

نمبر6: دعا کرنے والے اپنی دعاؤں میں جو یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ سائل تیرے دروازے پر کھڑے ہیں' اور فقراء نے تیری طرف رجوع کیا ہے' تو یہ وقوف اور یہ رجوع محمد و آل محمد علیہم السلام کی طرف کیا جاتا ہے- اور اے خدا کا خطاب بھی محمد و آل محمد علیہم السلام ہی سے ہے- ھذا کلہ فی الوجود الذی ھو ظاہر الشیٔ-

نمبر7: مقام ششم- کلمات اللہ کے معنی اعضاد-

شیخ احمد احسائی ماہ رجب میں ہر روز پڑھی جانے والی دعا میں وارد الفاظ کلمات کے معنی بھی اعضاد کرتا ہے' اور اعضاد کے معنی پہلے کے طرح شعاع کرتا ہے' چنانچہ شرح زیارت کے صفحہ ۸ کی سطر ۲۸ تا ۳۱ پر کہتا ہے کہ

"فتبین انھم علیھم السلام معادن لکلماتہ یعنی اعضادا لخلقہ لان العلۃ المادیۃ لجمیع الخلق ھو شعاع انوارھم فقد اتخذھم اللہ سبحانہ اعضادا لخلقہ یعنی یخلق خلقہ من شعاع انوارھم و الخلائق من الاسباب' والمسببات کلمات اللہ کما قال تعالٰی "منہ اسمہ المسیح عیسٰی بن مریم" فھم معادن لکلماتہ' وجعلھم سبحانہ ارکانا لتوحیدہ لان المقام

لا فرق بینہ و بین اللہ سبحانہ الا انہ عبدہ ھو ظھورہ للعبد بالعبد وھم علیھم السلام تلک المظاھر"

یعنی اس سے ثابت ہوا کہ آئمہ علیہم السلام اللہ کے کلمات کے معدن ہیں یعنی اس کی مخلوق کے لئے اعضاد ہیں کیونکہ تمام مخلوق کے لئے علت مادی ان کے انوار کی شعاع ہے پس اللہ نے ان کو اپنی مخلوق کے لئے عضد بنایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو ان کے انوار کی شعاع سے خلق کرتا ہے۔ اور مخلوق کا سلسلہ اسباب کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور کلمات اللہ اس کے مسببات ہیں۔ جیسے کہ خدا نے فرمایا ہے "بکلمۃ منہ المسیح ابن مریم" پس آئمہ علیہم السلام اس کے کلمات کے معدن ہیں اور اللہ سبحانہ نے ان کو اپنی توحید کے ارکان بنایا ہے۔ اللہ میں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ اس کے بندے ہیں "وھو ظھورہ للعبد بالعبد" اور وہ اللہ کا اپنے بندوں کے سامنے بندے کی صورت میں ظہور کرنا ہے۔ اور آئمہ علیہم السلام اس کے مظاہر ہیں۔

قارئین محترم ہم نے ابھی تک شیخ احمد احسائی کا اصل فلسفہ بیان نہیں کیا ہے بلکہ مذکورہ چھ مقامات نقل کر کے صرف یہ دکھایا ہے کہ دعاؤں میں واقع الفاظ ہوں یا زیارت میں واقع الفاظ ہوں، احادیث میں واقع الفاظ ہوں یا قرآن میں واقع الفاظ ہوں ان سب کا ترجمہ شیخ نے اپنے فلسفہ کے مطابق کیا ہے اور ان کے معنی کو اپنے فلسفہ کے سانچے میں ڈھالا ہے جیسا کہ "سبیل الاعظم والصراط الاقوم" کے معنی میں خود اس نے یہ لکھا ہے کہ علامہ مجلسی نے تو اس کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ عقائد و اعمال میں آئمہ علیہم السلام کی اتباع و پیروی "اقوم الطریق" ہے یعنی سب سے سیدھا راستہ ہے۔ گویا شیعہ عقیدہ کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ آئمہ علیہم السلام وہ راستہ ہیں جس کی عقائد و اعمال میں مومنین کو پیروی کرنی چاہئے اور ان کے راستے پر چلنا چاہئے۔

لیکن شیخ احمد احسائی نے اس لفظ کے معنی اپنے فلسفہ کے مطابق کئے اور یہ کہا کہ "سبیل اعظم" سے مراد یہ ہے کہ وہ پیدا کرنے اور ایجاد کرنے میں اللہ کی سبیل ہیں۔ یعنی مخلوق کے خلق کرنے میں اللہ کے وہی وسیلہ اور واسطہ ہیں۔ اور ان کے بغیر خدا کسی مخلوق کو خلق ہی نہیں کر سکتا۔

اسی طرح اس مقام پر جو لفظ کلمات آیا ہے یہ کلمہ کی جمع ہے۔ اور لغت میں کلمہ کے معنی بات کے ہیں اور اس کا معنی بالکل سادہ تھا۔ لیکن شیخ اس کے معنی بھی اپنے فلسفہ میں ڈھال کر یوں کہتا ہے کہ کلمات کے معنی اعضاد کے ہیں یعنی وہ تمام مخلوق کے لئے عضد ہیں اور عضد کے معنی اس نے شعاع کے لئے ہیں جسے اس نے یوں بیان کیا ہے کہ تمام مخلوق کے لئے علت مادی ان کے انوار کی شعاع ہے۔ یعنی وہ اپنی مخلوق کو ان کے انوار کی شعاع سے خلق کرتا ہے۔

وہ اپنی مخلوق کو آئمہ علیہم السلام کے انوار کی شعاع سے کیسے خلق کرتا ہے وہ آپ آئندہ چل کر اس کے اصل فلسفہ میں ملاحظہ کریں گے یہاں پر صرف ایک بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ شیخ یہ کہتا ہے کہ "وھو ظھورہ للعبد بالعبد" یعنی وہ اللہ کا اپنے بندوں کے سامنے بندے کی صورت میں ظہور کرنا ہے۔

نمبر 8: مقام ہشتم۔ نور کا معنی اور کلمات کی تشریح۔

کلمات کا معنی سمجھنے کے لئے شیخ کے فلسفہ کے ماتحت نور کے معنی میں بھی توجہ دینی ہو گی۔ کیونکہ وہ نور کا مفہوم بیان کرتے ہوئے شرح زیارت کے صفحہ ۱۸۳ سطر ۱۲، ۱۳ پر یوں کہتا ہے۔

"والنور ھو الظھور المنیر یعنی ان ظھور المنیر ھو النور لا ان الظھور مغایر النور لانہ لیس شی الا ظھور المنیر لکن المنیر لم یظھر بذاتہ و قیام تلک الصفۃ بموصوفھا قیام صدور لا قیام عروض کما یدل کلامھم۔"

اور نور تو صرف منیر کا ظہور ہی ہوتا ہے یعنی منیر کا نور ہی اس کا ظہور ہے۔ نور منیر کے ظہور کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ یقیناً منیر (یعنی نور دینے والی چیز) کے نور کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لیکن منیر اپنی ذات سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اور اس صفت کا قیام اپنے موصوف کے ساتھ قیام صدور ہے یعنی یہ اس میں سے صادر ہوا ہے۔ نکلا ہے۔ یہ قیام عروض نہیں ہے (کہ اسے علیحدہ سے خلق کیا ہو) جیسا کہ ان کا کلام دلالت کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی صفحہ ۱۸۳ کی سطر ۱۴، ۱۵ پر نور کی مزید تشریح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"فنور الشمس مثلًا كلمتها المتصلة المتتابعة فهو الفقير المطلق اللائذ بجناب المنير والسائل الواقف ببابه ووجهه والمرئي من المنير"

ترجمہ:- پس سورج کا نور اس کی مثال ہے، جو سورج کا کلمہ متصلہ متتابعہ ہے۔ پس وہ نور جناب منیر یعنی سورج کے سامنے فقیر مطلق ہے۔ اور وہ جناب منیر یعنی سورج کا نیازمند اور محتاج ہے، اور سورج کے دروازے پر کھڑا ہوا سائل اور اس کا چہرہ ہے، جو منیر سے دکھائی دے رہا ہے۔

شیخ نے اس مقام پر سورج کی شعاعوں کو اس کے ایسے کلمات کہا ہے، جو سورج کے ساتھ متصل اور تابع ہیں۔ اور انہیں شعاعوں کو ایسا فقیر مطلق کہا ہے، جو جناب منیر یعنی سورج کے دروازے پر کھڑے ہوئے ایسے سائل ہیں، جو ہر دم اس کی طرف مائل ہیں۔

اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام خدا کے نور میں سے کس طرح نکلے شرح زیارت کے صفحہ ۲۱۳ کی سطر ۲۷ پر جابر کی ایک روایت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"يفصل نورنا من نور ربنا كشعاع الشمس من الشمس"

یعنی ہمارا نور ہمارے رب کے نور میں سے اس طرح نکلا جس طرح سورج سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔

اور چونکہ سورج کی شعاعیں ہمیشہ سورج کے ساتھ ہی نکلتی ہیں۔ اور ہمیشہ سے سورج کے ساتھ ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ سورج ہو اور اس کی شعاعیں نہ ہوں۔ لہٰذا یہ ثابت کرنے کے لئے کہ آئمہ طاہرین کی اور پیغمبر اکرم کی طینت بھی ایک ہے، یعنی ان کی شعاعیں ایک ہی ہیں، اور یہ سب کے سب ایک ساتھ اکٹھے پیدا ہوئے ہیں، شرح زیارت کے صفحہ ۲۱۳ کی سطر ۲۹، ۳۰ پر دو حدیثیں بیان کرنے کے بعد کہتا ہے کہ:

"فذكر في الحديث الاول انهما من طينة واحد وفي الثاني انهم خلقوا منه لان المراد بكونهم معه صلى الله عليه و آله من طينة واحدة في وقت واحد من السرمد"

یعنی پہلی حدیث میں تو یہ بیان ہوا ہے کہ یہ سب کے سب ایک ہی طینت سے خلق ہوئے ہیں اور دوسری حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ یہ سب کے سب ایک ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ اکٹھے خلق ہوئے ہیں۔ کیونکہ آئمہ طاہرین کے رسول اللہ کے ساتھ اکٹھے خلق ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ طینت واحد سے خلق ہوئے ہیں اور وقت واحد میں خلق ہوئے ہیں، اور وہ سب کے سب سرمد سے خلق شدہ ہیں۔

اور اس سے پہلے اس صفحہ ۲۱۳ سطر ۱۵، ۱۶ پر طینت کے معنی بتاتے ہوئے کہتا ہے کہ طینت کے معنی شعاع کے ہیں۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔

"اقول قد ذكرنا مرارًا ان المراد لقولهم من دون ذالك او من فاضل طينتهم كذا كما في بعض الاخبار هو الشعاع و كذالك اذا قيل من نضبح كذا و من عرق كذا و قد يستعمل

النضج بمعنى الجزء والقسم والادلة الخارجة فارقة"

ترجمہ:- ہم متعدد بار یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہاں کے علاوہ اور جہاں جہاں بھی آئمہ علیہم السلام کی احادیث میں یہ آیا ہے کہ شیعہ ان کے نور سے دوسرے نور سے پیدا ہوئے یا ہماری فاضل طینت سے پیدا ہوئے اس سے مراد ان کے نور کی شعاع ہے۔ اسی طرح جہاں آئمہ علیہم السلام کی احادیث میں لفظ نضج آیا ہے یا لفظ عرق آیا ہے اس سے مراد بھی شعاع ہی ہے اور لفظ نضج (یعنی خمیر) اور لفظ فضل (یعنی بچی ہوئی) چیز جزء اور قسم کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ادلہ خارجہ اس فرق کو ظاہر کرتی ہیں۔

قارئین محترم شیخ احمد احسائی نے جن احادیث کی شرح کرتے ہوئے مذکورہ الفاظ کے اپنے فلسفہ کے مطابق معنی نکالے ہیں، ہمیں ان احادیث کی صحت اور عدم صحت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ ہی ان احادیث کے معنی و مطلب پر کچھ بحث کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ شیعہ عقیدہ کی رو سے "خلق محمدا من طینته" کا مفہوم یہ ہوگا کہ خدا نے محمدؐ کو اپنی پیدا کردہ طینت سے خلق فرمایا، جیسے قرآن میں "نفخت فیه من روحی" سے مراد اللہ کی پیدا کردہ روح ہے۔ نہ کہ اللہ میں سے نکلی ہوئی روح۔ یا اللہ کی اپنی روح۔ اسی طرح طینتہ میں اس کی طینت سے مراد بھی اس کی پیدا کردہ طینت ہے۔ نہ کہ اس کی اپنی طینت۔ اور طینت کا معنی بھی وہ ہے جو لغت میں ہے یعنی خلقت و جبلت و سرشت۔ نہ کہ شیخ کے فلسفہ میں کام آنے والی شعاع۔

بہرحال اگر یہ احادیث صحیح بھی ہوں تو بھی ان احادیث سے شیخ احمد احسائی نے وہ معنی مراد نہیں لئے جو ان الفاظ کے لغت کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔ اور حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ بلکہ اس نے ان کے معنی اپنے قیاسی اور خیالی فلسفہ کے مطابق مراد لئے ہیں۔ مثلاً لفظ نضج، لفظ فاضل، لفظ طینت اور لفظ عرق کے معنی کسی بھی لغت کی کتاب میں

شعاع کے نہیں ہیں مگر چونکہ اس کا فلسفہ خدا میں سے نکلی ہوئی شعاع سے شروع ہوتا ہے، جو خدا میں سے اس طرح نکلی جس طرح سورج سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ لہٰذا آئمہ طاہرین کی روایات میں جہاں جہاں لفظ نضج، لفظ فاضل، لفظ طینت اور لفظ عرق وغیرہ آیا ہے ان کے بارے میں وہ یہ کہتا ہے کہ اس سے مراد ان کی شعاع ہے۔ پس طینت واحد سے مراد شعاع واحد ہے اور وقت واحد کا تعین شیخ کے نزدیک سرمد ہے۔

اور جب خدا کو شعاعوں والا مان لیا تو جب سے خدا ہے اسی وقت سے اس کی شعاعیں بھی ہیں اور چونکہ خدا قدیم و ازلی اور باقی و ابدی ہے جس کے مجموعہ کا نام سرمد ہے تو اس کی شعاعیں بھی قدیم و ازلی اور باقی و ابدی ہوں گی۔

اگرچہ شعاعوں کے فلسفہ کا لازمی نتیجہ یہی ہے۔ کہ اس کی شعاعیں بھی قدیم و ازلی اور باقی و ابدی ہوں۔ لیکن شیخ نے بالفاظ واضح بھی یہی نظریہ پیش کیا ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام سرمدی ہیں۔

اور ہم یہ بات عقائد اسلامی کے بیان میں علامہ حلی کے باب حادی عشر سے فاضل مقداد کی شرح میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ خداوند تعالیٰ قدیم و ازلی اور باقی و ابدی ہے اور یہ چاروں باتیں جس ذات میں جمع ہوں اس کو "سرمد" کہتے ہیں۔ اور یہ بات مسلمہ اہل اسلام ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو قدیم و ازلی اور باقی و ابدی یعنی "سرمد" کہنا کفر ہے اور خدا کے سوا کسی کو بھی "سرمدی" کہنے والا کافر ہے۔

ہم اس مقام پر شعاع کے مسئلہ کو اور آگے بڑھانے سے پہلے مولانا حسین بخش صاحب جاڑا کی کتاب لمعۃ الانوار کی چند سطریں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

مولانا حسین بخش صاحب جاڑا کا فتویٰ

مولانا حسین بخش صاحب جاڑا اپنی کتاب لمعۃ الانوار کے صفحہ نمبر ۲۵۷ سطر ۱۱ تا ۱۷ پر پیغمبر اکرم ﷺ کی خلقت نوری کے بیان میں احادیث نور کی توضیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"بعض احادیث میں اس کی تعبیر تمثیل کے رنگ میں ہے۔ کہ ہمارا نور اللہ کے نور میں سے اس طرح ہے۔ جس طرح شعاع سورج سے پھوٹتی ہے۔ ہم صوفیا کے فرقے سے متفق نہیں ہیں۔ جو وحدت الوجود کے قائل ہیں۔ اور یہ حدیث اسی وحدت الوجود کے نظریہ کو ہی ثابت کرتی ہے کیونکہ شعاع کا سورج کے جسم کے علاوہ اور کوئی وجود نہیں ہے۔ وجود صرف ایک سورج کا ہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام شمس توحید کی شعاعیں ہیں۔ تو وحدت وجود کا نظریہ قائم ہو جائے گا۔ اور وہ قطعاً غلط ہے۔ بلکہ کفر صریح ہے۔"

مولانا حسین بخش صاحب جاڑا نے واضح طور پر اور پوری قاطعیت کے ساتھ کہا ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور کا خدا کے نور سے اس طرح نکلنا جس طرح سے سورج سے اس کی شعاعیں نکلتی ہیں وحدت وجود کا نظریہ ہے اور وہ قطعاً غلط اور کفر صریح ہے۔

لیکن شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ ۲۱۳ پر یہی نظریہ پیش کیا ہے جس کا بیان سابق میں گذر چکا۔ لہذا مولانا حسین بخش صاحب جاڑا کا لمعۃ الانوار کا مذکورہ بیان شیخ احمد احسائی کے خلاف کفر صریح کا فتویٰ ہے۔

اور مولانا حسین بخش صاحب کا یہ بیان یا یہ فتویٰ ہم نے یہاں اس لئے نقل کیا ہے چونکہ "ایک پر اسرار جاسوسی کردار" میں ہم نے علمائے شیعہ کے جتنے فتوے نقل کئے تھے ان میں یہ رہ گیا تھا۔ اب ہم اسے یہیں

پر چھوڑتے ہیں اور پھر دوبارہ شیخ کے مادہ کے بیان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شیخ کے نزدیک کوئی چیز مادہ کے بغیر خلق نہیں ہو سکتی

محترم قارئین۔ اے شیعان پاکستان۔ اے مومنین پاک طینت ذرا غور کریں۔ اور ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کریں۔ کیا آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام مخلوق ہیں؟ اور جب آپ کا یہ عقیدہ ہے اور یقیناً ہے! تو پھر شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت کے صفحہ نمبر ۳۴۳ سطر ۱۴ کے اس بیان پر غور کریں جہاں پر وہ یہ کہتا ہے کہ:

"کیف یکون مخلوق ولا مادۃ لہ بل لا بد من مادۃ"

یعنی کوئی بھی مخلوق وجود میں آ ہی نہیں سکتی جب تک کہ اس کا مادہ نہ ہو۔ اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ کوئی مخلوق ہو اور اس کا مادہ نہ ہو۔ بلکہ ناگزیر ہے یہ امر کہ ہر مخلوق کسی مادہ سے ہی خلق ہوئی ہو۔

محمد و آل محمد علیہم السلام کس مادہ سے خلق ہوئے؟

اے شیعان پاکستان آپ یقیناً یہ مانتے ہیں کہ محمد و آل محمد علیہم السلام مخلوق ہیں۔ اور شیخ یہ کہتا ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی مخلوق ہو اور اس کا مادہ نہ ہو۔ پس محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے بھی ناگزیر ہے یہ بات کہ ان کا بھی کوئی مادہ ہو۔ لہذا اب آپ یہ دیکھیں کہ شیخ احمد احسائی محمد و آل محمد علیہم السلام کا مادہ کسے کہتا ہے۔

وہ اپنی کتاب شرح زیارت کے صفحہ ۳۴۳ سطر ۱۳، ۱۴ پر کہتا ہے۔

"فلا یکون شی الا و لہ مادۃ و صورۃ و وقت و مکان الا الواحد الحق تعالٰی فان وقتہ ذاتہ و مادتہ عین ذاتہ"

یعنی کوئی شے موجود ہو ہی نہیں سکتی سوائے اس کے کہ اس کا مادہ بھی ہوتا ہے اور اس کی صورت بھی ہوتی ہے اور وقت بھی ہوتا ہے اور مکان بھی ہوتا ہے۔ سوائے خدائے واحد کے کیونکہ اس کی ذات ہی وقت ہے۔ اور اس کا مادہ اس کی عین ذات ہے۔

اے شیعان پاکستان ذرا غور کیجئے کہ شیخ احمد احسائی نے کس صفائی کے ساتھ مادئین کے مادہ کو مسلمانوں کا خدا بنا دیا ہے۔

شیعہ بھی محمد و آل محمد علیہم السلام سے اسی طرح نکلے جس طرح سورج سے شعاعیں نکلتی ہیں

شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ ۲۱۳ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا بیان سابق میں گذر چکا ہے اب یہ ملاحظہ ہو کہ وہ شرح زیارت میں صفحہ ۱۹۳ پر شیعوں کی خلقت کے بیان میں چند احادیث پیش کرنے کے بعد سطر ۱۹ تا ۲۰ پر کہتا ہے کہ:

"اقول الاحادیث فی هذه المعانی کثیرة و هو ان المومن خلق من نورهم و انما سمے شیعیا لانه خلق من شعاع نورهم انهم متصلون بهم کما اتصل الشعاع بالشمس"

یعنی میں یہ کہتا ہوں کہ اس مطلب پر احادیث کثیر وارد ہوئی ہیں کہ مومن آئمہ علیہم السلام کے نور سے خلق ہوئے ہیں۔ اور شیعوں کو شیعہ کہا ہی اس لئے گیا ہے کہ وہ آئمہ علیہم السلام کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی شعاع آئمہ علیہم السلام کے نور کے ساتھ اس طرح سے متصل تھی جس طرح سورج کی شعاع سورج کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔

قارئین محترم کیا آپ شیخ کا مطلب سمجھ گئے ہیں۔ نہیں سمجھے تو پھر سمجھ لیں کہ شیعہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شعاع ہیں۔ اور ان کی شعاع نور محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے اس طرح نکلی جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ اور محمد و آل محمد علیہم السلام شعاع ہیں خدا کے نور کی اور ان کی شعاعیں بھی اللہ کے نور میں سے اسی طرح نکلی ہیں جس طرح سورج میں سے شعاعیں نکلتی ہیں۔ اور مولانا حسین بخش صاحب کا فیصلہ آپ ملاحظہ کر چکے کہ یہ وحدت الوجود ہے' اور وحدت الوجود کفر صریح ہے۔

شیعہ سے مراد صرف شیعہ انسان نہیں بلکہ تمام مخلوق مراد ہے

قارئین محترم اوپر کے بیان میں شیخ نے جو یہ بات کہی ہے کہ شیعہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور کی شعاع ہیں اور وہ ان کے نور میں سے اس طرح نکلے ہیں جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو شیعہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ ان کے نور کی شعاع ہیں' تو اس شعاع سے بنے ہوئے شیعہ سے مراد اس کی شیعہ انسان نہیں ہے۔ بلکہ اس سے اس کی مراد مخلوق کے تمام طبقات ہیں' جو ان کے نور ہی کی شعاع سے پیدا ہوئے ہیں۔ (مثلاً تمام شیعہ انسان' تمام شیعہ جن' تمام شیعہ فرشتے' تمام شیعہ حیوانات خیر یعنی شیعہ گھوڑے' شیعہ خچر' شیعہ گدھے' شیعہ مرغی' شیعہ کبوتر' شیعہ بیل' شیعہ بھینس' شیعہ بکری وغیرہ اور شیعہ نباتات عذبہ یعنی شیعہ کیکر' شیعہ امرود' شیعہ سیب' شیعہ خربوزہ' شیعہ تربوز' شیعہ شلغم' شیعہ باجرہ وغیرہ اور شیعہ جمادات طیبہ یعنی شیعہ لوہا شیعہ تانبہ شیعہ پیتل' شیعہ پتھر وغیرہ) یہ سب کے سب محمد و آل محمد کے نور کی شعاع سے خلق ہوئے ہیں' لہذا شیعہ ہیں۔

قارئین محترم روسائے شیخیہ اور پیروان شیخ یہ کہتے ہیں کہ شیخ احمد

احسائی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کے بڑے فضائل بیان کیے حالانکہ اگر آپ ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کریں تو آپکو معلوم ہو گا کہ انہوں نے محمد و آل محمد علیہم السلام کی بڑی صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ توہین اور سخت ہتک کی ہے اور شیعان پاکستان میں سے بہت سوں کو فضائل آل محمد علیہم السلام کا جھانسہ دے کر خود شیعوں کو مخمل میں لپیٹ لپیٹ کر لتر لگائے ہیں اور انہیں بڑی خوبصورتی کے ساتھ گالیاں نکالی ہیں اور اس بات کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ یہاں پر صرف شیعہ کے طبقات کا بیان ملاحظہ ہو کہ:

شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۲۱۱ سطر ۱۴ تا ۱۷ اپر یوں رقم طراز ہے کہ۔

"و کان قد خلقهم من نوره ای اول نور احدثه و ارتضاه و نسبه الیه تشریفا و لم یخلق نوراً غیره الا منه ای من اشعته کشیعتهم و محبیهم من الانس و الجن والملائکه و سائر الحیوانات الخیرة و النباتات العذبه والجمادات الطیبه او عنه ای من عکوس اشعته و هی اظلتها و ظلمات نفوسها کاعدائهم و اتباع اعدائهم من الانس و الجن و الشیاطین و سائر الحیوانات الشریرة والنباتات المره والحامضه والمسوسته والجمادات الخبیثه والسبخه الخ"

ترجمہ:- اور خداوند تعالیٰ نے آئمہ علیہم السلام کو اپنے نور سے خلق کیا ہے یعنی سب سے پہلا نور جو اس نے پیدا کیا اور اسے پسند کیا اور اس کے شرف کی وجہ سے اپنی طرف منسوب کیا۔ اس نور کے سوا اور کوئی نور خدا نے خلق نہیں کیا۔ لیکن اور جو بھی نور خدا نے خلق کیا وہ اسی نور سے خلق کیا یعنی اس کی شعاعوں سے۔ جیسے کہ شیعہ اور محب انسانوں سے اور جنوں سے اور ملائکہ سے اور حیوانات خیر سے اور نباتات عذبہ سے اور جمادات طیبہ سے۔ یا ان کی شعاعوں کے عکسوں یعنی سایوں اور اندھیرے

سے ان کے دشمنوں اور دشمنوں کے پیرو یعنی انسانوں، جنوں، شیاطین تمام شریر حیوانات، کڑوی و کسیلی اور خراب نباتات، اور خبیث جمادات کو پیدا کیا۔

شیخ کے اس بیان میں "الواحد لا یصدر عنه الا الواحد" یعنی ایک چیز میں سے صرف ایک ہی چیز نکل سکتی ہے کا یونانی فلسفہ ہی بیان ہوا ہے جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ:

اس نور کے سوا اور کوئی نور خدا نے خلق نہیں کیا۔ اور اس کے بعد جو بھی نور خلق کیا وہ اسی نور سے خلق کیا یعنی اس کی شعاعوں سے۔ اور اس بات کا کفر ہونا بیان ہو چکا۔

شیخ کے اس بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ہر نوع کے شیعہ تو ان کی شعاع سے پیدا ہوئے لیکن ہر نوع کے کفار و اعداء دین ہر نوع کے سایے اور اندھیرے سے پیدا ہوئے۔ پس جب شیعہ شعاع سے پیدا ہوئے۔ اور اعداء دین و کفار عکس یا سایے اور اندھیرے سے پیدا ہوئے۔ تو جزا و سزا کے سلسلہ میں یہ عقیدہ جبر ہوا۔ کیونکہ جب انہیں خلق ہی اندھیرے سے کیا ہے تو وہ روشنی سے پیدا ہونے والی مخلوق والا عمل کیسے کر سکتے تھے۔ پس یہ عقیدہ جبر ہے، اور جبر کفر ہے، اور خلاف عدل ہے۔ اور جس طریقہ سے شیخ نے شعاعوں سے اس تمام مخلوق کی خلقت کا بیان کیا ہے، وہ وحدت الوجود کا نظریہ ہے، جو مسلمہ طور پر کفر ہے۔ لہٰذا شیخ کا فلسفہ اور نظریہ و عقیدہ "ظلمات فوقها ظلمات" کفر بالائے کفر ہے۔

مجھے ہنسی آتی ہے ان لوگوں کی باتوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ شیخ نے کفر کی کون سی بات کہی ہے؟ لیکن جو شخص شیخ کی کتابوں پر اور اس کے بیان کردہ مطالب پر مطلع ہے، وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ شیخ نے کوئی بات ایسی کہی ہی نہیں جو کفر نہ ہو۔

شیعوں کو جس طینت سے خلق کیا گیا اس میں کسی کا حصہ نہیں سوائے انبیاء کے

شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۲۸ سطر ۹ تا ۱۳ پر رقم طراز ہے۔

"قد تقدم من احادیثهم ما یدل علی ان الطینة التی خلقوا منها لم یکن لاحد من الخلق فیها نصیب ثم خلق من فاضل طینتهم ای من شعاعها کما نبهنا علیه سابقا خلق من ذالک طینة شیعتهم و لم یجعل لاحد فیما خلق منه شیعتهم نصیبًا الا الانبیاء والاحادیث فی ذالک متکثرة جداً و یدل علی هذا قوله تعالیٰ "و ان من شیعته لابراهیم" الذی هو من افاضل اولی العزم من شیعة علی علیه السلام بنص الاحادیث الکثیرة و قد دلت احادیثهم ان شیعتهم خلقوا من شعاع نورهم۔ قال امیر المومنین علیه السلام اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله قال ابن عباس کیف ینظر بنور الله قال علیه السلام لانا خلقنا من نور الله و خلق شیعتنا من شعاع نورنا فافهم"

ترجمہ :- آئمہ علیہم السلام کی وہ احادیث بیان کی جا چکی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ طینت جس سے آئمہ طاہرین کو خلق کیا گیا۔ اس طینت میں اور کسی کا حصہ نہیں ہے۔ پھر آئمہ علیہم السلام کی فاضل طینت سے یعنی ان کی شعاعوں سے۔ جیسا کہ ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں۔ اس طینت سے ان کے شیعوں کو خلق کیا گیا اور جس طینت سے ان کے شیعوں کو خلق کیا گیا اس طینت میں کسی اور مخلوق کا کوئی حصہ نہیں ہے

سوائے انبیاء کے۔ اور اس بارے میں بھی بکثرت احادیث ہیں اور اس بات کے اوپر خداوند تعالیٰ کا قول کہ :"و ان من شیعته لابراهیم" (یعنی ابراہیمؑ ان کے شیعوں میں سے ہیں) دلالت کرتا ہے۔ اور آئمہ علیہم السلام کی احادیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ ان کے شیعہ ان کے نور کی شعاع سے خلق ہوئے ہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ ابن عباس نے پوچھا کہ مومن اللہ کے نور سے کیسے دیکھتا ہے تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ کیونکہ ہم تو اللہ کے نور سے خلق ہوئے ہیں اور ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاع سے خلق کئے گئے ہیں فافہم۔

قارئین محترم! اس عنوان کا مقابلہ سابقہ عنوان سے کریں۔ اور لفظ شیعہ کے تمام طبقات میں عموم پر غور کرتے ہوئے خود فیصلہ کریں کہ شیخ کیا کہہ رہا ہے۔ کیونکہ اب یہ حقیر اس بات کو لکھنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

اس حقیر نے شیخ کے لفظ شیعہ کے عموم کی تشریح کرتے ہوئے تو شیعہ گدھے شیعہ گھوڑے وغیرہ تو بادل ناخواستہ لکھ دیا تھا مگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں شیخ نے جو کچھ لکھا ہے اس کے لکھنے کے لئے ہم نے قلم روک لیا ہے۔

محمد و آل محمد علیہم السلام علت فاعلی اور علت مادی کس طرح ؟

شیخ احمد احسائی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کے علت فاعلی اور علت مادی ہونے کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے۔ ان سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آگئی ہے کہ شیخ نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو اس لئے علت مادی قرار دیا ہے چونکہ اس کے نزدیک تمام مخلوق محمد و آل محمدؐ کے نور کے

فاضل سے پیدا ہوئی ہے۔ اور ہر چند کہ فاضل کے معنی زائد اور بچی ہوئی کے ہیں' اور جن روایات میں یہ لفظ آیا ہے وہ قدیم فلاسفہ کے نظریہ کے مطابق گھڑی گئی تھیں۔ چونکہ وہ ہر طبقہ کی خلقت کو اوپر کے طبقہ کے مادہ سے بچے ہوئے حصہ سے خلق ہونے کے ہی قائل تھے۔ اور اسی وجہ سے حجتہ الاسلام آیت اللہ فی الانام مرجع عالیقدر شیعان جہاں مرزا محمد حسین المرعشی الشہر ستانی نے اپنی کتاب "تریاق فاروق" میں محمد و آل محمد علیہم السلام کے علت مادی ہونے کو رد کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اگر ایک لکڑی سے دروازہ بنایا جائے' اور جو لکڑی دروازہ بنانے سے بچ جائے اس سے کھڑکی بنائی جائے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ دروازہ کھڑکی کی علت مادی ہے۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ دونوں ہی چیزیں لکڑی سے بنی ہیں۔

لیکن شیخ یہ کہتا ہے کہ بیشک چاہے فاضل کے معنی لغت میں زائد اور بچی ہوئی کے ہی ہوں لیکن میرے نزدیک فاضل کے معنی زائد یا بچی ہوئی کے نہیں ہیں۔ کیونکہ میرا فلسفہ شعاع کے معنی کرنے سے سیدھا ہوتا ہے۔ لہذا میرے نزدیک فاضل سے مراد ان کے نور کی شعاع ہے۔ حالانکہ جنہوں نے یہ بکثرت احادیث گھڑی تھیں ان کا فلسفہ فاضل کا اصل معنی زائد اور بچی ہوئی کے مطابق ہی درست بیٹھتا تھا' جیسا کہ آگے ان دونوں فلسفوں کا مقابلہ کرنے پر معلوم ہو گا۔

لیکن شیخ کا فلسفہ فاضل کا معنی طینت کا معنی نغ کا معنی عرق کا معنی شعاع کرنے سے ہی سیدھا ہوتا ہے۔ لہذا اس کے نزدیک فاضل سے مراد ان کے نور کی شعاع ہے' اور سارے شیعہ ان کے نور کی شعاع سے خلق ہوئے ہیں' اور وہ شیعہ' مخلوق کی ہر نوع میں سے ہیں۔ یعنی شیعہ انسان' شیعہ جن' شیعہ فرشتے' شیعہ حیوانات' شیعہ نباتات اور شیعہ جمادات۔ اور ساری مخلوق کو شیخ نے اسی وجہ سے شیعہ کہا ہے' کیونکہ یہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور کی شعاعوں میں سے اسی طرح سے نکلی ہے جس طرح سورج

میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ پس جس طرح سورج شعاعوں کی علت مادی ہے' اسی طرح محمد و آل محمد علیہم السلام تمام مخلوق کی علت مادی ہیں۔ اور چونکہ سورج شعاعوں کا پیدا کرنے والا ہے لہذا سورج اپنی شعاعوں کو پیدا کرنے کی وجہ سے علت فاعلی بھی ہے۔ یعنی سورج ان شعاعوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اسی طرح چونکہ تمام مخلوق آئمہ علیہم السلام کی شعاعوں سے پیدا ہوئی ہے' اور وہ شعاعیں محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور سے پیدا ہوئی ہیں' پس ان شعاعوں کا پیدا کرنے والا محمد و آل محمد کا نور ہے' لہذا محمد و آل محمد علیہم السلام علت فاعلی بھی ہیں۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ محمد و آل محمد علیہم السلام اس طرح بھی ساری مخلوق کی علت فاعلی اور علت مادی نہیں کہلا سکتے۔ چونکہ شیخ نے جس حدیث کا سہارا لیا ہے اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاعیں ہیں اور وہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور میں سے اس طرح نکلے ہیں جس طرح سورج سے شعاعیں نکلتی ہیں وہاں خود اپنے نور کے بارے میں بھی یہی کہا ہے کہ ہمارا نور ہمارے رب کے نور میں سے اس طرح نکلا ہے جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔

پس جب خدا کے نور میں سے سورج کی شعاعوں کی طرح شعاعیں نکلیں تو اس سے محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور بنا اور پھر محمد و آل محمد کے نور میں سے سورج کی شعاعوں کی طرح شعاعیں نکلیں اور اس سے ساری مخلوق کے شیعوں کا نور بنا تو اس فلسفہ کی رو سے بھی پہلے مرحلہ میں تو ساری مخلوق کی علت فاعلی اور علت مادی خدا ہی بن گیا۔

یہ بحث علیحدہ ہے کہ اس طرح علت فاعلی ہونا فاعل موجب بنتا ہے۔ اور خدا کو فاعل موجب سمجھنا کفر صریح ہے۔ اور اس طرح سے علت مادی ماننا وحدت الوجود ہے۔ اور وحدت الوجود بھی صریحا کفر ہے۔

اور شیخ احمد احسائی نے متعدد مقامات پر آئمہ علیہم السلام سے روایت

کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ ہم خدا کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئے ہیں چنانچہ وہ شرح زیارت کے صفحہ ۸ سطر ۲۲ پر یہ روایت نقل کرتا ہے کہ:

"واما المعانی فنحن معانیہ و ظاهره فیکم اخترعنا من نور ذاتہ و فوض الینا امور عبادہ" (الحدیث)

یعنی ہم اللہ کے معانی ہیں اور تمہارے درمیان اللہ کے ظاہر ہیں' اس نے ہمیں اپنے نور ذات سے اختراع کیا ہے اور اپنے بندوں کے امور ہمیں تفویض کر دیئے ہیں۔

اور شرح زیارت کے صفحہ ۱۹۳ سطر ۱۳ پر حضرت علی علیہ السلام سے یہ روایت نقل کرتا ہے کہ:

"قال علیہ السلام انا خلقنا من نور اللہ و خلق شیعتنا من شعاع نورنا"

یعنی حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اللہ کے نور سے خلق ہوئے ہیں اور ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاعوں سے خلق ہوئے ہیں۔

اور شیخ کی شرح زیارت کے صفحہ ۲۱۳ کا بیان سابق میں گذر چکا کہ ان کا نور خدا کے نور میں سے اس طرح نکلا جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ پس جب خدا کے نور میں سے سورج کی شعاعوں کی طرح شعاعیں نکلیں اور اس سے محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور بنا۔ اور پھر محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور میں سے سورج کی شعاعوں کی طرح شعاعیں نکلیں اور اس سے ساری مخلوق کے شیعوں کا نور بنا تو اصل اور اولین علت فاعلی اور علت مادی تو اس طرح بھی خدا بن گیا اور محمد و آل محمد علیہم السلام علت فاعلی اور علت مادی نہ رہے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ فلسفہ یونان اور خود شیخ کے فلسفہ کے مطابق ایک چیز میں سے صرف ایک ہی چیز نکل سکتی ہے پس خدا میں سے صرف محمد

و آل محمد علیہم السلام کا نور نکلا ہے' تو پھر جب ایک چیز میں سے صرف ایک ہی چیز نکل سکتی ہے' تو اس طرح محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور بھی ایک ہی تھا۔ لہٰذا اس نور سے ساری کائنات کا نور کیسے نکل سکتا ہے۔ اور وہ ساری کائنات کی علت فاعلی اور علت مادی کیسے ہو سکتا ہے۔ پس شیخ کے فلسفہ کے مطابق بھی محمد و آل محمد علیہم السلام سے جو نور نکلا وہ انبیاء کا نور تھا۔ لہٰذا آگے انبیاء علیہم السلام کا نور علت فاعلی اور علت مادی بنا اور اسی طرح ہر طبقہ کے نور سے اگلے طبقہ کا ایک ہی نور نکلا' لہٰذا آگے ہر اگلے طبقہ کا نور علت فاعلی اور علت مادی بنا۔ پس اصل اور اولین علت فاعلی اور علت مادی پھر بھی خدا ہی بنا۔ نہ کہ محمد و آل محمد علیہم السلام' لہٰذا اس قیاسی اور خیالی فلسفہ سے بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور کو ساری کائنات کی اصل اور اولین علت فاعلی اور علت مادی نہیں کہا جا سکتا۔

شیخیہ رکنیہ کرمان کے نزدیک مخلوق کے طبقات

قارئین محترم مذہب شیخیہ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک شیخیہ رکنیہ کرمان۔ اور دوسرے شیخیہ احقاقیہ کویت جن کے موجودہ رئیس مرزا حسن الحائری الاحقاقی ہیں جو کویت میں سکونت رکھتے ہیں۔

چونکہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اور ان کی پارٹی نے یہ اقبال کیا ہے کہ وہ پاکستان میں شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور مرزا موسیٰ الاسکوئی الحائری الاحقاقی کی کتاب احقاق الحق سے مذہب شیخیہ کی تبلیغ کرتے رہے ہیں' لہٰذا ہم شیخ احمد احسائی کا فلسفہ اور مخلوق کے طبقات کا بیان تو مذکورہ دونوں کتابوں سے پوری تفصیل کے ساتھ کریں گے۔ لیکن شیخیہ رکنیہ کرمان نے اپنی کتاب ارشاد العوام میں مخلوق کے جو طبقات بیان کئے تھے اگرچہ ہم نے وہ اپنی کتاب نور محمد صلی اللہ و آلہ اور نوع نبی و امام میں تفصیل سے بیان کر دیئے ہیں' مگر چونکہ ان طبقات کے بیان میں تھوڑا سا

اختلاف ہے' لہٰذا یہاں پر اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی اپنی کتاب ارشاد العوام کے صفحہ نمبر ۴۴ سے صفحہ نمبر ۴۸ تک تمام مخلوق کے طبقات کا بیان کرتے ہوئے سورج سے اس کی شعاعوں کے نکلنے کی مثال دینے کے بعد اس طرح بیان کرتا ہے کہ خدا کے نور میں سے محمد و آل محمد کا نور نکلا۔ پھر محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور میں سے انبیاء کا نور نکلا پھر انبیاء کے نور میں سے انسانوں کا نور نکلا پھر انسانوں کے نور میں سے جنوں کا نور نکلا پھر جنوں کے نور میں سے حیوانات کا نور نکلا۔ پھر حیوانات کے نور میں سے نباتات کا نور نکلا، پھر نباتات کے نور میں جمادات کا نور نکلا اصل عبارتیں اور تفصیل اس کی ہماری کتاب نور محمد صلی اللہ و آلہ اور نوع نبی و امام میں صفحہ ۷۳ سے صفحہ ۸۵ تک ملاحظہ ہو۔

چونکہ محمد کریم خان کرمانی نے طبقہ ملائیکہ کو اپنی اس فہرست میں شمار نہیں کیا ہے۔ اور مخلوقات کے صرف مذکورہ سات ہی طبقات کا بیان کیا ہے۔ لہٰذا مرجع عالیقدر شیعان جہاں آیت اللہ شہرستانی نے اپنی کتاب تنبیہہ الانام میں اس کا جواب اپنے انداز میں اس طرح دیا ہے کہ:

"جناب عالی نے ملائیکہ کو اپنی اس فہرست میں شامل نہیں کیا ہے۔ حالانکہ سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ جنوں کی نسبت زیادہ بزرگ اور اشرف ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جناب عالی سے یہ بھول ہو گئی ہے۔"

(ترجمہ تنبیہہ الانام صفحہ ۲۲۵)

ممکن ہے کہ آقائے شہرستانی کا یہ احتمال بھی درست ہو' لیکن زیادہ قوی احتمال یہ ہے کہ چونکہ شیخ احمد احسائی نے بھی اور رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے بھی مخلوقات کے آٹھ طبقات کا بیان کرتے ہوئے فرشتوں کو جنوں کے بعد رکھا ہے۔ یعنی جنوں کے نور سے فرشتے پیدا ہوئے۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ یہ بات رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ

کرمان محمد کریم خان کرمانی کو غلط اور کریہہ معلوم ہوئی ہو' اور یہاں پر اس نے جنوں کے بعد جنوں کے نور سے فرشتوں کے خلق ہونے کا بیان دیدہ و دانستہ چھوڑ دیا ہو۔ لیکن رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ الاسکوئی نے احقاق الحق میں اور شیخ احمد احسائی نے اپنی کتاب شرح زیارت میں پورے آٹھ کے آٹھ طبقات کے نور کی خلقت کا بیان تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ جسے ہم آئندہ چل کر نقل کریں گے۔

شیخ احمد احسائی نور کو مادہ کہتا ہے

قارئین محترم ہم اس عنوان کے تحت رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کی کتاب احقاق الحق' اور شیخ احمد احسائی کی کتاب شرح زیارت کی عبارات کا ترجمہ ان کے صفحہ اور سطر کے حوالے سے کریں گے' لیکن ان کی اصل عبارات کا عکس (فوٹو سٹیٹ یکجائی طور پر اس موضوع کے آخر میں پیش کریں گے تاکہ عبارت کا تسلسل برقرار رہے اور قارئین کو پڑھنے میں الجھن نہ ہو اور حوالے یکجائی طور پر دیکھے جا سکیں۔)

موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۲۶۹ سطر ۱۶ تا ۲۳ پر یوں رقم طراز ہے: آئمہ علیہم السلام کے انبیاء سے لے کر جمادات تک جمیع موجودات کی علت مادی ہونے سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے ان سب کو چہاردہ معصومین علیہم السلام کے انوار کے نور کی شعاعوں سے خلق فرمایا ہے۔ نہ یہ کہ وہ کل چیزوں کا مادہ ہے۔ بقیۃ اللہ عجل اللہ فرجہ کا ارشاد ہے:

"اللهم ان شيعتنا منا خلقوا من فاضل طينتنا و عجنوا بماء ولايتنا"

یعنی ہمارے شیعہ ہماری فاضل طینت سے خلق ہوئے ہیں اور ہماری ولایت کے پانی سے خمیر کئے گئے ہیں۔

تو امام کے اس فرمان میں فاضل سے مراد شعاع ہے۔ جس پر روض الجنان کی روایت دلالت کرتی ہے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اتقوا فراسه المومن فانه ینظر بنور اللہ"

یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو اس لئے کہ وہ نور خداوندی کے ساتھ دیکھتا ہے۔ ابن عباس نے پوچھا کہ اے امیر المومنین وہ نور خدا سے کس طرح دیکھتا ہے تو آپ نے فرمایا:

"لانا خلقنا من نور اللہ و خلق شیعتنا من شعاع نورنا"

یعنی ہم تو اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاع سے خلق ہوئے ہیں۔

اس کے بعد صفحہ ۲۷۰ سطر ۱ تا ۹ پر یوں استدلال کرتا ہے کہ اگر یہاں پر فاضل سے مراد شعاع نہ لی گئی تو اس طرح اس مادہ میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ساتھ غیر کی شرکت لازم آئے گی اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے کافی میں یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ:

"لم یجعل لاحد فی مثل الذی خلقنا منه نصیب"

یعنی جس چیز سے ہم خلق کئے گئے اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہے۔

اور وہ روایت جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آئمہ علیہم السلام تمام انبیاء اور تمام شیعوں کے لئے علت مادی ہیں وہ روایت ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام سے وارد ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ان اللہ خلق المؤمنین من نوره و صبغهم فی رحمته، المؤمن اخ المؤمن، من امه وابیه، ابوه النور وامه الرحمة"

یعنی اللہ نے مؤمنین کو اپنے نور سے خلق فرمایا اور اپنی رحمت کے رنگ میں ان کو رنگا ہے۔ مؤمن، مؤمن کا بھائی ہے۔ اسی ماں سے اور

اسی باپ سے نور تو ان کا باپ ہے اور رحمت ان کی ماں ہے۔ اس دلیل سے کہ وہ مادہ میں مشترک ہیں اور مادہ باپ ہے۔ اور صورت میں جو رحمت ہے وہ ماں ہے، نہ کہ بالعکس۔ جیسا کہ وہم گزرتا ہے۔

رئیس مذہب شیخیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کے مذکورہ بیان میں دو احادیث بیان کی گئی ہیں ایک حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے شیعہ ہماری فاضل طینت سے خلق کئے گئے ہیں۔ اور فاضل کے معنی لغت کے مطابق زائد یا بچی ہوئی کے ہیں اور فاضل کے معنی کسی بھی لغت میں شعاع کے نہیں ہیں۔ موسیٰ اسکوئی کہتے ہیں کہ یہ معنی کرنے سے وحدت وجود بنتی ہے جو کفر ہے۔ لیکن وحدت وجود کا عقیدہ رکھنے والوں نے جو محنت اپنے مقصود کو ثابت کرنے کے لئے وضع احادیث میں کی ہے اس پر آپ معنی بدل کر کیوں تصرف کرتے ہیں؟ موسیٰ اسکوئی بھی اور شیخ احمد احسائی بھی یہ کہتے ہیں کہ چونکہ امیر المومنین کی ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ہمارے شیعہ ہماری شعاع سے خلق ہوئے ہیں لہٰذا فاضل کے معنی بھی شعاع کے ہوں گے اور جیسا کہ سابق اوراق میں شیخ احمد احسائی کا بیان گزر چکا ہے کہ اس نے طینت کا معنی بھی، خمیر کا معنی بھی، اور عرق کا معنی بھی، شعاع ہی کیا جبکہ ان الفاظ کا معنی کسی بھی لغت میں شعاع نہیں ہے۔ کیونکہ وحدت الوجود کے قائلین پر کفر کے فتوؤں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی لہٰذا شیخ احمد احسائی نے اپنی دانست میں اپنے فلسفہ میں تھوڑی سی تبدیلی کی تاکہ یہ کہا جائے کہ وہ تو یہ کہتے ہیں، اور ہم یہ کہتے ہیں۔ لیکن مولانا حسین بخش صاحب جاڑا کا بیان سابق میں گزر چکا ہے کہ شیخ کے فلسفہ کے مطابق ماننا بھی وحدت الوجود کا ہی عقیدہ ہے اور یہ صریح کفر ہے۔

دوسری حدیث جس سے موسیٰ اسکوئی نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس چیز سے ہم خلق ہوئے اس میں کسی کا حصہ نہیں ہے۔ لیکن یہی بات شیعوں کے بارے میں بھی سابقہ

اوراق میں بیان ہو چکی ہے کہ ہمارے شیعہ جس چیز سے خلق ہوئے۔ اس میں کسی کا حصہ نہیں ہے۔ اور جب شیعہ شعاع سے خلق ہوئے اور شیعہ کا دائرہ انبیاء علیہم السلام سے لے کر جمادات تک وسیع ہو گیا تو اب اس کا کیا مطلب رہ گیا کہ جس چیز سے ہمارے شیعہ خلق ہوئے اس میں کسی کا حصہ نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ کفار و منافقین ان کے عکوس یعنی سایے اور اندھیرے سے خلق ہوئے ہیں تو یہ جبر ہے اور جبر کفر ہے اور خلاف عدالت ہے۔

کتاب علل اربعہ اور اصل دین کا اقتباس

رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان عبدالرضا نے "علل اربعہ اور اصول دین" کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے۔ "علت مادی" کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس کا ایک اقتباس ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

"در این که ایشان علت مادی مخلوقات اند و ابتدا بذکر احادیث می نمائیم: قال امیر المؤمنین علیہ السلام اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ فقال علیہ السلام لانا خلقنا من نور اللہ و خلق شیعتنا من شعاع نورنا" یعنی فرمود امیر المؤمنین علیہ السلام بپرہیزید از فراست مؤمن پس بر اینہ او با نور خدا نظر می کند پس عرض کردم اے امیر مؤمنان چگونہ نظر می کند با نور خدا فرمود علیہ السلام برائے اینکہ خلق شدہ ایم ما از نور خدا و خلق شدہ اند شیعہ ما از شعاع نور ما (ص ۳۷۳) و لفظ "من" در عربی برائے بیان مادہ است مثلاً می گوئیم خاتم من فضۃ یعنی مادہ ان نقرہ است"

(علل اربعہ و اصول دین ص ۳۸ سطر ۱۰ تا ۲۰)

ترجمہ:- اس بیان میں کہ آئمہ علیہم السلام مخلوقات کی علت مادی ہیں؟ میں احادیث سے ابتدا کرتا ہوں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ مؤمن کی فراست سے ڈرو کہ وہ نور خدا کے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ راوی نے پوچھا اے امیر المؤمنین وہ نور خدا سے کس طرح دیکھتا ہے تو امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

"لانا خلقنا من نور اللہ و خلق شیعتنا من شعاع نورنا" یعنی ہم تو اللہ کے نور سے خلق ہوئے ہیں اور ہمارے شیعہ ہمارے نور کی شعاع سے خلق ہوئے ہیں اور اس حدیث میں لفظ "من" عربی زبان کے مطابق مادہ کے بیان کے لئے ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں "خاتم من فضہ" یعنی انگوٹھی کا مادہ چاندی ہے۔

شیخ احمد احسائی نے بھی من سے مادہ ہی مراد لیا ہے

شیخیہ رکنیہ کرمان کے رئیس نے اپنے مذکورہ بیان میں جو کچھ کہا ہے وہ شیخ احمد احسائی کے نظریہ کے عین مطابق ہے۔ کیونکہ شیخ احمد احسائی نے بھی اور روسائے شیخیہ احقاقیہ نے بھی لفظ "من" مادہ ہی کے معنی میں مراد لیا ہے۔ لیکن یہ لفظ "من" صرف شیعوں ہی کے ساتھ نہیں بلکہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی لفظ "من" ہے۔ شیعوں کو تو بعد میں "من" کہا ہے کہ "و خلق شیعتنا من شعاع نورنا" لیکن اس سے پہلے خود آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ساتھ بھی یہی لفظ "من" ہر جگہ آیا ہے کہ "انا خلقنا من نور اللہ" یعنی ہم اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس میں بھی جو لفظ "من" آیا ہے وہ بھی ان کے قول کے مطابق مادہ کے لئے ہی قرار پائے گا بلکہ شیخ احمد احسائی نے تو بالفاظ واضح شرح زیارت میں خدا کو مادہ کہا ہے چنانچہ وہ شرح زیارت کے صفحہ ۳۴۳ سطر ۱۳ پر کہتے ہیں کہ:

"ومادتہ عین ذاتہ و عین صورتہ"

اور خداوند تعالیٰ کا مادہ اس کی عین ذات ہے اور عین صورت ہے اور اس سے پہلے اس صفحہ کی سطر نمبر ۱۱ پر اس نے یہ کہا ہے کہ:

"کیف یکون مخلوق ولا مادۃ لہ بل لا بلمن مادۃ"

یعنی کوئی مخلوق کیسے وجود میں آ سکتی ہے جب تک کہ اس کا کوئی مادہ نہ ہو بلکہ ناگزیر ہے یہ بات کہ ہر مخلوق کا کوئی مادہ ہو۔ اور یقیناً محمد و آل محمد علیہم السلام مخلوق ہیں۔ لہٰذا وہ بھی اس کے قول کے مطابق کسی مادہ سے بنے ہیں۔ البتہ جمادات سے لے کر محمد و آل محمد علیہم السلام تک جو تسلسل جاری تھا کہ نچلے طبقہ کی مخلوق کو اس نے اوپر کے طبقہ کی مخلوق کی شعاع سے خلق ہونا قرار دیا تھا یعنی اوپر کے طبقہ کی مخلوق نچلے طبقہ کی مخلوق کے لئے علت مادی تھی۔ یہ تسلسل اس کے نزدیک خداوند تعالیٰ پر جا کر ختم ہو گیا یہ کہہ کر کہ:

"ومادتہ عین ذاتہ و عین صورتہ"

یعنی خدا کا مادہ اس کی عین ذات ہے اور اس کی عین صورت ہے۔

پس سب سے اولین مادہ وہ ہوا جس کو شیخ احمد احسائی نے بھی شیخیہ رکنیہ کرمان نے بھی اور شیخیہ احقاقیہ کویت نے بھی خدا کے مقام میں قرار دیا ہے اور اس طرح شیخ احمد احسائی نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ مادئین کے مادہ کو خدا بنا دیا یعنی جس چیز کو مادئین مادہ کہتے تھے اسی چیز کو انہوں نے خدا کہہ دیا ہے اور اس بات کا کفر ہونا کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

شیخ احمد احسائی کا سلسلہ طولیہ

موسیٰ اسکوئی رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۲۷۰ سطر ۱۰ تا ۲۳ و صفحہ ۲۷۱ سطر ۱، ۲ پر یوں رقم طراز ہے۔

"اور یہ بات ظاہر ہے کہ مذکورہ روایات کے مطابق آئمہ علیہم السلام

کے انبیاء اور شیعہ انسانوں کے لئے علت مادی ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور مرحوم کاظم رشتی نے جو کچھ اپنی عبارت میں ذکر کیا ہے کہ ہم نے لفظ شیعہ کو عام کر دیا ہے اور اس کو انبیاء کے دائرے تک وسعت دے دی ہے (یعنی شیعہ انبیاء) اور یہی بات صحیح ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ:

"ان من شیعتہ لابراھیم"

یعنی بیشک ابراھیم اس کے شیعوں میں سے ہیں' سے مراد تفسیر باطن کے مطابق شیعہ علی ہیں' یعنی حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں (اگرچہ سیاق و سباق کلام کے مطابق اور ظاہر بظاہر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت نوح کے شیعہ ہیں' حضرت ابراھیمؑ کو حضرت علیؑ کا شیعہ بنانے میں بھی یہی فلسفہ کار فرما ہے۔)

البتہ محمد و آل محمد علیہ السلام کے انبیاء سے لے کر جمادات تک تمام مخلوق کے لئے علت مادی ہونے میں اس ترتیب کے مطابق ہونے میں اشکال ہے۔ یعنی یہ کہ خداوند تعالیٰ نے محمد و آل محمد علیہم السلام کی شعاع سے انبیاء علیہ السلام کو خلق فرمایا اور انبیاء علیہ السلام کے انوار کی شعاع سے مومن انسانوں کو خلق فرمایا اور مومن انسانوں کے نور کی شعاع سے مومن جنوں کو خلق فرمایا اور مومن جنوں کے نور کی شعاع سے ملائکہ کو خلق فرمایا اور ملائکہ کے نور کی شعاع سے مومن حیوانات کو خلق فرمایا اور مومن حیوانات کے نور کی شعاع سے مومن نباتات کو خلق فرمایا اور مومن نباتات کے نور کی شعاع سے مومن جمادات کو خلق فرمایا۔

یہ خلقت تو ہر طبقہ اور سلسلہ میں مومنین کی خلقت کے بارے میں ہے' اب رہی کفار کی خلقت تو ہر طبقہ اور ہر سلسلہ میں انبیاء اور ملائکہ کو چھوڑ کر باقی ہر طبقہ کے مومنین کے سلسلہ میں سے یعنی مومن انسان' مومن جن' مومن حیوان' مومن نباتات اور مومن جمادات میں سے ہر

ایک طبقہ کے نور کی شعاع کے عکس یعنی سایے یا اندھیرے سے اس طبقہ اور سلسلہ کے کفار کے مادہ کو خلق فرمایا اور شیخ احمد احسائی نے اس ترتیب کا نام "السلسلۃ الطولیہ" رکھا اور شیخ نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ مخلوقات کے اوپر کے طبقہ کی شعاع سے نچلے طبقہ کی مخلوق پیدا ہوئی ہے۔ اوپر کے طبقہ کی جو شعاع تھی وہ نچلے طبقہ کا نور بن گیا اور اس نور سے جو شعاع نکلی وہ اس سے نچلے طبقہ کا نور بن گیا و علی ھذہ القیاس۔

قارئین محترم غور کریں کہ شیخ کے اس فلسفہ کے مطابق جو کافر ہے وہ سایے اور اندھیرے سے پیدا ہوا ہے اس لئے وہ پیدا ہی کافر ہوا ہے۔ لیکن قرآن یہ کہتا ہے کہ:

"فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ" (روم: ۳۰)

یعنی اے پیغمبر تم خالص دل سے دین کی طرف رخ کئے رہو خدا کی بنائی ہوئی سرشت جس پر اس نے کل انسانوں کو پیدا کیا ہے یہی ہے۔ خدا کی خلقت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ راہ مستقیم یہی ہے۔

اور پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"کل مولود یولد علی الفطرت الاسلام"

یعنی ہر پیدا ہونے والا اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

پس شیخ احمد احسائی کا فلسفہ قرآن اور حدیث پیغمبر ﷺ کے برخلاف یہ کہتا ہے کہ جو کافر ہیں۔ وہ پیدا ہی کافر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ اندھیرے سے خلق ہوتے ہیں لہٰذا وہ فطرتاً کافر ہیں لہٰذا یہ خیالی اور قیاسی فلسفہ سراسر باطل اور غلط ہے۔

دوسرے اس فلسفہ میں یہ کہا گیا ہے کہ فرشتے جنوں کے نور کی شعاعوں سے خلق ہوئے ہیں۔ جب کہ اس کا فلسفہ یہ کہتا ہے کہ اوپر کے طبقہ کی مخلوق نچلے طبقہ کی مخلوق سے ستر گنا افضل و اشرف ہے' حالانکہ

بالاتفاق فرشتے معصوم ہیں اور شیطان جنوں میں سے ہی ہوتے ہیں۔

موسیٰ اسکوئی کے نزدیک دوسرے فلاسفہ کا نظریہ

موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۱۷۲ سطر ۳ تا ۲۳ پر دوسرے فلاسفہ کا نظریہ اس طرح سے پیش کرتے ہیں:

"فلاسفہ اور علماء ملل نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ متعدد موجودات اور مختلف مخلوقات سب کی سب ایک ہی مادہ سے خلق ہوئی ہے اور مخلوق میں جو اختلاف شکل و صورت و ہیئت وغیرہ میں پایا جاتا ہے وہ مبداء سے نزدیک ہونے اور دور ہونے کی بنا پر اپنے مشخصات اور معینات کی بنا پر پایا جاتا ہے۔ جیسا کہ چراغ کی شعاعوں میں نزدیک کی شعاعیں اور دور کی شعاعوں میں فرق ہوتا ہے' اس سب سے پہلے مادہ میں سے جو بہترین حصہ تھا اس سے اولاً محمد ﷺ اور اہل بیت طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین خلق ہوئے پھر جو کچھ باقی بچا اس مادہ میں سے جو حصہ بہترین تھا اس حصہ میں سے انبیاء و مرسلین خلق ہوئے' اس کے بعد جو کچھ اس مادہ میں سے بچا اس حصہ میں سے جو بہترین حصہ تھا اس میں سے مؤمن انسان خلق ہوئے۔ اس کے بعد جو کچھ اس مادہ میں سے باقی رہ گیا اس کے بہترین حصہ میں سے مؤمن جن خلق ہوئے۔ اس کے بعد جو کچھ اس مادہ میں سے باقی بچا اس کے بہترین حصہ میں سے ملائکہ خلق ہوئے۔ اس کے بعد اس مادہ میں سے جو باقی بچا اس کے بہترین حصہ میں سے مؤمن حیوانات خلق ہوئے اس کے بعد اس مادہ میں سے جو کچھ باقی بچا اس کے بہترین حصہ میں سے مؤمن نباتات خلق ہوئے۔ اس کے بعد اس مادہ میں سے جو کچھ باقی بچا اس کے بہترین حصہ میں سے معادن خلق ہوئے اور جو باقی بچا اس کے جمادات بن گئے۔

پس جتنے مراتب و طبقات بیان ہوئے ہیں یہ سب کے سب ایک ہی

مادہ سے خلق ہوئے ہیں اور یہ سب کے سب اس ایک ہی مادہ میں ایک دوسرے کے شریک ہیں سوائے اس کے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام جس حصہ سے خلق ہوئے وہ تمام حصوں میں سے بہترین تھا پھر اس کے بعد انبیاء جس حصہ سے خلق ہوئے وہ باقی مخلوق کے حصوں کی نسبت بہترین تھا جیسا کہ پہلا حصہ باقی حصوں کی نسبت بہترین تھا اور اسی طرح تمام مراتب و طبقات مخلوقات میں ہے کہ پہلی مخلوق کا حصہ بعد کی مخلوق کے مادہ کے حصہ سے بہترین تھا۔

اب رہا کفار کی خلقت کا بیان انسانوں' جنوں' شیاطین' مسوخات' نباتات اور جمادات' غیر مومن جیسے نباتات اور کڑوے اور نمکین پانی اور خراب اور بنجر زمین وغیرہ وغیرہ مذکورہ مخلوق میں سے ہر طبقہ کے مومن کے حصہ اور نور کے عکس سے پیدا ہوئے۔

اور جیسا کہ میری نظر سے گزرا ہے اکثر اخبار و روایات اس تفصیل پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن اس نظریہ سے فحش قسم کا فساد پیدا ہوتا ہے کیونکہ ان تمام مراتب و طبقات کے عرض واحد میں ہونے اور ایک ہی مادہ میں شریک ہونے سے بہت سے مفاسد کا پیدا ہونا لازم آتا ہے۔ ختم ہوا بیان موسٰی اسکوئی کا صفحہ ۲۷۱ سطر ۳ تا ۲۳ کا

وضاحتی نوٹ از مؤلف برحق:

قارئین محترم فلاسفہ یونان نے اپنے فلسفہ میں انبیاء یا مؤمن یا کافر یا شیعہ کا فلسفہ بیان نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے مادہ سے تمام مخلوق کے نوعی طبقات کا بیان کیا تھا۔ بنی عباس کے دور میں جب مسلمانوں نے اس فلسفۂ یونان کو مشرف بہ اسلام کیا تو اس میں انبیاء اور مؤمن و کافر وغیرہ کی علیحدہ سے تخصیص رکھ دی اور جب شیعہ فلاسفہ نے اس کو بیان کیا اور اپنایا تو انہوں نے انبیاء سے بھی اوپر اس مادہ سے محمد و آل محمد علیہم السلام یا چاردہ معصومین یا آئمہ طاہرین علیہم السلام کا ایک اور طبقہ اپنی طرف سے گھڑ کر

پیش کر دیا اور اس طرح انہوں نے فلسفہ یونان کو اپنی دانست میں مشرف بہ شیعہ کر دیا لیکن جو فساد اس فلسفہ میں تھا وہ پھر بھی باقی رہا۔ چنانچہ موسٰی اسکوئی نے اپنے مذکورہ بیان کے بعد صفحہ ۲۷۲ سالم صفحہ ۲۷۳ سالم اور صفحہ ۲۷۴ سطر ۱ تا ۱۲ تک ان مفاسد کو بیان کیا ہے جو اس نظریہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اکثر احادیث و روایات اس کی نظر سے ایسی گزری ہیں جو اس تفصیل پر دلالت کرتی ہیں۔ جب یہ نظریہ غلط اور باطل ہے اور بے شمار فساد کا موجب ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ یہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ یا آئمہ طاہرین علیہم السلام کی احادیث و روایات نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ ان ہی فلاسفہ و صوفیہ و غالیہ و مفوضہ کی گھڑی ہوئی ہیں جنہوں نے یہ فلسفہ گھڑا ہے اور ان احادیث کی معصومین علیہم السلام کی طرف نسبت غلط ہے۔ مگر تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ جانتے بوجھتے خود شیخ احمد احسائی نے بھی اور دوسرے روسائے شیخیہ نے بھی ان ہی احادیث و روایات پر اپنے فلسفہ کی بنیاد قائم کی ہے یہاں تک کہ سابقہ فلاسفہ کی پیروی میں قرآن و احادیث صحیح کے برخلاف کافر کو فطرتاً پیدائشی کافر قرار دے دیا اور جنوں کو فرشتوں سے اوپر کی مخلوق قرار دیا اور یہ کہا کہ فرشتے جنوں کے نور سے خلق ہوئے ہیں لہٰذا شیخ نے اس سلسلہ میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور اس کی خرابی و فساد کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔ اب ہم وہ فلسفہ پیش کرتے ہیں جو شیخ نے اپنی خیالی و قیاسی تک بندی سے اس فساد کو رفع کرنے کے لئے گھڑا ہے۔

شیخ احمد احسائی کے نزدیک صحیح فلسفہ کیا ہے؟

رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ اپنی کتاب احقاق الحق میں صفحہ ۲۷۲ سالم صفحہ ۲۷۳ سالم اور صفحہ ۲۷۴ سطر ۱ تا ۱۲ تک ان مفاسد کا بیان کرنے کے

بعد جو دوسرے فلاسفہ کے مذکورہ نظریہ پر مرتب ہوتے ہیں صفحہ ۲۷۴ سطر ۱۳ تا ۲۱ پر یوں رقم طراز ہے۔

"اب ہم جو بات ثابت کرنا چاہتے ہیں اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں (جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حکماء و دیگر فلاسفہ کے قول سے کیا کیا مفاسد لازم آتے ہیں) صحیح اور حق بات وہی ہے کہ یہ آٹھوں طبقات یا مراتب ایک دوسرے کے مرتبہ میں شریک نہیں ہیں۔ اور نہ ہی یہ ایک دوسرے کے مادہ میں شریک ہیں اور نہ ہی نچلے طبقہ کی مخلوق کے اوپر کے طبقہ کی مخلوق کے مرتبہ و مقام کی حامل ہے' اور ان طبقات کے درمیان کوئی ربط نہیں ہے' سوائے اس کے کہ اوپر کے طبقہ کی مخلوق نچلے طبقہ کی مخلوق کے لئے علت فاعلی ہے۔ اور نچلے طبقہ کی مخلوق اوپر کے طبقہ کی معلول ہے۔ یعنی اوپر کے طبقہ کی شعاع نچلے طبقہ کی مخلوق کے لئے علت مادی ہے' اور یہ اوپر کے طبقہ سے مرتبہ میں ستر درجہ پست ہے۔ جیسا کہ معلول یا مخلوق کی شان ہوتی ہے۔ علت یعنی خلق کرنے والی کی نسبت سے' اور منیر کی نسبت ہوتی ہے نور سے' اور موثر کی نسبت ہوتی ہے اثر کے ساتھ۔ اور یہ ترتیب اور مخلوق کے مختلف طبقات کی اس طرح پر خلقت کے نظریہ کا نام شیخ احمد احسائی کے نزدیک "سلسلۃ الطولیہ" ہے یعنی ہر طبقہ کی مخلوق دوسری مخلوق کی نسبت طول میں ہے عرض میں نہیں ہے۔ جیسا کہ سابقہ حکماء و فلاسفہ نے کہا ہے۔ اور شعاع مرتبۂ مخلوق طبقۂ اعلیٰ۔ نچلے طبقہ کی مخلوق کے لئے علت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس قول سے کسی طرح بھی نہ تو کوئی اشکال باقی رہتا ہے نہ اس میں کوئی عیب ہے۔

تبصرہ از مؤلف بر حق۔

موسیٰ اسکوئی کا یہ کہنا کہ شیخ کے اس قیاسی اور خیالی فلسفہ میں کوئی عیب نہیں ہے۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے والی بات ہے۔ ورنہ جس طرح قدیم فلسفہ سابقہ فلاسفہ کا من گھڑت اور باطل تھا۔ اس سے کہیں زیادہ شیخ

کا یہ خیالی و قیاسی اور من گھڑت فلسفہ باطل ہے جس کا وحی خداوندی' آسمانی کتابوں' اور تعلیمات انبیا علیہم السلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ سابقہ مسلم فلاسفہ نے فلسفہ یونان میں ترمیم کر کے مشرف بہ اسلام کرتے وقت کم از کم مادہ کو خدا کی مخلوق قرار دیا تھا اور پھر اس مادہ کے بہترین حصہ سے ہر طبقہ کی مخلوق کا خالق خدا کو قرار دیا تھا' مگر شیخ احمد احسائی نے مادہ کو ہی خدا بنا دیا' یا خدا کو مادہ قرار دے دیا اور اس سے نکلنے والی شعاعوں کو ہر نچلے طبقہ کی مخلوق کا خالق بنایا و علی ھذہ القیاس۔ رہ گیا یہ کہنا کہ اوپر کے طبقہ کی مخلوق کا نور نچلے طبقہ کی مخلوق کے نور سے ستر مرتبہ بلند تھا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا سابقہ فلاسفہ نے بھی یہ کہا تھا کہ اصل مادہ سے جو بہترین حصہ تھا اس سے پہلے طبقہ کی مخلوق کو خلق کیا اور اسی طرح باقی بچے ہوئے حصہ میں سے بتدریج ہر طبقہ کی مخلوق کو بہترین حصہ میں سے خلق کیا اور باقی بچے ہوئے حصہ میں سے پیدا ہونے والی مخلوق اس اعتبار سے ہرگز ہرگز اوپر کے طبقہ سے مرتبہ میں برابر نہیں تھی اور ستر مرتبہ اپنے قیاس سے کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا' ہو سکتا ہے کہ سابقہ فلسفہ کے مطابق مادہ کے بہترین حصہ کا مطلب ہزار مرتبہ افضل قرار دے لیا جائے۔ مذکورہ بیان پر ہمارا مختصر تبصرہ ختم ہوا۔

مذکورہ بیان کے بعد موسیٰ اسکوئی سلسلہ بیان کو جاری رکھتے ہوئے احقاق الحق کے صفحہ ۲۷۶ سطر ۳ تا ۱۰ پر اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہے۔

"اور بالجملہ بات یہ ہے کہ ہر مرتبہ اور ہر طبقہ کا مؤمن اپنے سے اوپر کے طبقہ کی مخلوق کے نور کی شعاع سے خلق ہوا ہے۔ اور اوپر کے طبقہ کی مخلوق کے نور کی شعاع نچلے طبقہ کی مخلوق کے لئے مادہ ہے۔ سابقہ ترتیب کے ساتھ "حقیقۃ المحمدیہ" صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے لے کر جمادات تک یہی صورت ہے اور ہر طبقہ کے کافر انسان سے لے کر جمادات

تک اسی طبقہ اور مرتبہ کی مخلوق کے نور کے عکس اور سایے اور اندھیرے سے پیدا ہوئے کیونکہ تمام طبقات میں مراتب میں ہر طبقہ عالی (اوپر کے طبقہ) میں نور ہے لیکن وہی طبقہ عالی طبقہ سافل (نچلے طبقہ) کا منیر ہے۔ اور منیر (یعنی نور دینے والی چیز میں نور بھی ہوتا ہے اور ظل یا سایہ بھی۔ روشنی بھی ہوتی ہے اور سایہ بھی جو کہ نور کا عکس ہوتا ہے جیسا کہ سورج کا نور ہوتا ہے اور وہ اس کی شعاع ہے اور اس کا سایہ بھی ہوتا ہے۔ کثیف اشیاء پر چمکنے کی وجہ سے۔ یا جیسے کہ چراغ ہوتا ہے اس کے بھی نور ہوتا ہے۔ اس کے روشنی ہوتی ہے اور ظلمت اور اندھیرا بھی۔ پس نور سے تو طبقہ مومن خلق ہوئے اور وہ مومن کی شعاع ہے۔)

تبصرہ از مولف برستی۔

شیخ احمد احسائی اور تمام روسائے شیخیہ کا یہ کہنا ہے کہ نور دینے والی چیز یا منیر میں نور اور روشنی بھی ہوتی ہے اور سایہ بھی جو کہ نور کا عکس ہوتا ہے قطعی غلط اور باطل ہے کیونکہ خود اس کے قول کے مطابق یہ کثیف اشیاء پر چمکنے کی وجہ سے ہوتا ہے پس یہ سایہ یا عکس نور یا روشنی کا نہیں ہوتا بلکہ اس کثیف شے کا ہوتا ہے مثلاً اگر وہ کثیف شے کوئی درخت ہے تو سایہ درخت کا ہو گا اور اگر وہ کثیف شے کوئی دیوار ہے تو وہ سایہ دیوار کا ہو گا نہ کہ روشنی کا، اگر بیچ میں دیوار نہ ہو تو پھر تو کوئی سایہ نہ ہو گا اور اسی لئے شیخ نے اپنے اس خیالی و قیاسی اور من گھڑت فلسفہ میں بیچ میں فرضی دیواریں کھڑی کی ہیں جس کا تفصیلی بیان آگے آئے گا کیونکہ شیخ کے اس فلسفہ کے مطابق ان فرضی دیواروں کے بغیر کسی بھی طبقہ کا وجود ممکن نہیں ہے۔

سلسلہ طولیہ کو درست کرنے کے لئے شیعہ کے معنی میں تصرف

شیعہ کے معنی لغت میں پیروی کرنے والے کے ہیں، یا گروہ کے ہیں، اور یہ لفظ حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد معصومین، یعنی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی پیروی کرنے والوں کے ساتھ خاص طور پر مخصوص ہے۔ لہذا تمام روایات خواہ وہ صحیح ہوں یا جعلی و وضعی ان میں وارد شدہ لفظ شیعہ کا معنی و مطلب وہی لیا جا سکتا ہے جو عرف عام میں مشہور ہے۔

لیکن موسیٰ اسکوئی بعض روایات کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے سلسلہ طولیہ کو درست کرنے کے لئے لفظ شیعہ کے معنی میں تصرف کرتے ہوئے احقاق الحق کے صفحہ نمبر ۲۷۷ سطر ۲ تا ۱۲ پر یوں رقم طراز ہے۔

"اور رفع اشکال کے لئے اس بات کا احتمال ہے کہ یہ کہا جائے کہ سابقہ اخبار و روایات میں جو شیعہ اور مومنین کی نسبت کا ذکر آیا ہے، وہ عام ہو اور اس سے مراد انبیاء سے لے کر جمادات تک کے سب مومن مراد ہوں نہ کہ صرف انبیاء اور انسان کے لئے مختص سمجھا جائے، پس اس طرح سے سابقہ اخبار و روایات اس حال میں ترتیب طولی پر دلالت کرتے ہوئے نظر آئیں گے، جس طرح سے کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اور اگر تفصیل سے دیکھنا ہو تو تمہیں چاہئے کہ شیخ احمد احسائی کی تصنیف کردہ کتاب فوائد کا چودھواں فائدہ غور سے پڑھیں تو تمہیں کافی و وافی طور پر تسلی ہو جائے گی کہ اس میں سلسلہ طولیہ کا بیان چاردہ معصومین علیہم السلام سے لے کر جمادات تک ترتیب طولی کے طور پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔"

کتاب "فوائد" سے سلسلہ طولیہ کا بیان

موسیٰ اسکوئی نے احقاق الحق کے صفحہ ۲۷۹ سطر ۸ تا ۲۱ اور صفحہ ۲۸۰ سطر ۱ تا ۲ پر شیخ احمد احسائی کی کتاب "فوائد" کے صفحہ ۲۹۲ سے صفحہ ۲۹۵ تک تحریر شدہ چودھویں فائدہ کو بایں طور نقل کیا ہے۔

"اب ہم اتمام حجت کے طور پر اور دلائل کی تکمیل کے لئے خود شیخ احمد احسائی کی کتاب "فوائد" کے چودھویں فائدہ کی اصل اور عین عبارت کو نقل کرتے ہیں۔ شیخ احمد احسائی نے کہا ہے کہ:

"معلوم ہونا چاہئے کہ اکثر فلاسفہ اسلام اور علمائے ملل نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ تمام موجودات ایک ہی مادہ سے خلق کی گئی ہے۔ اور ان میں جو اختلاف پایا جاتا ہے وہ ان کے تعینات اور تغیرات کی بنا پر ہے۔ اور مبداء سے نزدیکی اور دوری کی وجہ سے ان کے مراتب میں فرق واقع ہوا ہے جس طرح ایک چراغ کے نور کے مراتب میں چراغ سے نزدیکی اور دوری کی بناء پر فرق ہوتا ہے۔ پس نور میں اور حرات میں وہ حصہ زیادہ قوی تر ہوگا جو چراغ سے زیادہ قریب ہوگا۔ اور نور میں اور حرات میں وہ حصہ زیادہ ضعیف ہوگا جو چراغ سے جتنا دور واقع ہوگا۔ اور اسی طرح اس کے درمیان کا حال ہے اس دوری اور نزدیکی کی نسبت سے، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے صرف ایک وجود کو خلق کیا ہے، نہ کہ اور کسی چیز کو اور وہ سب سے اول مخلوق ہے، جس کو خداوند تعالیٰ نے خلق فرمایا ہے، اور وہ وہ پانی ہے جس کا ذکر قرآن اور احادیث میں آیا ہے۔"

پس اس مادہ میں سے جو بہترین حصہ تھا اس سے چہاردہ معصومین علیہم السلام کے نور کو خلق فرمایا پھر اس مادہ میں سے جو کچھ باقی بچ رہا اس کے بہترین حصہ میں سے انبیاء علیہم السلام کے انوار کو خلق فرمایا۔ پھر جو کچھ باقی بچ رہا اس کے بہترین حصہ سے انسانوں میں سے مؤمنوں کے انوار کو خلق

فرمایا پھر اس کے بعد جو باقی بچا اس کے بہترین حصہ میں سے مؤمن جنوں کو خلق فرمایا پھر اس کے بعد جو مادہ بچا اس کے بہترین حصہ میں سے ملائکہ کو خلق فرمایا۔ پھر اس کے بعد جو مادہ بچ رہا اس کے بہترین حصہ میں سے حیوانات کو خلق فرمایا پھر اس کے بعد جو مادہ بچ رہا اس کے بہترین حصہ میں سے نباتات کو خلق فرمایا۔ پھر اس کے بعد جو مادہ بچ رہا اس کے بہترین حصہ میں سے معادن کو خلق فرمایا پھر اس کے بعد جو مادہ بچ رہا اس کو جمادات بنا دیا۔ اب رہ گئے کافر انسان اور کافر جن اور شیاطین اور مسوخ اور کڑوی اور کسیلی نباتات اور خراب زمین پس یہ ان کے انوار کے عکس اور سایے سے پیدا ہوئے اور اس وحدت مادہ کے لئے سب کی خلقت کے بارے میں ظاہر اخبار ہیں۔ یہاں تک کہ چند سطور کے بعد لکھتا ہے کہ: اور یہ بات غلط ہے اور باطل ہے۔"

اس کے بعد شیخ احمد احسائی کے نزدیک جو بات صحیح ہے اور اس نے اسے اپنی کتاب فوائد میں تحریر کیا ہے۔ موسیٰ اسکوئی نے اس کو اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۲۸۰ کے سطر ۷ تا ۲۳ اور صفحہ نمبر ۲۸۱ کی سطر ۱ تا ۱۴ پر بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ:

"اور حق بات یہ ہے کہ وجود ممکن نہ تو رتبہ ذاتی میں متحد ہے اور نہ ہی مرتبہ تنزل میں جیسا کہ اکثر نے بیان کیا ہے کہ مرتبہ تنزلی میں تعدد چراغ کے نور کے تعدد تنزل کے مانند ہے۔ لیکن ان کا رتبہ ذاتی ایک ہی ہے پس ہمارا قول یہ ہے کہ: وجود ممکنات رتبہ ذاتیہ میں متحد نہیں ہے۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ سب سے اول رتبہ خلق اول کے ساتھ مختص ہے۔ اور جو بعد میں خلق ہوئے ان کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے، سوائے علت و معلولیت کے ربط کے۔ پس وہ وجود جس سے عقل خلق ہوئی ہے، اس سے نفوس خلق نہیں ہوئے نہ تو اس مادہ کے بہترین حصہ سے، اور نہ اس کے باقی بچے ہوئے حصے سے لیکن نفوس اس چیز کے اثر سے خلق ہوئے ہیں کہ

جس سے عقول خلق ہوئیں۔ یعنی وہ اس چیز کی شعاع سے خلق ہوئی جس سے عقل خلق ہوئی تھی۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ:

دیوار کے اوپر سورج کی پڑنے والی شعاعیں جرم شمس (سورج) کے ظہور سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور اس دیوار کے مقابل جو دیوار ہوگی اس کی شعاعیں پہلی دیوار کی شعاعوں کے نور کی شعاع ہوگی۔ اور اس روشن و منور و مستنیر دیوار کے مقابل کی روشن و منور و مستنیر دیوار کے مقابل جو دیوار ہوگی اس کی شعاعیں اس پہلی دیوار کے نور کی شعاعیں ہوں گی۔ اسی طرح تمام مراتب وجود کا حال ہے' نور محمد ﷺ سے لے کر مٹی تک ہر طبقہ کی مخلوق جو سابق ہوگی اور بلند طبقہ کی ہوگی وہ تو منیر ہوگی اور جو مخلوق بعد کے طبقہ سے متعلق ہوگی وہ اس کی شعاع ہوگی۔ اور نور ہوگی۔ اور ہر نور اپنے سابق کے منیر سے ستر درجہ پست تر مرتبہ میں ہوگا۔ یہاں تک کہ بیان کیا کہ سب سے پہلے خداوند تعالیٰ نے جس چیز کو خلق فرمایا وہ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور تھا اور اس کے نور سے علی و فاطمہ و حسن و حسین اور نو آئمہ اطہار ذریۂ حسین علیہم السلام کو خلق کیا' جیسے چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ جیسا کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میں محمد مصطفیٰ ﷺ سے اس طرح ہوں جیسے ضوء سے ضوء اور ضوء منیر سے ہے' نور نہیں۔ اور وہ علیہم السلام اسی حال میں کئی ہزار سال جیسا کہ میرے علم کے مطابق سو ہزار سال تک رہے اور خداوند تعالیٰ کی تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کرتے رہے اس وقت مخلوقات میں سے کوئی بھی ان کے ساتھ نہ تھا۔ پھر خداوند تعالیٰ نے ان کے نور کی شعاعوں سے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو خلق فرمایا' اور وہ بھی ایک ہزار زمانہ تک اسی حال میں خدا کی تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کرتے رہے۔ اس وقت مخلوقات میں محمد و آل محمد علیہم السلام اور انبیاء علیہم السلام کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

اس کے بعد انبیاء کے نور کی شعاعوں سے مؤمنین انس کا نور خلق

فرمایا پھر مؤمنین انس کے نور کی شعاعوں سے جن مؤمنین کے نور کو خلق فرمایا' غرض کہ اسی طرح جس طرح سے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں (یعنی جن مؤمنین کے نور کی شعاع سے ملائکہ کو خلق فرمایا اور ملائکہ کے نور کی شعاع سے مؤمنین حیوانات کے نور کو خلق فرمایا اور مؤمنین حیوانات کے نور کی شعاع سے مؤمنین نباتات کے نور کو خلق فرمایا اور مؤمنین نباتات کے نور کی شعاع سے مؤمنین جمادات کو خلق فرمایا) اور یہی وہ بات ہے کہ جو حق ہے اور جس پر آیات الٰہی دلالت کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ کہتا ہے کہ جب تمہارے کانوں میں چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کسی کا ایسا کلام پڑے' اور تم یہ سنو کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ فلاں ہماری طینت کے فاضل سے خلق ہوا ہے' پس تم جان لو یہ بات کہ اس فاضل سے ان علیہم السلام کی مراد اس چیز کی شعاع ہوتی ہے۔ اور اس کی صفت اور اس کی روشنی ہوتی ہے۔ کبھی بھی یہ وہم نہ کرنا کہ انہوں نے جو لفظ فاضل بولا ہے' اس سے ان کی مراد اس چیز میں سے باقی بچا ہوا حصہ ہے۔ کبھی نہیں کبھی نہیں۔ پس تم سمجھ لو اس کو۔

ختم ہوا کلام شیخ احمد احسائی کا اس کی کتاب فوائد کے فائدہ چودہ ۱۴ صفحہ ۲۹۱ تا صفحہ ۲۹۵ سے۔

اس کے بعد موسیٰ اسکوئی نے اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۲۸۳ سطر ۲ تا ۸ پر شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت کے صفحہ ۲۱۱ سطر ۱۴ تا ۱۷ سے مذکورہ نظریہ کی مزید تائید کے لئے شیخ کا بیان یوں نقل کیا ہے۔

شیخ احمد احسائی نے فقرہ "من اتبعکم فالجنۃ ماواہٗ و من خالفکم فالنار مثواہٗ" کی شرح کرتے ہوئے یوں لکھا ہے کہ:

اور اللہ نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کو اپنے نور سے خلق فرمایا' یعنی سب سے پہلا نور جو اللہ نے خلق کیا' اور جس کو پسند فرمایا' اور اس کی بزرگی اور شرف کے سبب سے اس کو اپنی طرف منسوب کیا' اور اس نور

کے سوا خدا نے اور کوئی نور خلق نہیں کیا، لیکن آگے جو کچھ خلق ہوا وہ اسی نور کے ذریعہ سے ہوا۔ یعنی اس کی شعاع سے خلق ہوئے، جو کہ ان کے شیعہ اور محب ہیں کہ جو ان علیہم السلام کی شعاع سے خلق ہوئے ہیں۔ اور وہ شیعہ انسان شیعہ جن، شیعہ ملائیکہ، شیعہ حیوان، شیعہ نبات طاہر اور شیعہ جماد طیب ہیں۔ اور ان شیعہ انسانوں، شیعہ جنوں، شیعہ ملائیکہ، شیعہ حیوانوں، شیعہ نباتات اور شیعہ جمادات کے عکوس ان کے سایوں اور ان کے اندھیروں سے ان کے دشمن اور ان کے دشمنوں کے پیرو پیدا ہوئے اور وہ دشمن انسان، دشمن جن، دشمن شیاطین، دشمن حیوانات، شریر اور دشمن نباتات جو کڑوی، کھاری اور کسیلی تھی۔ اور خراب اور خبیث دشمن جمادات پیدا ہوئے۔

شیخ احمد احسائی نور کو مادہ کہتا ہے۔ کے عنوان کے ماتحت اس کتاب میں یہاں تک احقاق الحق کے صفحہ ۲۶۹ سے صفحہ ۲۸۳ تک کے جتنے حوالے دیئے گئے ہیں ان کے عکس (فوٹوسٹیٹ) اگلے صفحات پر ملاحظہ ہوں۔

عکس احقاق الحق صفحہ 269 سطر16 تا 23

واما المراد من كونهم علة مادية لجميع الموجودات من الانبياء الى الجمادات ، فهو ان الله عز وجل خلقهم من شعاع نور الانوار الاربعة عشر — سلام الله عليهم — لا انهم مادة كل شيء. قال : بقية الله عجل الله فرجه : « اللهم ان شيعتنا منا ، خلقوا من فاضل طينتنا ، وعجنوا بماء ولايتنا ... » والمراد من الفاضل هو الشعاع كما يدل عليه خبر روض الجنان عن ابن عباس قال : قال : امير المؤمنين عليه السلام : « اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله » : قال : قلت : يا امير المؤمنين كيف ينظر بنور الله ؟ قال عليه السلام : « لانا خلقنا من نور الله ، وخلق شيعتنا من شعاع نورنا » .

عکس احقاق الحق صفحہ 270 سطر1 تا 23

ولو لم يكن المراد منه هو الشعاع لزم مشاركة الغير معهم — عليهم السلام — في الطينة .

وقد قال الصادق (ع) في خبر الكافي مسندا : « لم يجعل لاحد في مثل الذي خلقنا منه نصيب » .

ومما يدل على انهم علة مادية للانبياء والشيعة : ما ورد عن الصادق — عليه السلام — قال : ان « الله خلق المؤمنين من نوره ، وصبغهم رحمته ، المؤمن اخ المؤمن : من امه وابيه ، ابوه النور ، وامه الرحمة » . بدلالة ان من تدخل في المادة والمادة هي الاب ، والصورة التي هي الرحمة هي الام ، لا بالعكس كما توهم .

والظاهر انه لا اشكال في كونهم — عليهم السلام — علة مادية للانبياء والشيعة من الانس بمقتضى مفاد هذه الاخبار ، وما ذكره المرحوم في عبارته المنقولة، ان عندنا الشيعة وقلنا : لشمولها لدائرة الانبياء ، كما هو

الصواب ، بل انتلقت عليهم ـ عليهم السلام ـ كما في الاخبار السابقة في المقالة السابقة ، وفي الاية المباركة : « وان من شيعته لابراهيم » ان مرجع الضمير الى علي عليه السلام في الباطن كما في التفسير لا الى نوح عليه السلام ، وانما الاشكال في كونهم علة مادية لجميع المخلوقات من الانبياء الى الجمادات على هذا الترتيب ، يعني خلق الله سبحانه من شعاع نور محمد وآله الانبياء ، ومن شعاع نور الانبياء مؤمني الانس ، ومن شعاع نورهم مؤمني الجن ، ومن شعاع نورهم الملائكة ، ومن شعاع نورهم مؤمني الحيوانات ، ومن شعاع نورها مؤمني النباتات، ومن شعاع نورها مؤمني الجمادات ، هذا في المؤمنين من كل طبقة وسلسلة، واما كفار الطبقات غير الانبياء والملائكة ، خلقت مادة كفار كل طبقة منها من عكس شعاع مؤمني تلك الطبقة ،ويسمى الشيخ الاوحد هذا الترتيب :

عکس احقاق الحق صفحہ 271 سطر 1 تا 23

« بالسلسلة الطولية » ويعرفها بأنها هي : التي يكون شعاع العالي مادة للسافل :

لكن بيان هذا الاشكال واثبات حقيقة هذا الترتيب الذي ذهب اليه الشيخ الاوحد يحتاج الى رسم مقدمة نافعة ، وهي : ان الحكماء وعلماء الملل بنوا على ان الموجودات المتعددة والمخلوقات المختلفة خلقوا كلهم من طينة واحدة ، والاختلاف الموجود فيها بواسطة اختلاف مشخصاتها ومعيناتها ، وبواسطة قربها وبعدها من المبدء ، كاختلاف اشعة السراج قربا وبعدا ، خلق اولا من صفوة تلك الطينة وطيبها محمد واهل بيته الطاهرون صلوات الله عليهم اجمعين ، ثم من صفوة الباقي خلق الانبياء المرسلون ، ثم خلق من صفوة الباقي مؤمنوا الانس ، ثم خلقوا من صفوة الباقي مؤمنو الجن ، ثم خلق من صفوة الباقي الملائكة ، ثم خلق من صفوة الباقي ، مؤمنوا الحيوانات ، ثم خلق من صفوة الباقي مؤمنو النباتات ، ثم خلق من صفوة الباقي المعادن ، ثم خلق الجمادات ، فالكل من هذه المراتب مشترك

في الطينة ، الا ان الحصة المخلوق منها محمد واهل بيته صلى الله عليه وآله صفوة كل الحصص المخلوق منها سائر المراتب ، ثم الحصة المخلوق منها الانبياء ، بالنسبة الى الباقي كالحصة الاولى بالنسبة الى سائر الحصص ، وهكذا سائر المراتب الى آخرها .

واما الكفار من الانس والجن ، والشياطين والمسوخ والنباتات ، والجمادات غير المؤمنة ، كالنباتات والمياه المرة والمالحة ، والاراضي السبخة وغيرها ، خلقوا من عكس وظل تلك الحصص والانوار ، وظواهر الاخبار والآيات ربما تدل على هذا التفصيل كما رأيتها ، لكنه فاسد فاحش ، لأن كون هذه المراتب كلها في عرض واحد ، وشراكتها في طينة واحدة ، يلزم منه مفاسد كثيرة :

عکس احقاق الحق صفحہ 274 سطر 13 تا 21

وبالجملة فلنرجع الى ما نحن بصدده ونقول : ان الحق في المسئلة لما ذكر من المفاسد اللازمة على قول الحكماء ، هو ما قال به الشيخ الاوحد من عدم شراكة المراتب الثمانية ، وعدم اتحادها في الطينة ، وعدم وجود للمرتبة السافلة في مقام المرتبة العالية ، ولا ربط بينهما الا بالعلية والمعلولية، يعني شعاع المرتبة العالية علة مادية للمرتبة السافلة ، وهي اثر من العالية ، ينسبون موثرها ، كما هو شان المعلول بالنسبة الى علته ، والنور الى منيره ، والاثر الى موثره ،ويسمى هذا عند الشيخ الاوحد: « السلسلة الطولية »، يعني كل مرتبة في طول الاخرى لا في عرضها ، كما ذكر الحكماء ، وشعاع العالي علة للسافل ، ولا يلزم من القول به عيب ولا اشكال بوجه ،

عكس احقاق الحق صفحه 276 سطر 4 تا 10

التشديد ، ومع ذلك يستشهد في مقام تعظيم الشيخ الجليل بفقرة التوقيع الرفيع : يأشيخ منك الخطأ ومنا التشديد ، والظاهر انها من زلات قلمه سبق بها بلا قصد منه والتفات .

وبالجملة فالمؤمن من كل مرتبة خلق من شعاع نور العالي ، وشعاع نور العالي مادة السافل على الترتيب السابق من الحقيقة المحمدية صلى الله عليه وآله الى الجمادات ، واما الكافر من كل مرتبة من الانسان الى الجماد خلق من عكس وظل تلك المرتبة ، لأن كل مرتبة وان كان نورا للعالي لكنه منيرا للسافل ، والمنير له نور وظل ، الذي هو عكس النور ، كالشمس لها نور وهو الشعاع ، ولها ظل بواسطة اشراقها على الكثيف ، وكالسراج له نور وظلمة ، خلق من النور وهو الشعاع المؤمن ، ومن الظل الكافر .

عكس احقاق الحق صفحه 277 سطر 7 تا 12

ويحتمل ان يقال في رفع الاشكال بأن المراد من الشيعة والمؤمنين في الاخبار السابقة ما يعم كل المراتب من الانبياء الى الجمادات ، لا مايختص بالانبياء والانسان ، فالاخبار السابقة حينئذ تدل على الترتب الطولي على النحو المذكور ، وعليك بالفائدة الرابعة عشر من الفوائد (1) الذي صنفها الشيخ الاوحد الاحسائي (قده) تراها مستوفية لبيان السلسلة الطولية والترتب الطولي من المعصومين الاربعة عشر الى الجمادات .

وبالجملة اذا عرفت معنى كونهم عليهم السلام علة مادية لجميع

عكس احقاق الحق صفحه 279 سطر 8 تا 21

ومشترك في المادة وفي عرض واحد على قولهم ، فكيف يقال ان المرتبة الاولى علة مادية للمراتب الباقية السافلة ؟ واذا لم يقل بقولهم ، بل قال بفساد قولهم كما عرفت ، وبالترتب الطولي ، يعني ان الله خلق محمدا وآل محمد من طينة مختصة لهم دون غيرهم ، لم يجعل لاحد في مثل الذي خلقوا منه نصيب بوجه ، بل خلق ساير المخلوقات من فاضل تلك الطينة ، أي من شعاع نورها على الترتيب المذكور سابقا الى الجمادات ، فلا يكون لاشكاله مجال ، ولا يخفي على ذي حجي ما فيه وفيما مثله .

ونذكر عين عبارة الشيخ عطر الله رمسه من الفائدة الرابعة عشر من الفوائد (1) اتماما للحجة واكمالا للمحجة . قال : « اعلم ان الوجود الممكن ذهب اكثر الحكماء والعلماء من أهل الملل واهل النحل الى ان هذه الموجودات المتكثرة المتعددة المختلفة كلها من طينة واحدة ، وانما اختلفت بأختلاف معيناته وتغايرها ، وتكثر بتكثر مراتبه من جهة القرب الى المبدء والبعد ، كما تكثرت مراتب نور السراج الواحد من جهة قربه من السراج وبعده ، فاقواها نورا وحرارة ما كان اقرب الى السراج ، واضعفها نورا وحرارة ما كان ابعد منه ، وما بينهما بالنسبة ، فانه تعالى خلق الوجود لا غير ، وهو اول ما خلق الله عز وجل ، وهو الماء المذكور في القرآن والاحاديث ، فخلق من صفوته نور محمد صلى الله عليه وآله واهل بيته عليهم السلام ، ثم خلق من صفوة الباقي انوار الانبياء عليهم السلام ، ثم خلق من صفوة الباقي أنوار المؤمنين من الانس ، ثم المؤمنين من الجن ، ثم الملائكة ، ثم الحيوانات ، ثم النباتات ، ثم المعادن ، ثم الجمادات . واما الانس الكفار والجن الكفار ، والشياطين والمسوخ ، والنبات المر والارض

(1) كتاب شرح الفوائد للشيخ الاوحد (قدس سره) صفحة (٢٩٢ ـ ٢٩٥) الطبعة الثانية ـ (ايران ـ ١٢٧٤) .

عکس احقاق الحق صفحہ 280 سطر 1 تا 21

السبخة ، فمن عكوسات اولئك الانوار واظلتهم . ولهم على وحدة طينة هؤلاء المتكثرين ظواهر الاخبار . . . » الى ان قال بعد اسطر :

« وهذا غلط وباطل ، وزبد مجتث زائل ، اذ لو كان كذلك لامكن في الناقص ان يلحق بالكامل مع بقاء نقصانه الذاتي ، فيجوز للمؤمن الصالح العامل بما أمر به ان يسئل الله تعالى ان يجعله نبيا ، لانه على هذا القول انما لم يكن نبيا لانه ناقص في بعض ما يتعلق به التكليف ، والاطينة الانبياء وطينة المؤمنين واحدة ، وليس كذلك الى ان قال : والحق ان الوجود الممكن ليس متحدا في الرتبة الذاتية ولا في الرتبة التنزلية كما ذكره الاكثرون ، من ان تعدده في الرتبة التنزلية كتعدد نور السراج الواحد في مراتبه التنزلية ، مع ان رتبته الذاتية واحدة فقولنا : ان وجودات الممكنات ليست متحدة في الرتبة الذاتية ، نريد به ان الرتبة الاولى مختصة بالخلق الاول وليس لمن بعدهم فيها نصيب بوجه من الوجوه ، الاربط العلية والمعلولية . فالوجود الذي خلقت منه العقول لم تخلق منه النفوس ، لامن صفوته ولا من باقيه ، وانما خلقت النفوس من آثر ما خلقت منه العقول ، بمعنى انها خلقت من شعاع ما خلقت منه العقول ، وآيته ومثاله ودليله ان شعاع الشمس الواقع على الجدار خلق من ظهور جرم الشمس به ، واستنارة المقابل للجدار المستنير خلقت من شعاع استنارة الجدار ، واستنارة المقابل للمقابل المستنير خلقت من شعاع استنارة المقابل للمقابل ، وهكذا مراتب الوجود في تراميها من النور المحمدي صلى الله عليه وآله الى التراب ، كل سابق منير وما بعده شعاعه ونوره ، وكل نور جزء من سبعين جزء من نور منيره السابق عليه . . . » الى ان قال :

« انه تعالى اول ما خلق نور محمد صلى الله عليه وآله ، وخلق من نوره نور علي وفاطمة والحسن والحسين والتسعة الاطهار من ذرية الحسين

عکس احقاق الحق صفحہ 281 سطر 1 تا 14

عليهم السلام ، كخلق السراج من السراج ، وهو قول علي عليه السلام : « انا من محمد كالضوء من الضوء » والضوء من المنير لا النور . وبقوا كما روى عنهم عليهم السلام الف دهر على ما يظهر لي : (مائة الف سنة) يسبحون الله ويحمدونه ويهللونه ويكبرونه ، ليس في الوجود الممكن سواهم ، ثم خلق عز وجل من اشعة أنوارهم انوار مائة الف واربعة وعشرين الف نبي عليهم السلام ، وبقوا الف دهر يسبحون الله ويحمدونه ويهللونه ويكبرونه ليس في الامكان غير محمد وآله وغيرهم صلى الله عليه وآله وعليهم اجمعين ، لم يخلق تعالى من تلك الاشعة غير الانبياء عليهم السلام ، ثم خلق تعالى من اشعة انوار الانبياء عليهم السلام أنوار المؤمنين ، ثم أنوار المؤمنين من الجن وهكذا على نحو ما ذكرنا قبل هذا . وهذا هو الحق الذي دلت عليه آيات الله . . . الى ان قال : فاذا طرق سمعك شيء من كلامهم عليهم السلام مثل قولهم عليهم السلام خلق من فاضل طينة كذا ، فاعلم انهم عليهم السلام يريدون بالفاضل شعاع الشيء واشراقه وصفته لاكتوهم انهم عليهم السلام يريدون بالفاضل بقية الشيء ابدا فافهم ، انتهى كلامه رفع مقامه .

عکس احقاق الحق صفحہ 283 سطر 2 تا 8

قوابل الاشياء من خير وشر ، والعلة الثانية هم ، ان الاشياء خلقت لأجلهم . وقال في شرح فقرة (من ابغضكم فالجنة ماويه ، ومن خالفكم فالنار مثويه) : وكان قد خلقهم من نوره اي اول نور احدثه وارتضاه ونسبه اليه تشريفا ، ولم يخلق نورا غيره الا منه ، اي من اشعته كشيعتهم ومحبيهم من الانس والجن ، والملائكة وساير الحيوانات الخيرة ، والنباتات العذبة والجمادات الطيبة ، او عنه من عكوس اشعته وهي اظلتها وظلمات نفوسها ، كاعدائهم واتباع اعدائهم من الانس والجن والشياطين وساير الحيوانات الشريرة ، والنباتات المرة والحامضة والمنتنة والجمادات الخبيثة والسبخة الخ » .

شیخ احمد احسائی کے فلسفہ پر ہمارا تبصرہ

شیخ احمد احسائی نے جب اپنے فلسفہ کی تشہیر کی تو تمام علمائے شیعہ مجتہدین عظام اور مراجع کرام نے اس کو کافر قرار دیا۔ اور بہت سے شیعہ علماء نے اس کے رد میں کتابیں لکھیں جن کی فہرست ہماری کتاب "ایک پراسرار جاسوسی کردار" میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

لیکن رؤسائے مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت ان کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ جنہوں نے بھی شیخ کے خلاف کچھ کہا ہے' یا کچھ لکھا ہے وہ شیخ کی مصطلحات سے عدم انس کی وجہ سے ایسا لکھا ہے۔ لیکن اب تو خود انہوں نے شیخ کی کتابوں کا ورقہ ورقہ الٹ کر اور صفحہ صفحہ پلٹ کر جتنی عبارتیں اس موضوع پر تھیں اور جتنی مصطلحات اس کی کتابوں میں بیان ہوئی تھیں وہ سب کی سب نکال کر اپنی کتاب احقاق الحق میں جمع کر دی ہیں' اور ان کے مطالب کی بھی اچھی طرح سے وضاحت کر دی ہے۔ لہٰذا اگر کسی کے سمجھ میں نہ بھی آیا ہو' تو اب انہوں نے سمجھا دیا ہے۔ اور ان کے سمجھا دینے کے بعد عدم انس کی اب کوئی بات نہیں رہ گئی ہے' اور جو کچھ انہوں نے سمجھایا ہے' اس کے مطابق دوسرے فلاسفہ کے نظریے کا خلاصہ تو یہ ہے کہ:

نمبر1: خدا نے صرف ایک وجود کو خلق کیا نہ کہ کسی اور چیز کو۔ اور وہ سب سے اول مخلوق ہے جس کو خداوند تعالٰی نے خلق فرمایا ہے اور وہ مادہ ہے۔

نمبر2: سب مخلوق اس ہی ایک مادہ سے خلق ہوئی۔

نمبر3: سب سے پہلے مادہ میں سے جو بہترین حصہ تھا اس سے محمد و آل محمد علیہم السلام خلق ہوئے۔

نمبر4: پہلے طبقہ کی مخلوق کا حصہ بعد کے طبقہ کی مخلوق کے مادہ کے حصہ

سے بہترین تھا۔

نمبر5: ہر طبقہ کے کفار ہر طبقہ کے مؤمن کے حصہ اور نور کے عکس یعنی اندھیرے سے پیدا ہوئے۔

نمبر6: شیخ کے نزدیک اس نظریہ پر بکثرت روایات موجود ہیں۔

نمبر7: علمائے اسلام نے مذکورہ نظریہ کو وحدت الوجود قرار دے کر کفر قرار دیا۔ اور اس نظریہ کو کفر قرار دینے والوں میں خود شیخ احمد احسائی اور تمام رؤسائے شیخیہ شریک ہیں۔

اور دوسرے فلاسفہ کا مذکورہ نظریہ بیان کرنے کے بعد شیخ احمد احسائی اور تمام رؤسائے مذہب شیخیہ۔ خواہ وہ شیخیہ رکنیہ کرمان ہوں یا شیخیہ احقاقیہ کویت ہوں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا نظریہ یہ ہے کہ:

نمبر1: کوئی چیز ایجاد نہیں ہو سکتی جب تک کہ چار چیزیں موجود نہ ہوں' اور وہ چار چیزیں علت فاعلی' علت مادی' علت صوری اور علت غائی ہیں' اور اس کو علل اربعہ کہتے ہیں۔

نمبر2: محمد و آل محمد علیہم السلام ہی علل اربعہ' یعنی چاروں کی چاروں علتیں ہیں۔ علت فاعلی بھی وہی ہیں' علت مادی بھی وہی ہیں' علت صوری بھی وہی اور علت غائی بھی وہی ہیں۔

نمبر3: اللہ نے چہاردہ معصومین علیہم السلام کو اپنے نور سے خلق فرمایا۔ ان کا نور خدا کے نور میں سے اس طرح سے نکلا جس طرح سورج سے شعاعیں نکلتی ہیں اور خدا کا مادہ اس کی عین ذات ہے۔

نمبر4: خداوند تعالٰی نے اور کوئی نور خلق نہیں کیا سوائے اس نور اول کے' لیکن آگے جو کچھ خلق ہوا وہ اس نور کے ذریعہ سے خلق ہوا یعنی ان کی شعاع سے خلق ہوا۔

نمبر5: خدا کے ایجاد و خلق کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالٰی نے جو کچھ بھی خلق کیا اس کے مادہ کو آئمہ علیہم السلام کے انوار کی شعاعوں سے خلق کیا۔

نمبر6: شیعوں کو شیعہ کہا ہی اس لئے گیا ہے کہ وہ آئمہ علیہم السلام کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے۔

نمبر7: شیعوں کی شعاع آئمہ علیہم السلام کے نور کے ساتھ اس طرح سے متصل تھی جس طرح سورج کی شعاع سورج کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔

نمبر8: اگر تم آئمہ علیہم السلام میں سے کسی کے بارے میں یہ سنو کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ شیعہ ہماری طینت کے فاضل سے خلق ہوئے ہیں' تو اس فاضل سے مراد ان کی شعاع ہے۔

نمبر9: ہر طبقہ کے شیعوں کے پیدا ہونے کی مثال یہ ہے جیسے کہ دیوار کے اوپر سورج کے پڑنے والی شعاع جرم شمس یعنی سورج کے ظہور سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور اس دیوار کے مقابل میں جو دیوار ہو گی اس کی شعاعیں پہلی دیوار کی شعاعوں کے نور کی شعاعیں ہوں گی۔

نمبر10: نور دینے والی چیز میں نور بھی ہوتا ہے اور ظل یا سایہ یا اندھیرا بھی ہوتا ہے اور یہ سایہ کثیف اشیاء پر چمکنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

نمبر11: انبیاء سے لے کر جمادات تک ہر طبقہ کے نور کی شعاع سے تو مؤمن خلق ہوئے اور ہر طبقہ کے نور کی شعاع کے عکس یا سایہ یا ظلمت سے ہر طبقہ کے کافر خلق ہوئے۔

نمبر12: لیکن چہاردہ معصومین علیہم السلام کا مرتبہ چونکہ نور صرف ہے تو اس کا کوئی سایہ اور ظلمت یعنی اندھیرا نہ ہو گا۔ ورنہ ان کے سایہ سے جو انبیاء پیدا ہوتے وہ کافر بھی کہلاتے۔

نمبر13: پس شیخ کا مذہب یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ سے لے کر جمادات تک ترتیب طولی کا ہونا ہے۔ یعنی نچلے طبقہ کی مؤمن مخلوق اپنے سے اوپر کے طبقہ کی مومن مخلوق کی فاضل طینت سے خلق ہوئی تھی' اور فاضل کے معنی اس کے نزدیک شعاع کے ہیں' یعنی ہر طبقہ کے مؤمن اوپر کے طبقہ کے مؤمن کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے ہیں' اور ہر طبقہ کے کفار اس طبقہ

کے مؤمن کی شعاع کے عکس یا سایہ یا ظلمت سے پیدا ہوئے ہیں۔

نمبر14: اوپر کے طبقہ اور نچلے طبقہ میں علت و معلول منیر اور نور اور موثر اور اثر کی نسبت ہے۔ یعنی ہر اوپر کا طبقہ اپنے نچلے طبقہ کی علت فاعلی یعنی خالق بھی ہے اور علت مادی بھی اور ہر نچلا طبقہ اوپر کے طبقہ کی معلول یعنی مخلوق بھی ہے اور علت مادی بھی۔

نمبر15: مخلوق کے مختلف طبقات کی اس طرح پر خلقت کے نظریہ کا نام شیخ احمد احسائی نے سلسلہ طولیہ رکھا ہے۔

قارئین محترم رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کہتے ہیں کہ شیعہ علمائے اعلام اور مجتہدین عظام نے جو شیخ پر کفر کے فتوے دیئے ہیں تو وہ شیخ کی اصطلاحات سے عدم انس اور اس فن پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے دیئے ہیں۔ لہٰذا موسیٰ اسکوئی شیخ کا دفاع کرتے ہوئے شیخ کے کلام کی تشریح و توضیح و تفسیر کرتے ہیں' اور شیخ کی کتابوں کا ایک ایک ورق پلٹ کر اور ایک ایک صفحہ الٹ کر تمام مطالب کو یکجا جمع کر کے سمجھاتے ہیں' کہ شیخ نے جو کچھ کہا ہے وہ یہ ہے۔ جسے ہم نے اوپر ۱۵ نکات میں خلاصہ کر کے اختصار کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ اور حوالوں کے ساتھ سابقہ صفحات میں تفصیلاً نقل کر دیا ہے۔

قارئین محترم رئیس مذہب شیخیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کے سمجھانے کے بعد اب تو کوئی بات ایسی نہیں رہ گئی جو سمجھ میں آنے والی نہ ہو۔ کیونکہ موسیٰ اسکوئی نے اچھی طرح وضاحت کے ساتھ اپنی کتاب احقاق الحق میں ہر بات کھول کر سمجھا دی ہے' اور اپنے زعم میں شیخ کے مفہوم کو سمجھانے کے بعد' موسیٰ اسکوئی کہتے ہیں' کہ شیخ کے اس کلام میں کوئی بات اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ انہیں شیخ کے کلام میں کوئی بات اسلام کے خلاف کیوں نظر آتی کیونکہ ان کا اسلام یہی ہے۔ اور اسی طرح مولانا محمد بشیر صاحب انصاری' مولانا ضمیر الحسن صاحب اور مولانا محمد اسماعیل صاحب کو شیخ کے

کلام میں کوئی بات خلاف اسلام کیوں نظر آتی کیونکہ انہوں نے شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق سے ہی تو مجالس میں عقائد شیعہ کو فضائل محمد و آل محمد علیہم السلام کے نام سے بیان کیا ہے لہذا ان کو شیخ کے کلام میں کوئی بات خلاف اسلام نظر نہیں آسکتی تھی جیسا کہ مرزائیوں کو اپنی کسی بات میں کوئی بات خلاف اسلام نظر نہیں آتی کیونکہ ان کے نزدیک اسلام وہی ہے جو وہ پیش کر رہے ہیں۔ لیکن ایک سچا مسلمان اچھی طرح سے جان لے گا کہ شیخ کی ان باتوں میں کوئی بات بھی اسلام کی نہیں ہے۔ اور شیخ کی یہ تمام خیال بافیاں پنجابی محاورہ کے مطابق "نری چگلاں" ہیں۔ اور کفر محض ہیں۔ شیخ احمد احسائی نے سورج سے شعاعوں کے نکلنے کو خلق کرنا کہا ہے۔ اور اسی طرح چراغ سے شعاعوں کے نکلنے کو خلق کرنا اور چراغ کا فعل قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح ہر طبقہ کے نور سے شعاعوں کے نکلنے کو بھی خلق کرنا کہا ہے۔ لیکن صاحبان عقل و فہم اور صاحبان علم و دانش سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ سورج سے شعاعوں کے نکلنے کو یا چراغ سے شعاعوں کے نکلنے کو خلق کرنا نہیں کہہ سکتے، اور اگر یہ خلق کرنا ہے اور سورج اور چراغ ان شعاعوں کے خالق ہیں اور خدا بھی اسی طرح کا خالق ہے کیونکہ اس کے فلسفہ کے مطابق خدا میں سے بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور اسی طرح نکلا ہے جس طرح سورج سے شعاعیں نکلتی ہیں تو یہ خلق کرنا اور ان کا خالق ہونا یقیناً و حتماً بالقصد و بالارادہ نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ شعاعوں کا سورج سے نکلنا یا شعاعوں کا چراغ سے نکلنا اضطراری فعل کہلاتا ہے۔ لہذا اس بنا پر سورج اور چراغ کو اس کا فاعل موجب یا فاعل مجبور کہا جائے گا نہ کہ قادر و مختار اور خداوند تعالیٰ کو فاعل موجب سمجھنا اور اس طرح سے اس کی طرف خلق کی نسبت دینا بلاشک و شبہ کفر صریح ہے۔ جس کا بیان ہم عقائد اسلامی کے بیان میں کر آئے ہیں۔

اسی طرح یہ کہنا کہ خداوند تعالیٰ نے اور کچھ خلق نہیں کیا سوائے اس

نور اول کے اور آگے جو کچھ خلق ہوا وہ اسی نور کے ذریعہ سے خلق ہوا، یعنی اس کی شعاع سے خلق ہوا کفر صریح ہے۔ اور عیسائی حضرات بھی حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہی کچھ کہتے ہیں اور وحدت الوجود کا نظریہ بھی اس سے مختلف نہیں ہے جسے سب اہل اسلام کفر کہتے ہیں۔

اور شیخ کا یہ کہنا کہ شیعوں کو شیعہ کہا ہی اس لئے گیا ہے کہ وہ آئمہ علیہم السلام کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے ہیں غلط ہے چونکہ لفظ شیعہ کے معنی پیرو کے ہیں۔ اور جو شخص جس کی پیروی کرے گا وہ اس کا شیعہ کہلائے گا جیسے شیعہ علی یا شیعہ یزید لیکن اصطلاحاً اب یہ لفظ صرف شیعان علی کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔ اور لفظ شیعہ کا شعاع سے تعلق و واسطہ نہیں ہے اور سوائے شیخ کے خیالی و قیاسی و من گھڑت فلسفہ کے اس معنی و مفہوم کا کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔

اور رئیس مذہب شیخیہ موسیٰ اسکوئی کا شیخ کے سلسلہ طولیہ کو درست کرنے کے لئے شیخ کی عبارات سے یہ ثابت کرنا کہ لفظ شیعہ کا اطلاق انبیاء علیہم السلام سے لے کر جمادات تک کی تمام مخلوق پر ہوتا ہے یعنی شیعہ انبیاء، شیعہ انسان، شیعہ جن، شیعہ فرشتے، شیعہ حیوان، شیعہ نباتات اور شیعہ جمادات تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ سب کے سب ایک ساتھ خلق ہو گئے۔ کیونکہ ان کے نزدیک شیعہ کو شیعہ کہا ہی اس لئے گیا ہے کہ وہ آئمہ علیہم السلام کے نور کی شعاع سے خلق ہوئے ہیں اور شیعوں کی شعاع آئمہ علیہم السلام کے نور سے اس طرح سے متصل ہے جیسے سورج سے اس کی شعاعیں۔ پس اگر آئمہ علیہم السلام کو تمام کائنات کی علت فاعلی یعنی خالق بنانے کے لئے لفظ شیعہ کے مفہوم کو اتنا وسیع کیا گیا تو شیخ کا سلسلہ طولیہ ہی غلط ہو جائے گا۔ کیونکہ جب آئمہ اطہار علت فاعلی ہوئے اور تمام مخلوق انبیاء سے لے کر جمادات تک کے تمام مذکورہ طبقات ان کی شعاع ہوئے تو یہ طبقات کی اصطلاح ہی غلط ہو گئی۔ پس محمد و آل محمد علیہم السلام کے علاوہ

باقی سب ان کی شعاعیں ہیں یعنی شیعہ ہیں۔ پس یہ طبقات کیسے بنے۔

البتہ موسیٰ اسکوئی نے شیخ کی کتاب فوائد کے فائدہ نمبر ۱۴ سے سلسلہ طولیہ کو ثابت کرنے کے لئے شیخ کی کچھ عبارتیں نقل کی ہیں جن میں شیخ نے بیچ میں کچھ دیواریں کھڑی کی ہیں۔

اور ہم نے رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی کا بیان شعاعوں کے دیوار پر پڑنے اور پہلی دیوار کی شعاعوں کا دوسری دیوار پر پڑنے اور دوسری دیوار کی شعاعوں کا تیسری دیوار پر پڑنے اور اسی طرح تمام طبقات کی شعاعوں کا اگلی دیوار پر پڑنے کا بیان اپنی کتاب نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اور نوع نبی و امام میں تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔

پس سلسلہ طولیہ کو درست کرنے کے لئے بیچ میں دیواریں کھڑی کرنے کے مسئلہ پر شیخ احمد احسائی اور مذہب شیخیہ کی دونوں شاخوں کے رئیس و سربراہ یعنی مذہب شیخیہ کے رئیس مرزا موسیٰ اسکوئی اور شیخیہ رکنیہ کرمان کے رئیس محمد کریم خان کرمانی بالکل متفق ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قیاس آرائی اور خیال بافی میں جو دیواروں کا وجود حائل ہے، یہ دیواریں کہاں سے آگئیں۔ ان کی پیدائش کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ پس محمد و آل محمد علیہم السلام کی پیدائش سے پہلے مذکورہ دیواروں کی پیدائش درمیان میں لانی پڑے گی، تاکہ شیخ کا سلسلہ طولیہ درست ہو سکے۔ لیکن محض خیال بافی سے اور محض فرض کر لینے سے دیواریں کھڑی نہیں ہو سکتیں۔ اگرچہ شیخ کا سارا فلسفہ ہی محض خیال بافی ہے۔ لیکن اس خیال بافی میں بھی اس نے ان دیواروں کی پیدائش کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اور جب دیواریں پیدا ہی نہیں ہوئیں تو آئمہ علیہم السلام کی شعاعوں کے درمیان کسی دیوار کے حائل ہونے کا فرض کرنا غلط محض ہے۔

اور اگر بیچ میں کوئی دیوار نہ ہو تو اس طرح تمام مخلوق صرف دو حصوں میں تقسیم ہو گی یا محمد و آل محمد ہوں گے یا ان کے شیعہ ہوں گے۔ بلکہ اگر بیچ

میں کوئی دیوار نہ پڑے تو شیخ کا سلسلہ طولیہ، جس سے اس نے طبقات بنائے ہیں، ختم ہو جائے گا اور خدا کے نور میں سے جو شعاعیں سورج کی شعاعوں کی طرح نکل رہی تھیں، بس وہی وہ ہوں گی۔ اور چونکہ اس نے یہ کہا ہے کہ شیعہ شعاع سے بنا ہے، پس خدا کے نور میں سے نکلنے والی شعاعوں سے جو مخلوق بنی وہ بھی شیعہ ہی کہلائے گی، اور اس بات کا غلط باطل اور بے ہودہ اور کفر صریح ہونا کسی صاحب عقل پر مخفی نہیں ہے۔

لیکن شیخ احمد احسائی نے اپنے قیاسی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کو اسی خیال بافی کے ذریعہ درست کیا ہے۔ اور بیچ میں فرضی دیواریں کھڑی کر کے طبقات بنائے ہیں، اس طور پر کہ جو شعاعیں پہلی دیوار پر پڑی وہ انبیاء بن گئے اور پہلی دیوار کی شعاعوں کی چھوٹ جب دوسری دیوار پر پڑی تو وہ انسان بن گئے علی ھذہ القیاس تمام طبقات کا بیان ہے انبیاء سے لے کر جمادات تک۔ اور بیچ میں یہ دیواریں کھڑی کئے بغیر اس کے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کے مطابق کوئی بھی طبقہ وجود میں نہیں آسکتا تھا۔

اور چونکہ دیوار کے پچھلی طرف اندھیرا ہوتا ہے، لہٰذا وہ یہ کہتا ہے کہ ہر طبقہ کی شعاع والی دیوار کے پیچھے جو اندھیرا تھا اس سے کفار پیدا ہوئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اگر بیچ میں دیواریں نہ ہوں تو نہ تو کسی طبقہ کے مومن وجود میں آئیں اور نہ ہی کسی طبقہ کے کافر پیدا ہوں۔ یہی بات دوسرے فلاسفہ نے بیان کی تھی، جسے علمائے اسلام نے عقیدہ جبر قرار دے کر کفر کے فتوے لگائے تھے۔

اور شیخ نے سابقہ فلاسفہ کے اس نظریہ میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی ہے، بلکہ اس بات کو من و عن اپنا لیا ہے۔ علاوہ ازیں اس طرح اپنے سلسلہ طولیہ کے ذریعہ سے آئمہ اطہار علیہم السلام کو تمام کائنات کی علت فاعلی قرار دینا بھی صحیح نہیں ہو سکتا، کیونکہ شیخ کے اس سلسلہ طولیہ کے مطابق جمادات نباتات کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے۔ نباتات حیوانات

کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے حیوانات فرشتوں کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے' فرشتے جنوں کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے۔ جن انسانوں کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے۔ اور انسان انبیاء کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے اور انبیاء محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے اور محمد و آل محمد علیہم السلام خدا کے نور کی شعاع سے پیدا ہوئے اس طرح سے جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ پس اسی طرح بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کو نہ تو تمام کائنات کی علت فاعلی کہا جا سکتا ہے' اور نہ ہی علت مادی' بلکہ اس طرح تو خدا ہی ساری کائنات کی علت فاعلی اور علت مادی قرار پاتا ہے۔ اور خدا کو اس طرح سے علت فاعلی اور علت مادی ماننا صریحاً کا کفر ہے۔ اور اصل حقیقت یہ ہے کہ شیخ نے مفوضہ کے عقائد کو رواج دینے کے لئے یہ بے بنیاد فلسفہ گھڑا ہے۔ اور اسی لئے شیخ نے شیعہ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے علت فاعلی کو محمد و آل محمد علیہم السلام سے شروع کیا ہے لیکن محمد و آل محمد علیہم السلام کو بھی اس طرح سے علت فاعلی ماننا کفر صریح ہے جس کے لئے مولانا حسین بخش صاحب کا فتویٰ سابق میں گذر چکا ہے۔

پھر جب تمام مخلوق خلق ہی شعاعوں اور اندھیرے سے ہوئی۔ اور طبقات کا وجود دیواروں کے فرض کرنے سے قائم ہوا ہے۔ اور دیواروں کے بغیر طبقات وجود میں آ ہی نہیں سکتے۔ تو ایک دیوار خداوند تعالیٰ اور محمد و آل محمد علیہم السلام کے درمیان بھی فرض کرنی پڑے گی تاکہ اس کی شعاعوں کی چھوٹ سے انبیاء پیدا ہو سکیں۔ اور اگر خداوند تعالیٰ اور محمد و آل محمد علیہم السلام کے درمیان شیخ کے اس سلسلہ طولیہ کے مطابق کوئی دیوار فرض نہ گئی' تو انبیاء خلق نہ ہو سکیں گے۔ لہذا انبیاء کو خلق کرنے کے لئے محمد و آل محمد علیہم السلام کے نور سے پہلے بھی ایک دیوار کا وجود تسلیم کرنا پڑے گا' ورنہ سب کھیل بکھر جائے گا۔ اور خداوند تعالیٰ کا نور انبیاء کی

تخلیق کے لئے شعاع پذیر نہ ہو سکے گا۔ اور تمام انبیاء کتم عدم میں پوشیدہ رہیں گے اور کوئی نبی پیدا نہ ہو سکے گا۔

اور اگر محمد و آل محمد علیہم السلام کے خلق ہونے سے پہلے کوئی دیوار فرض کر لی' تو محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور اول خلق نہ رہے گا۔ بلکہ وہ دیوار اول خلق ہو گی' اور یہ بات خود شیخ کے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کو مسمار کرنے والی ہے۔

اور شیخ احمد احسائی کا یہ کہنا کہ سایہ یا ظلمت شعاعوں کے کثیف اشیاء پر پڑنے کی وجہ سے ہوتا ہے اور چونکہ محمد و آل محمد علیہم السلام کا مرتبہ نور صرف کا ہے تو اس کا کوئی سایہ اور ظلمت نہ ہو گا۔ ورنہ ان کے سایے سے جو انبیاء پیدا ہوتے وہ کافر نبی کہلاتے۔

شیخ کی یہ بات انتہائی فحش' سراسر غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ کثافت تو دیوار ہی کی ہو گی' اور اگر دیوار نہ ہو گی تو شعاع بھی منعکس نہ ہو گی۔ اور جب شعاع ہی منعکس نہ ہو گی تو نبی پیدا ہی نہ ہوں گے۔ نہ مؤمن نبی نہ کافر نبی۔ اور اگر دیوار ہو گی تو اس کا سایہ بھی ہو گا اور اس کا عکس اور اندھیرا بھی ہو گا۔ اور جب سایہ ہو گا تو نتیجہ وہی ہو گا۔ جو سب سایہ سے پیدا ہونے والی مخلوق کے لئے ہوا' یعنی سایے سے جو بھی پیدا ہو گا وہ کافر ہو گا۔ پس اس انکار سے کچھ حاصل نہیں ہے۔

شیخ نے یہاں پہلو بچایا ہے۔ بلکہ جان بچانے کے لئے کنی کترائی ہے۔ کہ کہیں (نعوذ باللہ) کافر نبی اور مومن نبی کہنے سے لوگ اس کے پیچھے ہی نہ پڑ جائیں۔ لہذا صریحاً الفاظ میں اظہار کرنے سے باز رہا۔

اور چونکہ شیخ کے اس سلسلہ طولیہ کا لازمی نتیجہ یہی ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ شیخ کے اس اصول کے مطابق مومن نبی کے ساتھ ساتھ (نعوذ باللہ) کافر نبی بھی ہوتے ہیں۔ اگرچہ یقیناً نبی کافر نہیں ہوتے' لیکن شیخ کے اس فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کا صریح اور لازمی نتیجہ یہی ہے۔ اور یہ بات

صریحاً کفر ہے۔

علاوہ ازیں شیخ احمد احسائی نے جو یہ کہا ہے کہ چونکہ محمد و آل محمد علیہم السلام کا مرتبہ نور صرف کا ہے' اس لئے اس کے کوئی سایہ یا ظلمت نہ ہو گا ورنہ اس کی شعاعوں کے عکس سے کافر نبی پیدا ہوتے' اگرچہ اس بات کا باطل ہونا ثابت ہو چکا ہے' لیکن اگر اس بات کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو جنوں کا نور تو نور صرف نہیں ہے۔ جو انسانوں کے نور کی شعاعوں سے پیدا ہوئے اور بعض جنوں کو قرآن میں خناس' شیطان اور طاغوت کے الفاظ سے نوازا گیا ہے۔ اور بیچ میں دیوار بھی حائل ہے۔ جس کا سایہ بھی ضروری ہے۔ اور شیخ کا یہ کہنا ہے کہ جنوں کے نور کی شعاع سے فرشتے خلق ہوئے ہیں۔ تو جب جنوں کے نور کی شعاع دیوار پر پڑی اور اس دیوار کی شعاع سے فرشتے پیدا ہوئے تو شیخ کے اس سلسلہ طولیہ کے مطابق یہ تو مؤمن فرشتے پیدا ہوئے۔ لیکن دیوار کے دوسری طرف تو سایہ ہی تھا اور اندھیرا تھا۔ جنوں کا نور بھی نور صرف نہ تھا۔ لہذا حتماً اور یقیناً شیخ کے اس فلسفہ کے مطابق دیوار کے دوسری طرف کے سایے سے یا اندھیرے سے کافر فرشتے پیدا ہونے چاہئیں (نعوذ باللہ) اور حتماً شیخ اسی بات کا قائل ہے۔

لیکن رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی نے اپنے شیخ کی اس خرافات کو چھپانے کے لئے فرشتوں کی دیوار کے پچھلی طرف کے سایے یا اندھیرے سے پیدا ہونے والے کافر فرشتوں کی بات کو گول کر دیا ہے۔ اور احقاقی حضرات شیخ کی ایسی ایسی فحش ترین باتوں پر اپنی لیپا پوتی کے ذریعہ اپنے شیخ کو بہت بڑا شیعہ عالم ظاہر کرنے کے لئے اسی طرح چھپانے اور پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لیکن ہم دکھاتے ہیں کہ شیخ اسی بات کا قائل ہے کہ فرشتے نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی ہوتے ہیں۔ صالح بھی ہوتے ہیں اور طالح بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ احمد احسائی اپنی کتاب شرح زیارت کے صفحہ ۸۹ پر "و

شہدت بہ ملائکتہ" کی شرح بیان کرتے ہوئے سطر نمبر ۲۶' ۲۷ پر تمام فرشتوں کے فرائض و اعمال بیان کرنے کے بعد یوں رقم طراز ہے۔

"فان تسبیحھم و شھادتھم بالوحدانیۃ بما ھم قائمون بہ و من ھذہ الاحوال المذکورۃ و ما اشبھا فان کانت صالحۃ نظم اللہ سبحانہ بھا بالحق و ان کانت طالحۃ انتظم بھا باطل المبطل فکانت سبب جریان العدل علی ذالک المبطل و ما تجزون الا ما کنتم تعلمون"

یعنی ان فرشتوں کی تسبیح' اور توحید کے لئے شہادت' مذکورہ احوال یا اس کے مشابہ کاموں میں سے جس کام پر انھیں لگایا ہے وہی ہے۔ یعنی جو نیک اور صالح فرشتے ہیں' ان کے ذریعہ تو اللہ حق کا نظام چلاتا ہے' اور طالح اور بد فرشتوں کے ذریعہ خدا باطل و مبطل کا نظام چلاتا ہے۔ اور یہ باطل و مبطل کام عدل کے جاری ہونے کا سبب بنتا ہے (جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے کہ) اور تمہیں بدلہ اسی کام کا ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔

شیخ احمد احسائی کا عدل الٰہی ملاحظہ ہو اور داد دیجئے ان لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ شیخ نے اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے۔

بہر حال اگر شیخ بالالفاظ واضح فرشتوں کو نیک اور صالح اور بد اور طالح نہ بھی کہتا تب بھی شیخ کے مذکورہ فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کا لازمی نتیجہ یہی تھا۔ لیکن شیخ نے بالالفاظ واضح بھی اس بات کو ظاہر کر دیا ہے کہ فرشتے صالح اور نیک بھی ہوتے ہیں اور طالح اور بد بھی ہوتے ہیں۔ صالح فرشتوں کے ذریعہ تو خداوند تعالیٰ نیکی اور حق کا نظام چلاتا ہے' اور طالح اور بد فرشتوں کے ذریعہ باطل کا نظام چلاتا ہے۔ یعنی اچھے کام بھی خدا ہی کراتا ہے۔ اور برے کام بھی خود خدا ہی کراتا ہے۔ اچھے کاموں کا نظام چلانے کے لئے اس نے اپنے نیک فرشتوں کو مامور کیا ہوا ہے۔ اور برے کاموں کے کرانے کے لئے اس نے طالح اور بد فرشتوں کو مامور کیا ہوا ہے۔

اور قارئین محترم لرز اٹھتا ہوں میں، جب میں شیخیوں کا یہ بیان پڑھتا ہوں کہ فرشتوں کی حرکت و سکون بدست اہل بیت ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے اپنی کتاب تنبیہہ المؤمنین میں، جسے انہوں نے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کی فرمائش پر اس لئے لکھا ہے کہ "مذہب شیخیہ کے عقائد کو بغیر علم و فہم غلط اور باطل سمجھا جا رہا ہے اس کی رد ہو جائے، اور قرآن و حدیث اور دلائل عقلیہ سے جن عقائد حقہ کو ان بزرگوں نے مبرہن و مستدل کیا ہے اس کا تذکرہ ہو جائے" چنانچہ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے اس مذکورہ کتاب کے صفحہ ۲۵ پر عقیدہ دہم پر لکھا ہے:

عقیدہ دہم۔ "فرشتوں کی حرکت و سکون بدست اہل بیت ہونے کا عقیدہ۔" اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس بات کو وہ فضیلت کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ میں نے اس بات کی تشریح سے اپنے قلم کو روک لیا ہے۔ بہرحال شیخ احمد احسائی کی یہ بات کئی لحاظ سے فاسد و کاسد و باطل و کفر صریح ہے۔

اولاً شیخ نے یہ کہہ کر کہ حق کا انتظام تو خدا نیک فرشتوں کے ذریعہ سے چلاتا ہے اور باطل کا انتظام طالح یعنی بد فرشتوں کے ذریعہ سے کرتا ہے، خدا کو ہی باطل کا فاعل قرار دے دیا ہے۔ کیا یہ بات کفر صریح نہیں ہے؟

دوسرے قرآن کریم اور احادیث معصومین علیہم السلام اور علمائے اہل اسلام کا اتفاق ہے اس بات پر کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ اور یہ بات ضروری مذہب شیعہ اور ضروری دین اسلام سے ہے۔ پس شیخ احمد احسائی نے صریحاً خدا کی مخالفت کی ہے، قرآن کی مخالفت کی ہے۔ احادیث پیغمبر کی مخالفت کی ہے، آئمہ علیہم السلام کی صحیح و مستند و مسلمہ روایات کی مخالفت کی ہے۔ تمام اہل اسلام کی مخالفت کی ہے اور ایک ضروری مذہب شیعہ اور ضروری دین اسلام کی مخالفت کی ہے۔ اور بالاتفاق کسی ایک بھی ضروری دین اسلام کی مخالفت کفر ہے۔ لہٰذا غور کیجئے کہ کیا یہ بات کفر

صریح نہیں ہے؟

شیخی حضرات کہتے ہیں کہ شیخ نے کفر کی کون سی بات کی ہے۔ لیکن ہم حیران ہیں اس بات پر کہ شیخ کی خرافات و کفریات کی کون کون سی باتوں کو بیان کرنے سے چھوڑا جائے، کہ یہ کتاب زیادہ ضخیم نہ ہو۔ لہٰذا ہم نے شیخ کی بہت سی خرافات اور اکثر کفریات کو چھوڑتے ہوئے انتہائی اختصار سے کام لیا ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ قارئین کرام کو اس بیان میں طول محسوس ہو رہا ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ بیان شیخ احمد احسائی کی خرافات کی دلدل کا صرف ایک چھینٹا اور شیخ کی کفریات کے سمندر میں سے صرف ایک قطرے کے برابر بھی نہیں ہے۔

بہرحال ہم پھر شیخ کے جدید فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ شیخ کا کہنا یہ ہے کہ اوپر کے طبقہ اور نیچے کے طبقہ میں کوئی نسبت نہیں ہے سوائے علت و معلول۔ منیر اور نور اور موثر اور اثر کے۔ یعنی اوپر کا طبقہ اپنے نچلے طبقہ کی علت فاعلی یعنی خالق بھی ہے اور علت مادی بھی ہے۔ اور ہر نچلا طبقہ اپنے اوپر کے طبقہ کی معلول یعنی مخلوق بھی ہے اور علت مادی بھی ہے۔ اور شیخیوں کے دونوں فرقے یعنی شیخیہ رکنیہ کرمان بھی اور شیخیہ احقاقیہ کویت بھی۔ شیخ کے اس نظریہ پر متفق ہیں اور اس مسئلہ میں ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

قارئین محترم ذرا سابقہ اوراق الٹ کر دیکھیں کہ باب دوم میں آپ کو معلوم ہو گا کہ افلاطون یونانی نے بھی یہی فلسفہ پیش کیا ہے۔ لیکن شیخیہ احقاقیہ کویت بھی اور شیخیہ رکنیہ کرمان بھی یہی کہتے ہیں کہ شیخ نے یہ حکمت محمد و آل محمد علیہم السلام پیش کی ہے۔ درآنحالیکہ شیخیوں کا یہ کہنا محمد و آل محمد علیہم السلام پر سراسر تہمت ہے۔ اور سراسر بہتان ہے۔ بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ شیخ نے جب یہ دیکھا کہ ان فلاسفہ پر، جنہوں نے فلسفہ یونان کو مشرف بہ اسلام کر کے پیش کیا تھا، علمائے اسلام نے کفر کے فتوے

صادر کئے ہوئے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اس فلسفہ کو مشرف بہ اسلام کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا تھا کہ مادہ کو۔ جسے مادئین قدیم کہتے تھے خدا کی مخلوق قرار دیا تھا۔ اور پھر اس مادہ کے بہترین حصہ سے ہر طبقہ کی مخلوق کو خلق کرنے کی نسبت خدا کی طرف دی تھی' لیکن شیخ نے علمائے اسلام کی ہاں میں ہاں ملا کر یہ کہا کہ ہاں یہ نظریہ کفر ہے۔ اور پھر اسی فلسفہ کو ایک نئی شکل دے کر پیش کر دیا اور اس شکل کا نام اس نے سلسلہ طولیہ رکھا۔ اور اس طرح اس نے اپنے فلسفہ کے اس سلسلہ طولیہ کے ذریعہ مادئین کے مادہ کو ہی مسلمانوں کا خدا بنا دیا۔ اور وہ وحدت الوجود جو مادہ میں مشترک ہونے کی بنا پر وحدت الوجود سمجھی جاتی تھی۔ وہ اس فلسفہ کے سلسلہ طولیہ میں زیادہ نمایاں ہے۔ کیونکہ یہاں پر تو خدا کے نور میں سے نکلنے والی شعاع ہی ہے جس سے سارے طبقات وجود میں آئے ہیں۔

اور اس بات کو سمجھنے کے لئے شیخ احمد احسائی کے اس سلسلہ طولیہ کو سب سے نچلے طبقہ کی طرف سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ:

سب سے آخری طبقہ جمادات کا ہے اور شیخ احمد احسائی اور تمام روسائے شیخیہ کے نزدیک یہ مخلوق کا آٹھواں طبقہ ہے۔ اور سب سے پست ترین طبقہ ہے۔ یہ طبقہ نہ تو کسی کی علت فاعلی ہے' اور نہ ہی کسی کی علت مادی ہے' اور نہ ہی کسی کی علت صوری ہے۔ کیونکہ جمادات کے بعد اور کسی طبقہ کی مخلوق موجود نہیں ہے۔

جمادات سے اوپر طبقہ نباتات کا طبقہ ہے' اور نباتات' جمادات کی علت فاعلی بھی ہے' کیونکہ اس کا نور ہی شعاع پذیر ہو کر جمادات پیدا ہوئی' اور وہی جمادات کی علت مادی ہے۔ اور وہی جمادات کی علت صوری ہے۔ چونکہ نباتات کی شعاعوں کی جو ہیئت و شکل تھی اس سے جمادات کی صورت بنی ہے' لہذا نباتات' جمادات کی علت صوری بھی ہیں۔

نباتات سے اوپر حیوانات کا طبقہ ہے پس حیوانات بھی بطریق مذکور ہی

نباتات کی علت فاعلی بھی ہیں۔ علت مادی بھی ہیں اور علت صوری بھی ہیں۔

حیوانات سے اوپر فرشتوں کا طبقہ ہے۔ اور فرشتے بھی بطریق مذکور ہی حیوانات کی علت فاعلی بھی ہیں' علت مادی بھی ہیں اور علت صوری بھی ہیں۔

فرشتوں سے اوپر جنوں کا طبقہ ہے۔ اور جن بھی بطریق مذکور ہی فرشتوں کی علت فاعلی بھی ہیں' علت مادی بھی ہیں اور علت صوری بھی ہیں۔

جنوں سے اوپر انسانوں کا طبقہ ہے اور انسان بھی بطریق مذکور ہی جنوں کی علت فاعلی بھی ہیں' علت مادی بھی ہیں اور علت صوری بھی ہیں۔

انسانوں سے اوپر ساتواں طبقہ انبیاء کا ہے اور انبیاء بھی بطریق مذکور انسانوں کی علت فاعلی بھی ہیں' علت مادی بھی ہیں اور علت صوری بھی ہیں۔

انبیاء سے اوپر محمد و آل محمد علیہم السلام کا طبقہ ہے۔ اور محمد و آل محمد علیہم السلام بھی بطریق مذکور ہی انبیاء کی علت فاعلی بھی ہیں۔ کیونکہ ان کا نور ہی شعاع پذیر ہو کر انبیاء پیدا ہوئے اور وہی انبیاء علیہم السلام کی علت مادی ہیں۔ چونکہ ان کے نور کی شعاعوں سے ہی انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے اور وہی ان کی علت صوری ہیں چونکہ ان کی شعاعوں کی جو ہیئت و شکل و صورت تھی اس پر ہی انبیاء علیہم السلام پیدا ہوئے ہیں۔

اور قارئین محترم یہ دور اور تسلسل ختم ہو گیا۔ محمد و آل محمد علیہم السلام پر جا کر اس طور پر کہ محمد و آل محمد علیہم السلام خداوند تعالیٰ کے نور کی شعاع سے خلق ہوئے اور ان کی شعاعیں خدا کے نور میں سے اس طرح جدا ہو رہی تھیں جس طرح سورج میں سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ پس اس طرح بطریق مذکور خداوند تعالیٰ محمد و آل محمد علیہم السلام کی

علت فاعلی بھی ہوا۔ علت مادی بھی ہوا اور علت صوری بھی ہوا۔ کیونکہ شیخ یہ کہتا ہے کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی چیز خلق ہو اور اس کا کوئی مادہ نہ ہو۔ "کیف یکون شئ و لا مادۃ لہ" شرح زیارت صفحہ ۳۴۳ پس شیخ کے فلسفہ کے مطابق محمد و آل محمد علیہم السلام کا مادہ خدا کے نور کی شعاعیں تھیں۔

اور شیخ احمد احسائی کے اس فلسفہ کے مطابق کوئی چیز خلق نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ چار چیزیں نہ ہوں۔ اول: علت فاعلی' دوسرے: علت مادی' تیسرے: علت صوری اور چوتھے: علت غائی۔ تو شیخ کے فلسفہ کے اس سلسلہ طولیہ کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو محمد و آل محمد علیہم السلام کی علت فاعلی اور علت مادی اور علت صوری کہا جائے۔ چونکہ خدا کے نور کی شعاعیں ہی تو بطریق مذکور محمد و آل محمد علیہم السلام کا مادہ بنی ہیں۔

اور اگر یہ سلسلہ یونہی اوپر کی طرف چلتا رہتا تو پھر یہ دور اور تسلسل یونہی قائم رہتا اور یہ سلسلہ کہیں ختم نہ ہوتا۔ لیکن شیخ احمد احسائی نے خدا پر یہ مہربانی کی کہ اس دور اور تسلسل کو ختم کر دیا یہ کہہ کر کہ:

"و مادتہ عین ذاتہ و عین صورتہ

(شرح زیارت صفحہ ۳۴۳ سطر ۱۴)

یعنی خداوند تعالیٰ کا مادہ اس کی عین ذات ہے اور اس کی عین صورت ہے۔ اور شیخ نے دوسرے مقام پر خداوند تعالیٰ کی مادہ سے جو نفی کی ہے تو یہ اسی طرح ہے جس طرح اس نے امیر المؤمنین کے ارشاد گرامی "و کمال توحیدہ نفی الصفات عنہ" کی تفسیر میں خداوند تعالیٰ کی ہر صفت کی نفی کر دی ہے۔ حالانکہ امیر المؤمنین کی اس سے مراد یہ تھی کہ اس کی صفات کو اس کی زائد بر ذات نہ مانا جائے۔

اس طرح سے شیخ کے فلسفہ کا یہ سلسلہ طولیہ خداوند تعالیٰ پر جا کر ختم ہوتا ہے' اور اس طرح وہی ساری کائنات کی علت فاعلی قرار پاتا ہے' وہی

کائنات کی علت مادی قرار پاتا ہے' اور وہی کائنات کی علت صوری قرار پاتا ہے۔ اور سابقہ فلسفہ کے مطابق وحدت الوجود اس سے زیادہ ظاہر نہیں ہے۔ بلکہ شیخ احمد احسائی نے خداوند تعالیٰ کے بارے میں "و مادتہ عین ذاتہ" کہہ کر مادئین کے اس نظریہ کی تصدیق کر دی ہے کہ مادہ ہی قدیم ہے اور وہی مادہ مختلف شکلیں تبدیل کرتا رہتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مادئین نے جس چیز کو مادہ کہا ہے اسی چیز کو شیخ احمد احسائی نے خدا کہا ہے گویا اس طرح سے شیخ نے اپنی چالاکی اور مکاری سے مادئین کے مادہ کو اہل اسلام کا خدا بنا دیا ہے۔ اور اسی چیز کو جس کو مادئین مادہ کہتے تھے۔ اسی چیز کو شیخ احمد احسائی نے خدا کہہ دیا ہے' اور اس مادہ کے سوا خدا کا اور کوئی وجود نہ رہا۔ پس اس طرح سے شیخ احمد احسائی فی الحقیقت منکر وجود باری تعالیٰ ہے۔ اور پوری مکاری و عیاری اور چالاکی سے اہل اسلام کی اصطلاحات کو اپنے مفہوم میں استعمال کرتا ہے۔ یعنی یوں کہنے کی بجائے کہ مادہ میں سے وہ شعاعیں نکلیں یوں کہتا ہے کہ خدا میں سے وہ شعاعیں نکلیں۔

ہم نے مذکورہ بیان میں علت غائی کا ذکر نہیں کیا ہے۔ صرف علت فاعلی' علت مادی اور علت صوری کا ہی ذکر کیا ہے۔ جہاں تک علت غائی کا تعلق ہے تو اس کا ذکر ہم نے اس لئے نہیں کیا کیونکہ علت غائی فاعل کے قصد و ارادہ کے ماتحت ہوتی ہے۔ اور فاعل موجب کا کوئی قصد و ارادہ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کی اپنی کوئی غرض و غایت نہیں ہوتی۔ علت و معلول میں فعل اضطراری ہوتا ہے۔ اس میں سے اس کے ارادہ و اختیار کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اسی لئے وہ فاعل موجب یا فاعل مجبور کہلاتا ہے۔ مثلاً آگ سے حرارت ہی نکلتی ہے۔ اور اس کے کسی قصد و ارادہ کے بغیر نکلتی ہے۔ اور جب اس کا اپنا کوئی قصد و ارادہ ہی نہیں ہے' تو پھر اس کی غرض و غایت کیا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا شیخ احمد احسائی نے بھی اور رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا

موسیٰ اسکوئی نے بھی صرف عام چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ اصول بیان کر دیا ہے کیونکہ عام چیزیں جس وقت بنتی ہیں تو یہ چار چیزیں ضرور ہوتی ہیں۔ جیسا کہ خود مرزا موسیٰ اسکوئی نے مثال کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ کہ ایک تخت کے بنانے کے لئے ایک اس کا بنانے والا ہو گا اور وہ نجار یعنی بڑھئی یا ترکھان ہے جس کو اس نے علت فاعلی کہا ہے۔ دوسرا اس کا مادہ ہو گا اور وہ لکڑی ہے۔ جو تخت کی علت مادی ہے۔ تیسری اس تخت کی صورت ہے۔ اور وہ اس کی وہی ہیئت و شکل ہے، جس ہیئت و شکل کا وہ تخت بنایا گیا ہے۔ اور چوتھی اس کے بنانے کی غرض و غایت ہے اور وہ اس کے اوپر بیٹھنا ہے۔ اس کو علت غائی کہتے ہیں۔ یعنی یہ تخت بیٹھنے کے لئے بنایا گیا ہے۔

لیکن شیخ کے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کے مطابق نجار کو علت فاعلی کہنا غلط ہے۔ کیونکہ معلول اپنی علت کی جنس سے ہوتا ہے۔ جیسے آگ علت فاعلی اور علت مادی ہے۔ اور حرارت اور جلانا اس کی معلول ہے۔ اس طرح نجار شیخ کے سلسلہ طولیہ کے نظریہ کے مطابق علت فاعل یا علت مادی نہیں ہے۔ بلکہ نجار ایک صانع مختار ہے۔ اور وہ بالکل خارج میں واقع ہے۔ اور اس نے بالقصد و بالارادہ تخت بنایا ہے۔ کیونکہ اس نے بیٹھنے کی غرض سے ایک تخت بنانے کا قصد و ارادہ کیا، پس یہ بیٹھنے کے لئے بنانا اس کی علت غائی ہے۔ جس کا تصور پہلے سے اس کے ذہن میں ہوتا ہے۔

لیکن آگ کا خود بحیثیت علت فاعلی کے کوئی قصد و ارادہ نہیں ہوتا لہٰذا خود اس کی اپنی کوئی غرض و غایت بھی نہیں ہوتی۔ پس شیخ کے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کی رو سے محمد و آل محمد علیہم السلام کو کائنات کی علت غائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مگر چونکہ خداوند تعالیٰ نے انسانوں سے مخاطب ہو کر یہ فرمایا ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے وہ سب میں نے تمہارے

فائدہ کے لئے خلق کیا ہے۔ اور محمد و آل محمد علیہم السلام چونکہ انسانوں میں اشرف ترین و افضل ترین و اکمل ترین انسان ہیں لہٰذا وہ اس خطاب کے اولین حقدار ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث قدسی میں آیا ہے کہ: "لولاک لما خلقت الافلاک" اور اس حدیث شریف کا مطلب بھی وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا محمد و آل محمد علیہم السلام کے کائنات کی علت غائی ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے یعنی کائنات ان کے لئے بنائی گئی ہے۔ اور یہ بنانے والا شیخ کے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کی علت فاعلی نہیں ہے بلکہ خارج میں قادر مطلق، فاعل مختار اور خالق بالقصد و بالارادہ ہے۔ اور اس نے ساری کائنات کو عبث میں خلق نہیں کیا ہے۔ بلکہ کسی غرض و غایت ہی کے لئے خلق کیا ہے پس وہ غرض و غایت جس کے لئے اس نے کائنات بنائی ہے کائنات کی علت غائی ہے لیکن شیخ نے اپنے فلسفہ کے ماتحت شیعوں کو دھوکہ دینے کے لئے اسے بھی اپنی علل اربعہ میں شامل کر لیا ہے۔

شیخ احمد احسائی اپنے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کو درست کرنے کے لئے صوفیہ کے دلائل کو بھی کام میں لایا ہے چنانچہ وہ شرح زیارت کے صفحہ ۱۸ سطر ۱۱ تا ۱۵ پر لکھتا ہے کہ:-

سوائے اس کے نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو ان کی جامعیت کی حیثیت سے اپنا قرب عطا فرمایا ہے۔ وہ جامعیت کہ جو قرب کی علت ہے۔ اور وہ ان کا صفات خداوندی سے متصف ہونا ہے۔ جس طرح لوہا آگ کے قرب سے (گرم اور سرخ ہو کر) آگ کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس وقت لوہے کو آگ سے قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ تو آگ کی صفت لوہے کے اندر پیدا ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ جو کام آگ کرتی ہے۔ وہی کام وہ آگ میں گرم اور سرخ ہو کر آگ بنا ہوا لوہا کرنے لگ جاتا ہے۔ اور یہ لوہے کا فعل نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آگ کا

فعل ہوتا ہے۔ کیونکہ آگ اپنی تاثیر سے اپنی صفت کے ساتھ لوہے میں
ظاہر ہو گئی ہے' اور لوہے نے اس صفت کو اپنے اندر محفوظ کر لیا ہے' اور
لوہا اس آگ کی صفت اور فعل کا محل بن گیا ہے۔ پس صفات نار کو حفظ
کرنے والے لوہے کی طرح۔ اللہ کا فعل اللہ کی صفت کے واسطے سے محمد و
آل محمد علیہم السلام میں ظاہر ہوا۔ پس اللہ کا فعل ان کے فعل کے ذریعہ
اور ان کے واسطے سے سرانجام پاتا ہے۔ کیونکہ وہ محال مشیت خداوندی
ہیں اور ان کا اپنا کوئی فعل نہیں ہے۔ جیسے لوہے کا کوئی فعل نہیں ہے۔ اور
وہ بس اللہ کا فعل ہے' ان کے فعل کے ذریعہ' اور وہ اسی فعل موثر کے
محافظ ہیں' جیسے لوہا آگ کے فعل کا محافظ ہے۔ اور اس نے اس حرارت نار
(آگ) کو اپنے اندر جذب اور محفوظ کر لیا ہے۔ جو نار کا فعل ہے۔ اور
اس کی صفت ہے۔

ان (محمد و آل محمد علیہم السلام) میں خدا کی صفات اسی طرح سے ظاہر
ہوئی ہیں۔ جس طرح لوہے میں آگ کی صفت آ گئی ہے۔ لہٰذا اس نے ان
کے فعل کو حقیقت کے لحاظ سے اپنی طرف نسبت دی ہے اور فرمایا ہے۔
"وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی" یعنی اے پیغمبر وہ تیر یا وہ
کنکریاں جو تم نے پھینکی تھیں وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ ہم نے پھینکی
تھیں۔

قارئین محترم ملاحظہ کریں کہ شیخ احمد احسائی قرآن کی آیات کا مفہوم
بھی اپنے فلسفہ اور صوفیہ و غالیہ و مفوضہ کے نظریات کے مطابق کرتا ہے۔
کیونکہ بے شک کنکریاں تو پیغمبر نے ہی پھینکی تھیں مگر ان کو معجزانہ طور پر
چاروں طرف کافروں کی آنکھوں تک پہنچانا خدا کا کام تھا۔ بہرحال لوہے
اور آگ کی مثال صوفیہ اتحادیہ کی مثال اور دلیل ہے۔

اسی طرح شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ ۱۸۸' ۱۸۹ میں
حقیقت محمدیہ کو اور خدا کو چراغ اور آگ سے تشبیہ دی ہے جو صوفیہ

اتحادیہ کی دوسری دلیل ہے۔ پر صفحہ ۱۸۸ سطر ۲۳ تا ۲۶ میں "انتم
السبیل الاعظم والصراط الاقوم" کی شرح کرتے ہوئے کہتا ہے کہ
علامہ مجلسی نے تو اس کی شرح میں یہ کہا ہے کہ عقائد و اعمال میں ان کی
متابعت اور پیروی اقوم الطریق یعنی سب سے سیدھا راستہ ہے۔ لیکن شیخ
احمد احسائی اس کے آگے صفحہ ۱۸۸ سطر ۲۶ تا ۳۱ اور صفحہ ۱۸۹ سطر ۱ تا ۲ پر
یوں کہتا ہے کہ:

میں یہ کہتا ہوں کہ "انتم السبیل الاعظم" سے مراد یہ ہے کہ
آئمہ علیہم السلام اللہ کی سبیل ہیں' اس کی خلق کے لئے' یعنی مخلوق کی ایجاد
و تکلیف میں اللہ کا راستہ وہی ہیں' پس کوئی شے ان کے توسط کے بغیر نہ تو
پیدا ہو سکتی ہے۔ نہ وجود میں آ سکتی ہے۔ اور نہ ہی کسی قسم کی مدد حاصل
کر سکتی ہے۔ پس وہی اللہ کے فعل کا ذریعہ ہیں ہر قسم کی ایجاد میں۔ اور
حصول فیض میں سبیل ہیں۔

پس ہر شے کے صدور و بقاء میں ہر شے کی علت فاعلی بھی محمد و آل محمد
علیہم السلام ہی ہیں۔ علت صوری بھی محمد و آل محمد علیہم السلام ہی ہیں اور
علت غائی بھی محمد و آل محمد علیہم السلام ہی ہیں۔ اور ہر شے اپنے وجود کے
لئے انہیں سے مدد حاصل کرتی ہے کسی اور چیز سے نہیں۔ جس طرح کوئی
شعاع اپنی بقاء و صدور میں آگ کے فعل سے مدد حاصل نہیں کر سکتی' مگر
چراغ کے اس شعلہ کے ذریعہ سے جو ظاہر ہے۔ چراغ کا وہ شعلہ ہی تمام
شعاعوں کی علت فاعلی ہے۔ وہی تمام شعاعوں کی علت مادی ہے' اور وہی
علت غائی ہے۔ اسی طرح آئمہ علیہم السلام تمام کائنات کی علت فاعلی ہیں'
وہی کائنات کی علت مادی ہیں' اور وہی علت غائی ہیں۔ "فان آیت اللہ
ھی النار الغائبۃ" کیونکہ یہ غائب آگ اللہ کی آیت ہے۔ یعنی حرارت
اور جلانا دو جوہر ہیں۔ اور غائب آگ کی حرارت اس کا فعل ہے' اور یہ اللہ
تعالیٰ کی مشیت کی آیت ہے' اور چراغ کا وہ شعلہ مرئیہ یعنی ظاہری شعلہ

چراغ کا وہ تیل ہے جو دھوئیں کی شکل میں تبدیل ہو کر آگ کی حرارت سے روشن ہو گیا ہے۔ یہ شعلہ حقیقت محمدیہ کی آیت ہے۔ پس وہ شعلہ تمام شعاعوں کے ایجاد کرنے میں اور خلق کرنے میں آگ کی سبیل یعنی راستہ ہے۔ پس وہی شعلہ تمام شعاعوں کے خلق ہونے میں علت فاعلی ہے۔ وہی شعلہ تمام شعاعوں کی ایجاد میں علت مادی ہے اور وہی شعلہ تمام شعاعوں کی علت غائی ہے۔ اس طرح مخلوقات میں سے کوئی بھی چیز خواہ وہ ذات ہو یا صفت جوہر ہو یا عرض اپنے وجود اور خلق ہونے کے بارے میں کسی قسم کی مدد اللہ تعالٰی کے فعل سے حاصل نہیں کر سکتی مگر حقیقت محمدیہ کے توسط اور ذریعہ سے۔ اور حقیقت محمدیہ ہی وہ پانی ہے جس سے خدا نے ہر چیز کو خلق کیا ہے۔ وہی ہر چیز کی علت فاعلی ہیں، وہی ہر چیز کی علت مادی ہیں، وہی ہر چیز کی علت غائی ہیں، اور یہی آئمہ علیہم السلام کی حقیقت ہے۔ اور وہی سبیل اعظم ہیں۔ اور اس سبیل اعظم کو خاص طور پر اس لئے عظیم کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور کبر کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ کیونکہ کبر ظاہر کے ساتھ مخصوص ہے اور عظیم ظاہر و باطن دونوں کے عموم کے ساتھ۔ شرح زیارت صفحہ ۱۸۷ سطر ۱۱ تا ۱۵ و صفحہ ۱۸۸ سطر ۲۴ تا ۳۱ و صفحہ ۱۸۹ سطر ۱ تا ۲ کا عکس قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

عکس شرح زیارت صفحہ 187 سطر 11 تا 15

[illegible]

عکس شرح زیارت صفحہ 188 سطر 24 تا 31

عکس شرح زیارت صفحہ 189 سطر 1 تا 2

[illegible]

قارئین محترم آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ شیخ احمد احسائی کے مذکورہ بیان میں صوفیہ اتحادیہ کی دونوں ہی مثالیں اور دونوں ہی دلیلیں آ گئی ہیں۔ جو صوفیہ اتحادیہ کی سب سے بڑی دلیلیں ہیں۔ اس فرق کے ساتھ کہ انہوں نے یہ مثالیں اور دلیلیں اپنے لئے اور اپنے مشائخ کے لئے بیان کی ہیں اور شیخ احمد احسائی نے ان مثالوں اور ان دلیلوں کو محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے بیان کیا ہے۔ اور مذکورہ مثالوں اور دلیلوں سے سب اہل اسلام نے صوفیہ اتحادیہ کو کافر قرار دیا ہے۔ اور اسی چیز کو دیکھ کر لغت عربی المنجد کے مصنف نے شیخ احمد احسائی کے نام کے ترجمہ میں اس کو "موسس فرقة الشیخیه" لکھ کر شیخیوں کے بارے میں یہ لکھا تھا کہ :- "الشیخیة شیعة الحلولیه" یعنی شیخی شیعوں کے اس فرقہ کو کہا جاتا ہے جو حلول کا قائل ہے۔ اور چونکہ وہ خود کو اسی طرح سے شیعوں کی طرف سے کافر قرار دیئے جانے کے باوجود شیعہ ہی کہتے ہیں' جس طرح مرزائی حضرات مسلمانوں کی طرف سے غیر مسلم قرار دیئے جانے کے باوجود خود کو مسلمان ہی کہتے ہیں۔ لہذا لغت عربی کے مصنف نے انہیں وہ شیعہ لکھا جو حلول کے قائل ہیں۔

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ لوہے میں آگ کے اثر کو منجد کے عیسائی مصنف نے حلول سمجھ لیا ورنہ یہ صوفیہ اتحادیہ کی دلیل ہے۔ صوفیہ حلولیہ کی نہیں۔ یعنی لوہے کا آگ کے ساتھ قرب حاصل کر کے اس کے صفات اور فعل کا حامل ہو جانا۔ گو اس کے اندر حلول کا شبہ بھی ہوتا ہے' مگر فی الحقیقت دلیل یہ صوفیہ اتحادیہ کی ہے' صوفیہ حلولیہ کی نہیں' اور اسی لئے رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الحائری الاحقاقی کے برادر بزرگ مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے اپنی کتاب "مقالة الناصحة الزاجرہ" کے صفحہ ۲۸۷ پر یہ لکھا ہے کہ: "شیخی حلول کے قائل نہیں ہیں' اور اس مسیحی کو جس کا مذاق صرف لغت لکھنے تک محدود ہے اس کو

عقائد اور مذہبی اصطلاحات کا کیا پتہ۔"

بہرحال حلول و اتحاد میں ایک طرح کی مشابہت موجود ہے۔ مگر لوہے اور آگ یا کوئلہ اور آگ میں اتحاد کا نظریہ بیان ہوا ہے۔ اور علمائے اسلام نے اس نظریہ کو کفر قرار دیا ہے اور ایسا نظریہ رکھنے والوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اور یہ خداوند تعالیٰ کی صفات سلبیہ میں سے ہے۔

اور شیخ احمد احسائی نے صوفیہ اتحادیہ کا نظریہ یعنی لوہے میں آگ کی صفات اور فعل کا آنا۔ اور اسی طرح چراغ سے آگ کی صفات اور فعل کا ظہور اس لئے اختیار کیا ہے تاکہ اس طرح اپنے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کی علل اربعہ کی علت فاعلی اور علت مادی کو درست کر سکے۔

آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ آگ کسے کہتے ہیں؟ فرض کریں آپ کے سامنے آگ کا ایک انگارہ رکھا ہوا۔ آپ اسی کو آگ کہتے ہیں' لیکن شیخ کے نظریہ کے مطابق یہ آگ نہیں ہے۔ آپ اس انگارے کے اوپر پانی ڈال دیجئے اب دیکھئے یہ کیا ہے؟ یہ صرف ایک کوئلہ ہے' آپ اسی کو پہلے آگ کہتے تھے۔ مگر اب آگ نہیں رہی۔ آگ وہ تھی جو اب غائب ہو گئی ہے۔ اسی لئے شیخ احمد احسائی اس کو "النار الغائبة" کہتا ہے۔ یعنی غائب آگ یہ نار غائبہ جس چیز کے ساتھ اتصال و اتحاد کرتی ہے اس کو آگ بنا دیتی ہے۔ اسی طرح صوفی کا جب خدا سے وصال ہو جاتا ہے یا خدا صوفی کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے تو وہ صوفی خدا بن جاتا ہے۔ اسی لئے ایک مشہور صوفی کا قول ہے کہ "لیس فی جبتی الا اللہ" یعنی میرے جبہ کے اندر خدا کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی میرا خدا کے ساتھ وصال ہو گیا ہے۔ یا خدا میرے ساتھ متحد ہو گیا ہے لہذا اس اتحاد و وصال نے خود مجھے خدا بنا دیا ہے۔

بہرحال آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ وہ کوئلہ آگ نہیں ہے۔ بلکہ وہ کوئلہ اپنے مقام پر کوئلہ ہی ہے۔ اسی طرح آگ ہر چیز کو جس کے ساتھ

اتصال کرتی ہے اس کو آگ بنا دیتی ہے۔ اب اس سے جو کام صادر ہوتے ہیں۔ یعنی جلانا گرمی اور روشنی وغیرہ تو یہ کوئلے کے کام نہیں ہیں بلکہ یہ اس غائب آگ کے کام ہیں جو وہ کوئلہ کے ساتھ اتحاد ہو جانے کے بعد کر رہی ہے۔ اور اسی طرح سے آگ لکڑی یا لوہے یا چراغ کے تیل کے ساتھ متحد ہو کر اس کو آگ بنا دیتی ہے۔ اور ان سے آگ کے افعال کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ یعنی وہ آگ جو غائب ہے کوئلہ یا لوہا یا چراغ کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ کوئلہ یا لوہا یا چراغ اس نار غائبہ کی ظاہر شکل یا ظہور ہے۔

پس جس طرح آگ اپنے آپ کو کوئلے یا لوہے یا چراغ کے ذریعہ سے ظاہر کرتی ہے اسی طرح خداوند تعالیٰ بھی صوفیوں کے نزدیک صوفیوں کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور اسی دلیل سے شیخ احمد احسائی اور مذہب شیعہ کے مطابق محمد و آل محمد علیہم السلام کے ذریعہ اور واسطے سے ظاہر کرتا ہے۔

یہ تمام مثالیں صوفیہ اتحادیہ کی ہیں جن کے کفر پر علمائے شیعہ بلکہ تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے۔ اور اسی عقیدے اور نظریے کی بناء پر منصور حلاج نے "انا الحق" کا دعویٰ کیا تھا۔ اور اسی بناء پر اسے سولی دی گئی تھی۔

اور ہم نے اپنی کتاب "ایک پر اسرار جاسوسی کردار" میں یہ ثابت کیا ہے کہ باوجود اس کے کہ اس کا دعویٰ یہ ہے کہ اس نے اس دنیا میں کسی استاد سے نہیں پڑھا' بلکہ اس کے تمام علوم کا سرچشمہ وہ وحی و کشف و الہام ہے' جو وہ خود سے اپنی مرضی سے حاصل کر لیا کرتا تھا۔ اگر کسی کی شاگردی کا اقبال کیا ہے تو وہ صرف حاکم بصرہ کی شاگردی ہے' جو اس کے قول کے مطابق ایک ماہر فلسفی اور ایک کامل صوفی تھا اور بصرہ ان دنوں سلطنت ترکیہ کی عملداری میں تھا۔ اور جان میلکم انگلیسی کے زیر تسلط اور تحویل میں تھا۔

پس شیخ کی کتابوں میں فلسفہ کے افکار اور صوفیوں کے امثال و دلائل کے علاوہ اسلامی اقوال و روایات کا اگر کہیں ذکر ہے تو ان میں سے اکثر ان روایات و اقوال کا ذکر ہے جو اس کے فلسفہ کی توثیق و تصدیق کرنے والے ہیں۔ اور وہ غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات ہیں۔ جو انہوں نے آئمہ علیہم السلام کو خدا بنانے' یا خدائی صفات کا مالک بنانے کے لئے ان کی طرف منسوب کر کے رواج دی ہوئی تھیں۔ اور اگر کہیں قرآنی آیات یا صحیح احادیث کو بیان بھی کیا ہے تو اس کا معنی و مطلب بھی اس نے اپنے فلسفہ کے مطابق ہی کیا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنے بیان میں زیارت کے الفاظ "انتم السبیل الاعظم" کا مطلب بیان کیا ہے۔

قارئین محترم! اگر آپ شیخ احمد احسائی کے افکار و نظریات میں اچھی طرح سے غور کریں' تو آپ کو معلوم ہو گا کہ درحقیقت شیخ نے اپنا جدید فلسفہ غالیوں اور مفوضہ کی وضعی روایات کو رواج دینے اور مفوضہ کے عقائد و نظریات کی نشر و اشاعت کے لئے ہی گھڑا ہے۔ اور ان کو صوفیوں کی خدا ساز مثالوں اور دلیلوں کے ذریعہ مستحکم کیا ہے۔ ہم اپنے قارئین کے ملاحظہ کے لئے نمونہ کے طور پر اس کی بیان کردہ دو روایات پیش کرتے ہیں:۔

مثال نمبر 1: شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۸ سطر ۲۲ تا ۲۳ پر امام علیہ السلام کی طرف منسوب ایک قول نقل کرتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"اما اثبات التوحید فمعرفة الله القدیم الغائب الذی لا تدرکه الا [illegible] هو یدرک الابصار و هو اللطیف الخبیر و هو غیب [illegible] سنذکر کما وصف به نفسه و اما المعانی فنحن معانیه و ظاهره فیکم اخترعنا من نور ذاته و فوض الینا امور عباده" (الحدیث)

ترجمہ: جہاں تک توحید کو ثابت کرنے کا تعلق ہے تو یہ اس قدیم الغائبۃ خدا کی معرفت کا حصول ہے جس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے اور وہ نہایت باریک بین اور خبردار ہے اور وہ غیب باطن ہے جیسا کہ ہم عنقریب اس کا وصف اس طرح سے بیان کریں گے جس طرح سے کہ خود اس نے بیان کیا ہے۔ اب رہا معانی تو اس کے معانی ہم ہیں۔ اور تمہارے درمیان اس غیب باطن کا ظاہر ہم ہیں اس نے ہمیں اپنی ذات کے نور سے اختراع کیا ہے اور اپنے بندوں کے امور ہمارے سپرد کر دیئے ہیں۔"

اب اس قول کی جسے امام علیہ السلام کی طرف نسبت دے کر بیان کیا گیا ہے شیخ نے اپنے فلسفہ اور صوفیوں کی دلائل کے ذریعہ ہی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ اس نے لوہا اور آگ اور چراغ اور نار غیبی کی مثال میں تو "ظاہرہ فیکم" کا مطلب کھول کر بیان کر دیا ہے جس کے مطابق "ظاہرہ فیکم" کا مفہوم یہی ہے کہ وہ خدا کا ظاہر ہیں یا خدائے ظاہر ہیں۔ اور "اخترعنا من نور ذاتہ" کا مفہوم بھی بالکل اس کے فلسفہ کے مطابق واضح ہے۔ کیونکہ اس میں صاف طور پر کہا گیا ہے کہ خدا نے ان کو اپنے نور ذات سے اختراع کیا ہے۔ اور جیسا کہ سابق میں بیان ہو چکا وہ نور ذات اس کا مادہ ہے "و مادتہ عین ذاتہ" شرح زیارت صفحہ ۳۳۳ سطر ۱۳۔ یعنی اس کا مادہ اس کی عین ذات ہے۔ اور شیخ کے نزدیک "فوض الینا امور عبادہ" کا مفہوم تمام امور ہیں جن میں خلق و رزق اور موت و حیات سب شامل ہیں۔ پس "فوض الینا امور عبادہ" کا مطلب شیخ کی تشریحات کے مطابق یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کے ایجاد و خلق اور موت و حیات وغیرہ سے متعلق تمام کام ان کو سپرد کر دیئے ہیں۔ اور "فوض الینا امور عبادہ" میں لفظ "فوض" واضح طور پر موجود ہے۔ پس شیخ کے نزدیک تفویض بالفاظ واضح ثابت ہے۔ اس سے صاف ثابت

ہے کہ شیخ احمد احسائی نے اپنے فلسفہ کے ذریعہ غالیوں اور مفوضہ کے اقوال و روایات اور نظریات و عقائد کو رواج دیا ہے۔ اور صوفیوں کے دلائل سے انہیں مستحکم بنایا ہے۔

مثال نمبر 2: شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ نمبر ۱۳۵ سطر ۳ تا ۳۱ پر غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی دو روایات سے استدلال کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:-

"یہ سمجھنا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ سے پہلے جتنے انبیاء گذرے ہیں، اور ان انبیاء سابقہ کی جتنی مومن امتیں گذری ہیں، وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس دنیائے ظاہری میں پیدا ہونے سے پہلے ایمان لے آئی تھیں، اور انہوں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ کی اس دنیائے ظاہر کی پیدائش سے پہلے خداوند تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کر لیا تھا۔ بالکل غلط ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہر زمانے میں جس شکل میں چاہتے ہیں ظہور کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کی مخلوق کے لئے وہی معلم ہیں۔ اور یہ بات جائز نہیں ہے کہ یہ فرض کر لیا جائے کہ اس دنیائے ظاہری میں بھی کسی نے کسی امر خیر میں ان پر سبقت حاصل کی ہو۔ جیسا کہ ابن عباس کی حدیث سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی روایت تم سن چکے ہو۔ اور اس کی مثل حضرت علی علیہ السلام کا وہ قول ہے جو حدیث السحابۃ میں منقول ہوا ہے۔ جب کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ ہم نے فضا میں ایک ایسے فرشتے کو کھڑے ہوئے دیکھا ہے جس کا سر سورج کے نیچے تھا۔ اور اس کے دونوں پاؤں سمندر کی گہرائی میں تھے۔ اس کا ایک ہاتھ مشرق میں تھا۔ اور دوسرا مغرب میں تھا۔ جب اس فرشتے نے ہماری طرف دیکھا تو اس نے کہا: "اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ و انک وصی نبی اللہ حقا حقا بغیر شک" یعنی میں گواہی دیتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے۔ اس کے سوا کوئی اللہ نہیں ہے اور محمد ان کے بندے ہیں۔ اور آپ پیغمبر خدا کے وصی ہیں۔ اور یہ بات بالکل حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ جو شخص تمہارے بارے میں شک کرے وہ کافر ہے۔

پس ہم نے کہا اے امیر المؤمنین علیہ السلام یہ فرشتہ کون تھا۔ اور اس کے بازو ایک مشرق میں اور دوسرے مغرب میں کیوں ہیں؟

پس امیر المؤمنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس فرشتے کو میں نے اللہ کے حکم سے یہاں کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور میں نے اس کو رات کی اندھیروں اور دن کی روشنی پر مؤکل بنایا ہے۔ پس یہ قیامت تک اسی حالت میں کھڑا رہے گا۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے مجھے امر دنیا کی تدبیر سپرد کر دی ہے پس میں خداوند تعالیٰ کے حکم سے مدبر کائنات ہوں۔

اور حضرت علی علیہ السلام نے معرفت نورانیہ کے بیان میں سلمان و ابی ذر سے فرمایا کہ اے سلمان اور اے جندب (یہ حضرت ابی ذر کا لقب ہے) دونوں نے کہا لبیک یا امیر المؤمنین، امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا، میں ہی ہوں وہ جس نے نوح کو اپنے رب کے حکم سے کشتی میں سوار کیا۔ میں ہی ہوں وہ جس نے یونس کو اپنے رب کے حکم سے مچھلی کے پیٹ سے نکالا۔ میں ہی ہوں وہ جس نے موسیٰ ابن عمران کے لئے اپنے رب کے حکم سے سمندر میں راستے بنائے۔ میں ہی ہوں وہ جس نے ابراہیم کو اپنے رب کے حکم سے آگ سے نکالا۔ میں ہی ہوں وہ جس نے دنیا میں نہریں جاری کیں۔ میں نے ہی چشموں کو بہایا۔ میں نے ہی اپنے رب کے حکم سے درختوں کو اگایا۔ میں ہی یوم الظلہ کا عذاب ہوں۔ میں ہی مکان قریب سے ندا دینے والا ہوں۔ جس کو جن و انس سب سنیں گے اور سمجھیں گے میں ہی ہر قوم کے تمام منافقین و جبارین کو ان کی لغت میں سنانے والا ہوں۔ میں ہی موسیٰ کا عالم یعنی خضر ہوں۔ میں ہی سلیمان و داؤد کا معلم ہوں۔ میں

ہی ذوالقرنین ہوں اور اللہ عزوجل کی قدرت ہوں۔

اے سلمان اور اے جندب۔ دونوں نے کہا لبیک۔ یا امیر المؤمنین۔ آپ نے فرمایا میں ہی محمد ہوں اور محمد میں ہوں۔ محمد مجھ سے ہے اور میں محمد سے ہوں۔ اللہ نے فرمایا "مرج البحرین یلتقیان فیہما برزخ لا یبغیان"

اے سلمان اور اے جندب دونوں نے پھر کہا لبیک یا امیر المؤمنین۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارا مرنے والا مرتا نہیں ہے۔ اور ہمارا غائب ہونے والا غائب نہیں ہوتا۔ اور ہمارا قتل ہونے والا قتل نہیں ہوتا۔

اے سلمان اور اے جندب دونوں نے پھر کہا لبیک یا امیر المؤمنین۔ آپ نے فرمایا کہ میں ہر مؤمن و مؤمنہ کا امیر ہوں۔ جو گذر چکے ہیں ان کا بھی۔ اور جو باقی رہ گئے ان کا بھی، اور میری روح عظمت کے ذریعہ سے تائید کی گئی ہے۔ اور میں نے گہوارے میں عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے کلام کیا تھا۔ اور میں ہی آدم ہوں میں ہی نوح ہوں۔ میں ہی ابراہیم ہوں۔ میں ہی موسیٰ ہوں۔ میں ہی عیسیٰ ہوں۔ میں ہی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ میں جس صورت چاہوں منتقل ہو جاتا ہوں۔ یعنی میں ہی صورت بدل بدل کر آتا رہا ہوں۔ پس جس نے مجھ کو دیکھا اس نے ان کو دیکھا۔ اور جس نے ان کو دیکھا اس نے فی الحقیقت مجھے دیکھا۔ اور اگر میں لوگوں کے سامنے ایک ہی صورت میں آتا رہتا تو لوگ ہلاک ہو جاتے۔ اور یہ کہتے کہ نہ اس کو زوال ہے۔ نہ اس کو کوئی تغیر ہے۔ حالانکہ میں اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔ تم ہمیں رب نہ کہو اور ہمارے فضل میں جو چاہے کہو۔ کیونکہ تم ہماری کنہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ جو اللہ نے ہماری بنائی ہے۔ اور نہ ہی ہماری کنہ کے معشار عشر تک پہنچ سکتے ہو۔ کیونکہ ہم آیات الٰہی ہیں۔ ہم اللہ کی دلیلیں ہیں۔ ہم حج اللہ ہیں۔ ہم اس کے خلفاء ہیں۔ ہم وجہ اللہ ہیں۔ ہم عین اللہ ہیں۔ ہم لسان اللہ ہیں اور اللہ ہمارے

ہی ذریعہ اپنے بندوں کو عذاب دے گا۔ اور ہمارے ہی ذریعہ سے ثواب دے گا۔ اس نے ہمیں اپنی مخلوقات میں سے ظاہر بنایا ہے۔ ہمیں برگزیدہ کیا ہے۔ اور ہمیں مصطفیٰ بنایا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ کیوں اور کیسے اور کس سبب سے تو ایسا آدمی کافر ہے۔ اور مشرک ہے۔ کیونکہ خدا سے اس کے فعل کے بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ البتہ اس کے بندوں سے سوال کیا جائے گا۔

اے سلمان اور اے جندب۔ دونوں نے کہا اے امیر المؤمنین لبیک۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ جو شخص اس پر ایمان لائے اور جو کچھ میں نے بیان کیا اس کی تصدیق کرے وہ شخص ایسا مؤمن ہے کہ جس کے دل کا اللہ نے ایمان کے لئے امتحان لے لیا ہے۔ اور اس کے دل کو ایمان کے لئے کھول دیا ہے۔ اور وہ عارف و مستبصر کامل ہے۔ اور جس نے شک کیا اور عناد کیا۔ اور جھگڑا کیا۔ اور توقف کیا اور حیرت کا اظہار کیا۔ اور شک کیا تو ایسا شخص ناصبی ہے اور مقصر ہے۔

اے سلمان اور اے جندب دونوں نے کہا لبیک یا امیر المؤمنین۔ آپ نے فرمایا: میں ہی اللہ کے اذن سے مارتا ہوں اور جلاتا ہوں۔ اور جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ تم اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو اذن خدا سے اس کی خبر دیتا ہوں۔ میں تمہارے دلوں کے بھیدوں سے واقف ہوں۔ اور میری اولاد سے آنے والے امام جب ارادہ کریں۔ یا جس وقت ایسا کرنا چاہیں وہ بھی ایسا کریں گے۔ کیونکہ ہم سب کے سب ایک ہیں ہمارا اول بھی محمد ہے۔ ہمارا آخر بھی محمد ہے ہمارا درمیانی بھی محمد ہے اور ہم کل کے کل محمد ہیں۔ تم ہمارے درمیان تفریق نہ کرنا کیونکہ ہم ہر مکان میں۔ ہر زمانے میں، ہر وقت اور ہر آن میں، جس شکل میں اور جس صورت میں ہم چاہیں، اللہ کے اذن سے ظہور کرتے رہتے ہیں۔ اور جب ہم کچھ چاہتے ہیں، تب اللہ چاہتا ہے۔ جب ہم کسی بات کو ناپسند کرتے ہیں۔

تب اللہ اس بات کو ناپسند کرتا ہے۔ اس کے واسطے ویل ہے جو ہمارے فضل اور ہماری حقیقت کا منکر ہے۔ اور جو کچھ اللہ نے ہمیں عطا کیا ہے اس کا انکار کرے۔ کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے جو شخص اس میں سے کسی بھی چیز کا انکار کرے تو اس نے اللہ کی مشیت اور قدرت کا انکار کر دیا۔ الحدیث

شیخ احمد احسائی مذکورہ دونوں روایات نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ:۔

امیر المؤمنین علیہ السلام کی پہلی حدیث جس میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اس فرشتے کو اذن خدا سے کھڑا کیا ہوا ہے۔ اس بات پر گواہ ہے کہ آپ اللہ کی طرف سے اس کی تمام مخلوق پر "ولی" ہیں۔ پس کوئی چیز اللہ کے حکم سے وجود پذیر نہیں ہو سکتی مگر آپ کے ذریعہ سے۔ اور اسی طرح آپ کا یہ فرمانا کہ مجھے اللہ نے امور دنیا کی تدبیر کا کام سپرد کیا ہے اور میں اللہ کے حکم سے اس کی تدبیر کرتا ہوں۔ پس جب آپ ایجادات سے متعلق امور میں مدبر کائنات ہیں تو امور تکلیف میں کلی تدبیر بطریق اولیٰ ثابت ہے اس شخص کے نکتہ نظر سے جو امر ایجادات کے متعلق معرفت نہیں رکھتا جیسا کہ معروف ہے اور عوام الناس کے نزدیک وہ ان کو امر تکلیف میں مدبر سمجھتا ہے۔

اسی طرح آپ کا وہ قول جو آپ نے دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے نوح کو کشتی میں سوار کیا الخ۔ اسی طرح وہ قول کہ میں منادی ہوں الخ۔ اسی طرح وہ قول کہ انی اسمع کل قوم الخ اور آپ کا یہ قول کہ میں خضر معلم موسیٰ ہوں۔ وہ اس دعوے کو صریحاً ثابت کرنے والے ہیں۔

اسی طرح یہ قول کہ میں نے عیسیٰ کی زبان میں کلام کیا اس سے بھی زیادہ صریح ہے۔ اور سب سے بڑھ کر صریح بات یہ ہے جو آپ نے فرمایا کہ میں جس صورت میں چاہوں شکل بدل بدل کر آتا رہتا ہوں۔ اور جس

عکس شرح زیارت صفحہ 145 سطر 2 تا 31

[illegible]

[illegible]

صورت میں چاہوں میں منتقل ہوتا رہتا ہوں اور اس سارے بیان میں سب سے زیادہ واضح و روشن و اظہر آپ کا یہ قول ہے کہ "فانا نظهر فی کل زمان و وقت و اوان فی ای صورة شئنا" یعنی ہم ہر زمانہ میں، ہر وقت اور ہر آن جس صورت میں ہم چاہیں ظہور کرتے رہتے ہیں۔ اور یہ سب باتیں ثبوت ہیں اس بات کا جو ہم نے خداوند تعالیٰ کے قول "و تحسبهم ایقاظا" کی تاویل میں بیان کی ہیں۔ جس کا بیان سابق میں گذر چکا۔ اگر تم سمجھ گئے ہو اور تمہیں یہ بات قبول ہے تو بہتر ورنہ جس بات کو تم نہیں سمجھتے اس کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ تم اس قول کے اہل قرار پاؤ گے کہ ویل ہے اس شخص کے لئے جو ہمارے فضل کا انکار کرے۔

شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت صفحہ نمبر ۱۴۵ سطر ۲ تا ۳۱ کی اصل عبارت کا عکس (فوٹو سٹیٹ) قارئین کرام کے ملاحظہ کے لئے اس سے آگے پیش خدمت ہے۔

حق و باطل کی آمیزش کے بارے میں

امیر المومنین کا خطبہ

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے ایک خطبہ میں جو مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ کے ترجمہ میں خطبہ نمبر ۵۰ ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر باطل حق کی آمیزش سے پاک ہوتا تو وہ ڈھونڈنے والوں سے پوشیدہ نہ رہتا اور اگر حق، باطل کے شائبہ سے پاک و صاف سامنے آتا تو عناد رکھنے والی زبانیں بھی بند ہو جاتیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ کچھ ادھر سے لیا جاتا ہے اور کچھ ادھر سے، اور دونوں کو آپس میں خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ اور اس موقع پر شیطان اپنے دوستوں پر چھا جاتا ہے، اور صرف وہی لوگ بچے رہتے ہیں، جن کے لئے توفیق الٰہی اور عنایت خداوندی پہلے سے موجود ہو۔ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۵۰)

پس مذکورہ روایات میں جنہیں ہم نے شرح زیارت کے صفحہ ۱۴۵ سے نقل کیا ہے۔ بعض ایسی باتوں کو بھی شامل کر دیا ہے جو حق ہیں۔ مثلاً اس میں قطعی طور پر کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت علی امیر المومنین ہر مؤمن اور مؤمنہ کے امیر ہیں۔ یا ان کی اولاد معصومین حجج اللہ ہیں وغیرہ۔ اور ایسی بعض حق باتوں کی وجہ سے ہی اہل ایمان کو دھوکہ ہو جاتا ہے۔ اور ان حق باتوں کو اہل باطل کی طرف سے دھوکہ دینے کے لئے ہی شامل کیا جاتا ہے تاکہ ان حق باتوں سے دھوکہ کھا کر ان کا باطل بھی چل جائے۔

احادیث کی آ... طاہرین کی طرف نسبت کے بارے میں آیت اللہ السید حسین علین مکان لکھنوی، اپنی کتاب حدیقۂ سلطانیہ میں، کشی علیہ الرحمہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد

لکھتے ہیں کہ:۔

اس حدیث سے دو فائدے واضح طور پر حاصل ہو رہے ہیں، ایک یہ کہ تدلیس و تلبیس اور مکاری و فریب کاری اس گروہ کی عادت ہے۔ لہذا اس گروہ کے معاملات میں دقت نظر سے کام لینا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ جو روایات آئمہ علیہم السلام کی طرف منسوب کی گئی ہیں، ان میں سے ہر ایک کا لائق اعتماد ہونا ضروری نہیں۔ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ماضی قریب میں پیدا ہونے والی اس جماعت (شیخیہ) کا خیال ہے کہ بالخصوص فضائل کے بارے میں جو روایت آئمہ علیہم السلام کی طرف منسوب ہو ان کا انکار کفر ہے۔

ان کا آئمہ علیہم السلام کی روایات کے متعلق قبولیت اور عدم انکار کے دائرے کو اس قدر وسعت دینا گویا اس کی تمہید ہے کہ لوگ غلو کی روایتوں کا انکار نہ کریں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر روایت کو قبول کرنا بھی تو غلو ہے، اور حد سے تجاوز ہے، اور فرمان پروردگار! "إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا" (الحجرات: ۶)۔

اور حدیث معصوم "فمن صدقهم فقد كذبنا" کی مخالفت ہے۔

کیونکہ یہ امر بذات خود واضح ہے کہ فضائل کی جن روایات کا انکار کرنا ممنوع ہے، ان سے وہ فضائل مراد ہیں، جو کہ پایہ ثبوت کو پہنچے ہوئے ہیں۔ برحق ہیں کہ جن کا انکار خارج از ایمان ہو جانے کا باعث ہوتا ہے۔ ان فضائل کا انکار مراد نہیں ہے، جن کے فضائل ہونے میں اختلاف ہے۔ جیسے غالیوں کے روایات اور نہ ہی ان فضائل کا انکار مراد ہے، جو اصول قطعیہ کے خلاف ہونے کے باعث اصلاً فضائل میں شمار نہیں ہو سکتے۔

شرح زیارت کی مذکورہ احادیث کے بعض مطالب پر غور

شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ ۱۳۵ پر حدیث السحابہ کے نام سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں مرقوم ہے کہ حضرت امام حسن نے ایک فرشتے کو فضاء میں کھڑے ہوئے دیکھا تو اس کی ہیئت بیان کر کے حیرت کے ساتھ امیر المؤمنین سے پوچھا کہ وہ فرشتہ کون تھا۔

اس سے ثابت ہوا کہ امام حسن علیہ السلام کو بھی اس فرشتے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔ پس شیخیوں کا فرشتوں کی حرکت و سکون بدست اہل بیت ہونے کا عقیدہ۔ جسے مولوی اسماعیل نے تنبیہہ المؤمنین میں عقیدہ وہم لکھا ہے۔ باطل ہو گیا۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث غالیوں کی گھڑی ہوئی ہے، کیونکہ اس روایت کی رو سے امیر المؤمنین نے بتلایا کہ اس فرشتے کو میں نے اللہ کے حکم سے کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ نے مجھے امر دنیا کی تدبیر کا کام سپرد کر دیا ہے، پس میں خداوند تعالیٰ کے حکم سے مدبر کائنات ہوں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ انہیں اس بات کا بھی کوئی علم نہیں تھا کہ امیر المؤمنین نے اس فرشتے کو وہاں پر کھڑا کیا ہوا ہے۔ اور وہ قیامت تک اسی طرح کھڑا رہے گا۔ اور نہ ہی امام حسنؑ کو اس بات کا علم تھا کہ امیر المؤمنین مدبر کائنات ہیں اور اللہ نے امر دنیا کی تدبیر کا کام انہیں سپرد کیا ہے۔ لہٰذا شیخ کے فلسفہ کے علل اربعہ کی علت فاعلی غلط اور باطل ہو گئی۔

اب ہم یہاں پر اس بات کے لئے بحث نہیں کریں گے کہ یہ حدیث غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی ہے۔ لیکن یہاں پر جو بات عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی نے اس بات کا کہ: "میں نے اس فرشتے کو اذن خدا سے کھڑا کیا ہوا ہے۔" یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ اللہ کی طرف سے اس

کی تمام مخلوق پر ولی ہیں۔ اور پھر کہتا ہے کہ "کوئی چیز اللہ کے حکم سے وجود پذیر نہیں ہو سکتی مگر آپ کے ذریعہ سے" حالانکہ اس تمام حدیث میں کہیں بھی لفظ ولی نہیں آیا۔ مگر اس نے اس مطلب کو کہ کوئی چیز اللہ کے حکم سے وجود پذیر نہیں ہو سکتی مگر آپ کے ذریعہ سے لفظ ولی کا ہم معنی و ہم مطلب قرار دیا ہے۔ پس شیخ احمد احسائی وہ پہلا شخص ہے جس نے لفظ ولی کو تدبیر امور کی تفویض کے معنی میں اختیار کیا ہے اور شیخ احمد احسائی اور تمام پیروان شیخ جب بھی لفظ ولی استعمال کرتے ہیں تو ان کے نزدیک اس کا مطلب مدبر کائنات ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہم نے اپنی کتاب تبصرۃ المھموم علی اصلاح الرسوم وایضاح الموھوم کے صفحہ ۹۲ پر معجزہ یا ولایت تکوینی کے عنوان کے تحت یہ لکھا ہے کہ:-

"ہمیں بڑے افسوس اور دکھ کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ دور کے جن شیعہ علماء نے بارہ سو سال سے چلی آ رہی معجزہ کی اصطلاح کو ترک کر کے شیخیوں کی طرف سے شہرت دادہ ولایت تکوینی کی اصطلاح کو اپنایا ہے اس سے شیعہ عوام کے گمراہ ہونے میں مدد ملی ہے۔ کیونکہ روسائے شیخیہ شیعہ عوام کے سامنے یہ تبلیغ کرتے ہیں کہ جو کچھ خلق و رزق و احیاء و اماتت وغیرہ سے متعلق تکوینی کام اب تک ہو چکے ہیں اور آئندہ ہوں گے۔ اس کے کرنے والے یہی ہیں۔ اللہ نے یہ کام ان کو تفویض یعنی سپرد کر دیئے ہیں۔ اور مدبر کائنات یہی ہیں۔ اور یہی ولایت تکوینی ہے۔

پس ولایت تکوینی دو مطالب کے درمیان واقع ہے ایک معجزہ جیسا کہ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی نے اپنی تفسیر نمونہ میں بیان کیا ہے اور دوسرے تفویض جیسا کہ تمام روسائے شیخیہ اور پیروان شیخ بیان کرتے ہیں یعنی ایسے:-

معجزہ ⟵ ولایت تکوینی ⟵ تفویض

پس اگر کوئی شیعہ عالم معجزہ کی بجائے ولایت تکوینی کی اصطلاح کو اپناتا ہے تو اصطلاح کی حد تک تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر ولایت تکوینی سے اس کی مراد وہی ہے جو شیخ احمد احسائی اور پیروان شیخ بیان کرتے ہیں تو یہ تفویض ہے۔ اور تفویض بالاتفاق شرک ہے اور آئمہ اطہار نے واضح طور پر تفویض کے قائل کو مشرک کہا ہے۔ جس کا تفصیلی بیان آگے چل کر آئے گا۔

اور چونکہ ہمارے زمانے میں بعض شیعہ علماء نے معجزہ کی بجائے ولایت تکوینی کی اصطلاح کو اپنا لیا ہے لہذا اب تقلید کے مسئلہ میں بھی یہ احتیاط لازم و واجب ہو گئی ہے کہ ہر تقلید کرنے والا پہلے یہ تحقیق کر لے کہ وہ مرجع ولایت تکوینی کا تو قائل نہیں ہے۔ اور اگر قائل ہے تو اس نے معجزہ کو ہی ولایت تکوینی کی اصطلاح کے طور پر اپنایا ہے یا تفویض کے معنوں میں۔ جیسا کہ روسائے شیخیہ قائل ہیں۔ اور ان کو بھی پاکستان میں مرجع کی حیثیت سے روشناس کرایا جا رہا ہے۔

پس چونکہ تفویض حتماً شرک ہے لہذا مشرک کی تقلید خود تمام مراجع عظام کی توضیحات کے مطابق جائز نہیں ہے۔

اسی طرح کسی پیشنماز کے پیچھے نماز پڑھنے سے پہلے بھی یہ پوچھنا لازم ہو گیا ہے کہ وہ ولایت تکوینی کا قائل تو نہیں ہے۔ اور اگر قائل ہے تو کیا صرف معجزہ کے معنوں میں یا تفویض کے معنوں میں۔ دوسری صورت میں ایسے پیشنماز کے پیچھے نماز باطل ہو جائے گی۔

اب ہم شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت کے صفحہ ۱۴۵ پر بیان کردہ ایک دوسری حدیث پر غور کرتے ہیں۔ اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی آدم کا علم، نوح کا حلم، ابراہیم کی خلت موسیٰ کی ہیبت اور عیسیٰ کا

زہد دیکھنا چاہے تو وہ علی کو دیکھ لے۔

اس حدیث کا مطلب صاف اور واضح ہے جو یہ ہے کہ آپ آدم کا علم رکھتے ہیں نوح کا حلم رکھتے ہیں، ابراہیم کی خلت رکھتے ہیں موسیٰ کی ہیبت رکھتے ہیں اور عیسیٰ کا زہد رکھتے ہیں۔ مفوضہ نے اس حدیث کی اپنے باطل کے ساتھ آمیزش کی۔ اور پھر باطل کے ساتھ آمیزش کرنے کے لئے آگے بڑھے اور امیر المومنین کی طرف یہ الفاظ منسوب کر کے اس کے ساتھ ملائے کہ آپ نے فرمایا: میں ہی آدم ہوں، میں ہی نوح ہوں، میں ہی ابراہیم ہوں، میں ہی موسیٰ ہوں، میں ہی عیسیٰ ہوں، میں ہی محمد مصطفیٰ ہوں، اگرچہ اس بات میں باطل کے ساتھ آمیزش کے لئے ایک قدم آگے بڑھایا گیا تھا مگر تشبیہ کے انداز میں استعارہ کے طور پر اس آمیزش سے بھی یہ مطلب لیا جا سکتا تھا کہ میں ان کی ان مذکورہ صفات کا حامل ہوں گویا اگر ان صفات کے اعتبار سے کوئی ان کو دیکھنا چاہے تو وہ ضرور مجھے دیکھ لے۔ لیکن مفوضہ نے اس حدیث کی اپنے باطل کے ساتھ آمیزش کرنے کے لئے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔ اور امیر المومنین کی طرف منسوب کر کے یہ الفاظ ملائے کہ آپ نے فرمایا کہ: "میں جس صورت میں چاہوں منتقل ہو جاتا ہوں۔" اس فقرے کے بعد اس حدیث کا مطلب یہ نہیں لیا جا سکتا کہ حضرت علی مذکورہ صفات کے حامل ہیں۔ بلکہ صریحاً اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی ہی صورت بدل بدل کر آتے رہتے ہیں اور یہ کسی شیعہ کا عقیدہ نہیں ہے۔

پھر وہ حدیث جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ہمارا اول بھی محمد ہے اور آخر بھی محمد ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آئمہ طاہرین میں سے ہر ایک فرائض کے اعتبار سے اپنے مقام پر اسی مرتبہ پر ہے جس پر پہلا تھا۔ اور جو فریضہ اور مرتبہ و مقام ایک کا ہے وہی سب کا ہے۔ لیکن اس حق بات کی باطل کے ساتھ آمیزش کرنے کے لئے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور امیر

المؤمنین علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے یہ کہا گیا کہ آپ نے یہ فرمایا کہ :

"تم ہمارے درمیان تفریق نہ کرنا کیونکہ ہم ہر مکان میں، اور ہر زمانے میں ہر وقت اور ہر آن، جس شکل میں اور جس صورت میں ہم چاہیں ظہور کرتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ: "فانا نظهر فی کل زمان و وقت و اوان فی ای صورة شئنا"

اور یہ کسی شیعہ کا عقیدہ نہیں ہے بلکہ یہ غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات ہیں جنہیں شیخ احمد احسائی نے اپنے فلسفہ کے ذریعہ رواج دیا ہے اور شیخ نے کہیں بھی احادیث کا صحیح مطلب مراد نہیں لیا۔ بلکہ مفوضہ نے گھڑ کر جن احادیث کو رواج دیا تھا شیخ نے ہر جگہ صحیح مطلب کو چھوڑ کر مفوضہ کے نظریہ کو ہی اپنایا ہے، اب ہم اس سے آگے تفویض کا تفصیلی بیان کرتے ہیں۔

تفویض کا بیان

اب ہم یہاں سے تفویض کا تفصیلی بیان کرتے ہیں۔ اور سب سے پہلے یہ دکھاتے ہیں کہ خود رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی الحائری الاحقاقی کے نزدیک تفویض کی کیا تعریف ہے۔ ہم موسیٰ اسکوئی کی کتاب احقاق الحق کی اصل عبارتوں کا عکس تو تفویض کا بیان مکمل کرنے کے بعد اس کے اختتام پر یکجائی طور پر منعکس کریں گے۔ لیکن یہاں پر صرف ان کا اردو ترجمہ ان کی مذکورہ کتاب کے صفحہ اور سطر کے حوالہ سے نقل کریں گے۔

موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۸۸ سطر ۲۰ تا ۲۱ و صفحہ ۳۸۹ سطر ۱ پر لکھتا ہے کہ:

"تفویض سے مراد یہ ہے کہ تمام افعال یا بعض افعال کو خلق کی

طرف علی طریق استقلال نسبت دی جائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس معنی میں معصومین علیہم السلام کی طرف تفویض کی نسبت دینا کفر ہے۔ اور شرک باللہ ہے۔"

موسیٰ اسکوئی کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ تفویض کی معصومین علیہم السلام کی طرف نسبت دینا ان کے نزدیک بھی مسلمہ طور پر کفر ہے اور شرک باللہ ہے۔ لیکن چونکہ روسائے شیخیہ اور پیروان مذہب شیخیہ حتماً یقیناً تفویض کے قائل ہیں۔ لہٰذا انہوں نے علی طریق استقلال کی شرط عائد کردی اور ہم نے اس عنوان کے تحت بس یہی ثابت کرنا ہے کہ وہ تفویض جسے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف منسوب کرنے کو کفر اور شرک کہا گیا ہے وہ علی طریق استقلال والی تفویض نہیں ہے بلکہ وہ ہی تفویض ہے جس کے روسائے شیخیہ اور پیروان مذہب شیخیہ قائل ہیں۔

اس سلسلے میں آگے بڑھنے سے پہلے ہم اس مقام پر غلو اور تفویض کی وہ تعریف جو شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بیان فرمائی ہے اور جسے خود رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا موسیٰ اسکوئی الحائری الاحقاقی نے اپنی کتاب احقاق الحق میں نقل کیا ہے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

موسیٰ اسکوئی نے خود اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۰ سطر ۱۱ تا ۲۲ اور صفحہ ۳۹۱ سطر ۱ پر شیخ مفید علیہ الرحمہ کی بیان کردہ غلو و تفویض کی تعریف بایں الفاظ نقل کی ہے۔

"شیخ مفید علیہ الرحمہ نے غلو کی تعریف یوں کی ہے کہ غلو لغت میں حد سے تجاوز اور مقصد سے خروج کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اور خدا کے بارے میں حق کے سوا اور کچھ نہ کہو۔ پس خداوند تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے۔ اور قول میں قصد سے باہر ہونے سے روکا ہے۔ اور نصاریٰ کے دعوے کو غلو میں حد سے تجاوز قرار دیا

ہے۔ اور اسلام میں ظاہر ہونے والے غلاۃ وہ ہیں جنہوں نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف اور ان کی اولاد کی طرف الوہیت اور نبوت کو منسوب کیا ہے۔ اور دین و دنیا میں ان کے وہ اوصاف بیان کئے ہیں جس میں انہوں نے حد سے تجاوز کیا ہے اور قصد سے خارج ہو گئے ہیں اور گمراہ ہیں اور کافر ہیں۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے ان کے قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا حکم فرمایا۔ اور آئمہ علیہم السلام کا ان کے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ یہ کافر ہیں اور خارج از دین اسلام ہیں۔

اور مفوضہ غلات ہی کی ایک قسم ہیں اور غالیوں اور مفوضہ میں صرف یہ فرق ہے کہ مفوضہ آئمہ علیہم السلام کے حادث ہونے اور مخلوق ہونے کے معترف ہیں۔ اور ان کے قدیم ہونے کی نفی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ خلق و رزق کی نسبت آئمہ علیہم السلام کی طرف دیتے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بس صرف ان ہی کو خلق کیا' اور پھر خلق عالم کا کام اور جو کچھ عالم میں ہے' اس کے خلق کا کام ان کے سپرد کر دیا ہے۔"

قارئین محترم غلو اور تفویض کی یہ وہ تعریف ہے جو بزرگ ترین شیعہ عالم شیخ مفید علیہ الرحمہ نے جنہیں امام زمانہ نے اخی سدید کا خطاب دیا تھا۔ فرمائی ہے اور جسے خود موسیٰ اسکوئی نے اپنی کتاب کے مذکورہ صفحات پر نقل کیا ہے۔ اگر آپ اس میں غور کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس میں کہیں بھی علیٰ طریق استقلال کا ذکر نہیں ہے۔ شیخ مفید نے تو یہ بیان کیا ہے کہ مفوضہ غالیوں ہی کی ایک قسم ہے اور غالیوں اور مفوضہ میں صرف یہ فرق ہے کہ مفوضہ آئمہ علیہم السلام کے حادث ہونے اور مخلوق ہونے کے معترف ہیں اور ان کے قدیم ہونے کی نفی کرتے ہیں اور جب وہ آئمہ علیہم السلام کو حادیث اور مخلوق مانتے ہیں تو یہ بات صاف ظاہر ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کو ہی آئمہ علیہم السلام کا خالق مانتے ہیں۔ اور جب وہ

خداوند تعالیٰ کو ہی آئمہ علیہم السلام کا خالق مانتے ہیں تو وہ آئمہ علیہم السلام میں دی ہوئی طاقت و قوت بھی خدا ہی کی طرف سے دی ہوئی مانتے ہیں۔ شیخ احمد احسائی اور پیروان شیخ بھی زیادہ سے زیادہ یہی کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے آئمہ علیہم السلام کو یہ قوت و طاقت عطا کی ہے۔

مفوضہ یہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے صرف محمد و آل محمد علیہم السلام کو پیدا کر کے۔ خلق عالم اور تمام افعال اور تدبیر امور کا کام ان کو سپرد کر دیا ہے لہذا انہوں نے ہی تمام کائنات کو پیدا کیا ہے اور اب جو کچھ بھی کرتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ خلق وہ کرتے ہیں رزق وہ بانٹتے ہیں۔ مارتے وہ ہیں' زندہ وہ کرتے ہیں اور عالم کے جملہ امور کی تدبیر کا کام وہی انجام دیتے ہیں۔

شیخ احمد احسائی اور پیروان شیخ بھی یہی کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ نے صرف محمد و آل محمد علیہم السلام کو پیدا کر کے خود اور کچھ نہیں کیا۔ بلکہ خلق عالم اور تمام افعال اور تدبیر امور کا کام ان کو سپرد کر دیا ہے۔ لہذا آگے جو کچھ بھی خلق ہوا اس کی علت فاعلی محمد و آل محمد علیہم السلام ہی ہیں۔ اب وہی خلق کرتے ہیں وہی رزق دیتے ہیں' وہی مارتے ہیں اور وہی زندہ کرتے ہیں۔ اور وہی عالم کی تدبیر کے جملہ امور سرانجام دیتے ہیں۔

مفوضہ کے بارے میں تو ہر جگہ حتمی طور پر یہ کہا گیا ہے کہ وہ محمد و آل محمد علیہم السلام کو حادث اور مخلوق مانتے ہیں اور قدیم ہونے کی نفی کرتے ہیں لیکن شیخ احمد احسائی اس سلسلے میں مفوضہ سے ایک قدم آگے ہے۔ اور اس نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو ایک طرح سے قدیم ہی بنا دیا ہے کیونکہ اس نے ان کی تخلیق کو اپنے سلسلہ طولیہ کے ماتحت اس طرح قرار دیا ہے کہ جس طرح سورج سے شعاعیں نکلتی ہیں۔ اور خدا کے مادہ کو اس کی عین ذات بنایا ہے اور یہ کہا ہے کہ "و مادتہ عین ذاتہ" تو جب خدا کے مادہ کو عین ذات قرار دے کر اس میں سے محمد و آل محمد علیہم السلام

کے خلق ہونے کو اس طرح قرار دیا جس طرح سورج میں سے شعاعیں نکلتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب سے اس کا مادہ موجود ہے اسی وقت سے اس کی شعاعیں بھی موجود ہیں۔ پس شیخ احمد احسائی اس نظریہ میں غلو کرنے اور حد سے تجاوز کرنے میں مفوضہ سے بھی ایک قدم آگے بڑھ گیا ہے۔ کیونکہ مفوضہ کے بارے میں یہ بات حتمی طور پر کہی جاتی ہے کہ وہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے قدیم ہونے کی نفی کرتے ہیں مگر شیخ احمد احسائی محمد و آل محمد علیہم السلام کے قدیم ہونے کا قائل ہے' اور اس نے واضح طور پر شرح زیارت میں انہیں سرمد یعنی قدیم و ازلی اور باقی و ابدی قرار دیا ہے جس کا بیان سابق میں گذر چکا ہے۔

بہرحال شیخ مفید علیہ الرحمہ نے تفویض کی جو تعریف کی ہے اور جسے شرک قرار دیا ہے اس میں تفویض علیٰ طریق استقلال کا کوئی ذکر نہیں ہے لہٰذا شیخ احمد احسائی کا نظریہ تفویض عین شرک ہے۔ اور شیخ احمد احسائی اپنے غلو کی وجہ سے اور بہت سے ضروری دین اسلام کے انکار کی وجہ سے کافر خارج از دین اسلام ہے اور اپنے عقیدہ تفویض کی وجہ سے مشرک ہے۔

رئیس مذہب شیخیہ موسیٰ اسکوئی کا استدلال

رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی شیخ مفید علیہ الرحمہ کی بیان کردہ غلو و تفویض کی تعریف نقل کرنے کے بعد اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۱ سطر ۲ تا ۱۶ پر یوں لکھتے ہیں کہ:

"جو شخص شیخ مفید کی مذکورہ دونوں عبارتوں کو غور سے دیکھے گا تو اس کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ وہ تفویض جس کے بارے میں احادیث میں نہی آئی ہے۔ اور جس کے قائل کو علمائے اخیار نے کافر قرار دیا ہے اس سے مراد تفویض استقلالی ہے۔ اس سے وہ تفویض مراد نہیں ہے جو ہم نے

بیان کی ہے۔ اور ہماری بیان کردہ تفویض صحیح تفویض ہے۔ اور وہ اللہ کے اذن و مشیت و ارادہ سے اس کے ملک میں تصرف کرنا ہے۔ اور آیات میں بھی جو غیر اللہ سے خلق و رزق اور احیاء و اماتت کی نفی کی گئی ہے تو یہ بھی مدعی ربوبیت سے بالاستقلال یا باشراکت نفی کی گئی ہے۔ اس سے مطلقاً نفی مراد نہیں ہے کہ ہماری بیان کردہ تفویض شامل ہو سکے۔"

موسیٰ اسکوئی کے مذکورہ بیان سے واضح طور پر ثابت ہے کہ انہیں یہ بات تسلیم ہے کہ احادیث میں تفویض کی نفی وارد ہوئی ہے۔ اور انہیں یہ بات بھی تسلیم ہے کہ آیات قرآنی میں بھی تفویض کی نفی وارد ہوئی ہے اور اس کے قائل کو کافر و مشرک کہا گیا ہے۔ لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ اس تفویض سے مطلقاً تفویض مراد نہیں ہے۔ اور ہم جس تفویض کے قائل ہیں وہ صحیح تفویض ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس تفویض کو جسے وہ صحیح تفویض کہتے ہیں درست ثابت کرنے کے لئے جب دلائل دینے شروع کئے۔ تو یہ بات بھی تسلیم کر لی کہ بہت سی احادیث میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف سے خلق و رزق اور تدبیر امور عالم کے متعلق مطلقاً بھی نفی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ موسیٰ اسکوئی نے اپنے اس اقبالی بیان میں جن احادیث کو نقل کیا ہے ان کا بیان اس سے آگے ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں حدیث نمبر 1

رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۱ سطر ۲ تا ۱۶ کے بعد اسی صفحہ ۳۹۱ سطر ۱۶ تا ۲۳ و صفحہ ۳۹۲ سطر ۱ تا ۶ پر علامہ طبرسی کی کتاب احتجاج سے حسب ذیل حدیث نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"ہاں بعض احادیث میں آئمہ علیہم السلام کی طرف مذکورہ صفات کی نسبت دینے کی مطلقاً بھی نفی وارد ہوئی ہے۔ جیسا کہ احتجاج طبرسی میں علی

ابن احمد سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ "شیعوں کی ایک جماعت میں اس بات پر اختلاف پیدا ہو گیا کہ اللہ نے آئمہ علیہم السلام کو خلق و رزق کا کام سپرد کر دیا ہے۔ پس کچھ نے یہ کہا کہ یہ بات تو محال ہے۔ کیونکہ اجسام کو خلق کرنے پر سوائے خدا کے اور کوئی قادر نہیں ہے۔ اور کچھ نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آئمہ علیہم السلام کو اس امر کی قدرت و طاقت دیدی ہے۔ پس انہوں نے ہی سب کچھ خلق کیا ہے۔ اور انہوں نے ہی رزق دیا ہے۔ پس اس میں نزاع شدید پیدا ہو گیا۔ پس ان میں سے ایک نے یہ کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم ابی جعفر کی طرف کیوں رجوع نہیں کرتے تاکہ تم ان سے اس معاملہ میں پوچھو۔ کہ وہ اس معاملہ میں حق بات کو واضح کریں۔ کیونکہ وہی صاحب الامر علیہ السلام تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ پس وہ جماعت اس بات پر راضی ہو گئی۔ اور صورت حال لکھ کر حضرت ابو جعفر (محمد بن عثمان نائب خاص امام علیہ السلام) کی خدمت میں پیش کر دی (اور انہوں نے اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا دیا) پس امام علیہ السلام کی ناحیہ مقدسہ سے جو توقیع مبارک صادر ہوئی اس کے الفاظ یہ ہیں۔ "خداوند تعالیٰ ہی جسموں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی رزق دینے والا ہے کیونکہ نہ وہ جسم رکھتا ہے۔ اور نہ ہی کسی جسم میں حلول کرتا ہے۔ کوئی چیز اس کی ہمسر اور نظیر نہیں۔ اور وہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ ہاں آئمہ علیہم السلام خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں تو وہ ان کے سوال کو قبول کرتے ہوئے پیدا کر دیتا ہے۔ اور وہ بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی دعا کو قبول کرتے ہوئے رزق عطا کر دیتا ہے۔"

امام زمانہ عجل اللہ فرجہ کی مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد موسیٰ اسکوئی لکھتے ہیں کہ :۔ "امام علیہ السلام کی اس حدیث میں آئمہ علیہم السلام کی طرف مذکورہ صفات کی نسبت کی مطلقاً نفی کی گئی ہے۔" اس مذکورہ

حدیث کو شیخ صدوق نے اپنے اعتقادیہ میں۔ شیخ مفید علیہ الرحمہ نے اپنے اعتقادیہ میں۔ علامہ مجلسی نے اپنے اعتقادیہ میں آقائے السید حسین علیین مکان لکھنوی نے اپنی کتاب حدیقہ سلطانیہ میں۔ اور آیت اللہ السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی نے علت فاعلی کے ابطال کے بیان میں اپنی کتاب "تریاق فاروق" میں اور خود شیخ احمد احسائی نے اپنی کتاب شرح زیارت کے صفحہ نمبر ۲۹۳ پر یہ تسلیم کرتے ہوئے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ اس حدیث میں آئمہ علیہم السلام کی طرف مذکورہ صفات کی نسبت کی مطلقاً نفی کی گئی ہے۔

رئیس مذہب شیخیہ موسیٰ اسکوئی کی حرکت مذبوحی

رئیس مذہب شیخیہ مرزا موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق میں مذکورہ واضح حدیث نقل کرنے کے بعد۔ اور اس کے بارے میں یہ فیصلہ دینے کے بعد کہ اس حدیث میں آئمہ علیہم السلام کی طرف ان صفات کو منسوب کرنے کی نفی وارد ہوئی ہے۔ پھر اپنی اختیار کردہ تفویض کو صحیح ثابت کرنے کے پیچھے پڑ گیا۔ اور اس حدیث کے عین بعد صفحہ نمبر ۳۹۲ سطر ۶ تا ۲۳ اور صفحہ نمبر ۳۹۳ سطر ۱ تا ۸ پر حرکت مذبوحی کرتے ہوئے اپنے تڑپنے کا خوب مظاہرہ کیا۔ اور مفوضہ اور غالیوں کی روایات کا سہارا لے کر ملائیکہ کی مثال سے غلط استدلال کرتے ہوئے یوں لکھا کہ :

"اگر تم بار بار اچھی طرح دقت نظر سے غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آئمہ علیہم السلام کی طرف مذکورہ صفات کی نفی استقلال کے طور پر وارد ہوئی ہے مطلقاً وارد نہیں ہوئی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ۔ لوگ اس زمانہ میں بھی اور آج بھی لفظ تفویض سے تفویض استقلالی ہی مراد لیتے تھے۔ لہٰذا ان کو اس سے وحشت ہوتی تھی اور یہ کہتے تھے کہ یہ محال ہے۔ کیونکہ خلق اجسام پر سوائے خدا کے اور کوئی قادر نہیں۔

رہا آئمہ علیہم السلام کا اللہ سبحانہ کے خلق و ایجاد میں واسطہ صرف اور آلات محض ہونا تو میں گمان نہیں کرتا کہ اس زمانے میں کوئی بھی اس نظریہ کا منکر ہو گا۔ جیسے کہ ملائکہ اربعہ یعنی جبرئیل و میکائیل و اسرائیل و عزرائیل کے خلق و رزق اور حیات و ممات میں واسط و آلات ہونے کے منکر نہیں ہیں۔

پس جب وہ ملائکہ کے واسط اور آلات ہونے کے منکر نہیں ہیں تو آئمہ علیہم السلام کے خلق و رزق اور حیات و ممات میں واسط و آلات ہونے کے کیسے منکر ہو سکتے ہیں۔ در آنحالیکہ آئمہ علیہم السلام قطعاً فرشتوں سے اکمل و اشرف و ابہیٰ و اصفیٰ و اقدم ہیں۔ یعنی ہر حال میں افضل ہیں اور ان کی علت کی علت ہیں۔ اور وہ ان کے ایجاد و خلق میں اور مادہ میں اور صورت میں واسط ہیں۔ یعنی فرشتوں کی علت فاعلی علت مادی اور علت صوری وہی ہیں۔

موسیٰ اسکوئی کا یہ استدلال انتہائی پوچ 'لچر' انتہائی بے ہودہ اور محمد و آل محمد علیہم السلام کی انتہائی ہتک اور توہین ہے' اور کوئی بھی صاحب عقل ایسی دلیل کو قبول نہیں کر سکتا' جو اس نے شیخ کے فرضی و قیاسی و خیالی فلسفہ کے مطابق قائم کی ہے۔ کیونکہ موسیٰ اسکوئی اور اس کے تمام پیروکار اس بات کا انکار نہیں کر سکتے کہ شیخ کے مذکورہ فلسفہ کے مطابق۔ موسیٰ اسکوئی اور مذہب شیخیہ کے تمام پیروکار حیوانات کی علت کی علت ہیں لہٰذا وہ قطعاً حیوانات سے اکمل و اشرف و اصفیٰ و اقدم ہیں یعنی ہر حال میں افضل ہیں لہٰذا کیا وہ بھی کتے کی طرح بھونکتے ہیں جو حیوان ہے؟

اور قلم روکتا ہوں میں اس بات کے لکھنے سے کہ یہی بات اس کے شیخ نے شرح زیارت کے صفحہ ۶۰ پر نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ، محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے لکھی ہے۔

بہرحال موسیٰ اسکوئی فرشتوں کے واسط و آلات ہونے کی مثال دے

کر اور شیخ کے فلسفہ کے علل اربعہ کے سلسلہ طولیہ کا سہارا لے کر اپنا گمان بیان کرنے کے بعد مفوضہ کی ایک گھڑی ہوئی حدیث کو پیش کرتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ:

"فرشتے تو آئمہ علیہم السلام کے اذن کے بغیر ایک قدم بھی نہیں اٹھاتے۔ جیسا کہ مقداد ابن اسود کی روایت میں وارد ہوا ہے کہ ایک دن میرے آقا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ ذرا مجھے میری تلوار لا دو۔ پس میں نے آپ کی تلوار لا کر ان کے حوالے کر دی۔ آپ نے اس تلوار کو اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور آسمان کے اوپر چڑھ گئے۔ اور میں ان کو دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ میری نظروں سے غائب ہو گئے جس وقت ظہر کا وقت ہوا۔ تو امیر المؤمنین آسمان سے نازل ہوئے۔ اس حالت میں کہ آپ کی تلوار سے خون ٹپک رہا تھا۔ میں نے عرض کی مولا آپ اب تک کہاں رہے' تو آپ نے فرمایا کہ ملاء اعلیٰ کے کچھ نفوس میں آپس میں جھگڑا ہو گیا تھا پس میں اوپر چڑھ کر وہاں چلا گیا۔ اور ان کا صفایا کر دیا۔ میں نے عرض کی مولا کیا ملاء اعلیٰ کے معاملات کا تھامنا بھی آپ کے ہی ذمہ ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن اسود میں زمین اور آسمانوں میں اس کی تمام مخلوق پر حجت ہوں۔ اور آسمان میں ایک بھی فرشتہ ایسا نہیں کہ جو میری اجازت کے بغیر قدم اٹھا سکے اور اہل باطل میرے بارے میں شک میں ہیں۔ انتہی

غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد موسیٰ اسکوئی کہتے ہیں کہ: "اس سے ظاہر ہوا کہ شیعوں کا نزاع ان صفات کی آئمہ علیہم السلام کی طرف نسبت اور علیٰ طریق استقلال ان امور کے ان سے صادر ہونے کے بارے میں تھا۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد موسیٰ اسکوئی دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ کوئی شیعہ اور کوئی موالی آئمہ علیہم السلام کے ان صفات کے لئے واسط اور آلات ہونے کا منکر

نہیں ہے۔ جیسے کہ فرشتوں کے بارے میں واسطہ اور آلات ہونے کا منکر نہیں ہیں۔ درآنحالیکہ فرشتے آئمہ علیہم السلام کے بھی خادم ہیں اور ان کے شیعوں کے بھی خادم ہیں۔ بلکہ یہ عقیدہ ہمارے زمانہ میں مذہب شیعہ امامیہ کی ضروریات میں سے ہے۔ اور اس بات کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا سوائے اس کے جس کے دل میں کھوٹ ہو۔ اور ان کے امور میں اشتباہ کی پیروی کرتا ہو۔ پس اس سے ظاہر ہو گیا کہ مذکورہ حدیث بھی ہماری صحیح تفویض کی موید و شاہد ہے۔ اگر اپنے نفس کے ساتھ انصاف کرو۔ اور بصیرت اور انصاف کے ساتھ دیکھو تو مذکورہ حدیث نہ تو ہماری تفویض صحیح کی نفی کرتی ہے اور نہ ہی منافی ہے۔"

موسیٰ اسکوئی اپنے گمان کی بنیاد پر مذکورہ قیاسی دلائل دینے کے بعد پھر ان احادیث کی طرف متوجہ ہوتا ہے جن میں خود موسیٰ اسکوئی کے نزدیک مذکورہ صفات کی آئمہ علیہم السلام کی طرف نسبت دینے کی مطلقاً نفی وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۳ کی سطر ۸ تا ۲۳ اور صفحہ ۳۹۴ کی سطر ۱ تا ۱۴ پر پہلی حدیث کے بعد مزید چار احادیث نقل کرتا ہے جس میں وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ ان میں تفویض کی مطلقاً نفی وارد ہوئی ہے اور وہ احادیث حسب ذیل ہیں۔

تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں حدیث نمبر2

موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۳ کی سطر ۸ تا ۲۲ پر آئمہ علیہم السلام کی طرف مذکورہ صفات کی نسبت دینے۔ اور ان افعال کے ان سے صادر ہونے کو بیان کرنے کے بعد۔ پھر سے ان احادیث کو بیان کرتے ہوئے جن میں تفویض کی مطلقاً نفی وارد ہوئی ہے یوں کہتا ہے کہ: ان احادیث میں سے ایک حدیث جو مطلقاً نفی پر دلالت کرتی ہے وہ ہے کہ جو شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں امام رضا علیہ السلام

سے روایت کی ہے کہ آپ نے دعا کرتے ہوئے فرمایا:

"بار الٰہا میں تیری بارگاہ میں کسی حول و قوت سے برأت کا اعلان کرتا ہوں۔ حول و قوت صرف تیرے ہی لئے ہے۔ بالٰہا میں تیری بارگاہ میں ان لوگوں سے اظہار برأت و بزاری کرتا ہوں جنھوں نے ہمارے بارے میں وہ باتیں کہی ہیں جس کا ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔ بار الٰہا میں ان لوگوں سے اظہار برأت و بزاری کرتا ہوں جنھوں نے ہمارے بارے میں وہ باتیں کہی ہیں جو ہم نے خود اپنے بارے میں کبھی نہیں کہیں بار الٰہا خلق کرنا اور رزق دینا تیرا ہی کام ہے ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ سے ہی طالب امداد ہیں۔ بار الٰہا تو ہی ہمارا بھی خالق ہے اور ہمارے اولین و آخرین آباؤ اجداد کا بھی تو ہی خالق ہے۔ بار الٰہا تیرے سوا ربوبیت اور کسی کے لئے سزاوار نہیں ہے۔ اور معبودیت اور ربوبیت کی صلاحیت فقط تجھ ہی میں ہے۔ بار الٰہا نصاریٰ پر لعنت ہو کہ انہوں نے تیری عظمت کو گھٹایا۔ اور ان لوگوں پر بھی لعنت ہو کہ جو تیری مخلوق میں سے اس نظریہ فاسدہ میں نصرانیوں کے ہم خیال ہیں۔ بار لہا ہم تیرے ہی بندے ہیں۔ اور تیرے بندوں کے بیٹے ہیں ہم تو اپنے نفسوں کے لئے بھی کسی نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی دوبارہ زندہ ہونے پر بار الٰہا جن لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ ہم رب ہیں۔ تو ہم ان سے تیری بارگاہ میں برأت کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ مخلوق نے ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اور لوگوں کو رزق دینا ہمارے اختیار میں ہے۔ تو ہم اس سے اسی طرح بری و بیزار ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم قوم نصاریٰ سے بیزار ہیں۔ بار الٰہا یہ لوگ جو کچھ گمان کرتے ہیں ہم نے ان کو اس بات کی دعوت نہیں دی اس لئے جو کچھ وہ کہتے ہیں ان کا مواخذہ تو ہم سے نہ کرنا۔ بار لہا زمین پر کسی کافر کو زندہ نہ چھوڑ کیونکہ اگر تو ان کو زندہ رہنے دے گا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور سوائے سخت کافروں کے اور بدکاروں

کے اور کچھ نہ جنیں گے۔ انتہی"

تفویض کی مطلق نفی کے بارے میں حدیث نمبر3

موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۳ سطر ۲۲ تا ۲۳ اور صفحہ ۳۹۴ سطر ۱ تا ۵ پر یوں رقم طراز ہے کہ:

"وہ احادیث جن میں آئمہ علیہم السلام کی طرف سے ان صفات کی نسبت دینے کی مطلق نفی وارد ہوئی ہے ان میں سے ایک وہ روایت ہے جو زرارہ سے مروی ہے۔ زرارہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی عبداللہ بن سبا کی اولاد میں سے ایک شخص تفویض کا قائل ہے۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تفویض سے اس کی کیا مراد ہے۔ میں نے عرض کی وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ عزوجل نے صرف حضرت محمد ﷺ اور حضرت علی کو پیدا کیا اور ان کے خلق کرنے کے بعد تمام امور کی سرانجام دہی ان کے سپرد کر دی۔ پس ان دونوں نے ہی سب کچھ خلق کیا ہے۔ انہوں نے ہی رزق تقسیم کیا۔ انہوں نے ہی موت دی۔ اور انہوں نے ہی حیات بخشی۔ اس پر امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اس دشمن خدا نے جھوٹ کہا ہے جب تم لوٹ کر اس کے پاس جاؤ۔ تو تم اس کے سامنے اس آیت کی تلاوت کرنا جو سورہ رعد میں ہے کہ "کیا انہوں نے اللہ کے شریک بنا لئے ہیں۔ کہ انہوں نے بھی اس کی مخلوق کی مانند مخلوق پیدا کر دی ہے۔ جس سے ان کے اوپر خلق مشتبہ ہو گئی ہے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی ہر چیز کا خلق کرنے والا ہے اور وہی واحد و قہار ہے۔" پس جب میں اس شخص کے پاس لوٹ کر گیا تو میں نے اس کو اس بات کی خبر دی۔ تو اس کی حالت ایسی ہو گئی جیسے کہ اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دیا ہو۔ یا اس نے کہا۔ جیسا کہ وہ گونگا ہو گیا ہو۔

قارئین محترم اس کافر پر تو اس آیت کے پڑھنے کا ایسا اثر ہوا کہ جیسا

کہ اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دیا ہو۔ یا جیسا کہ وہ گونگا ہو گیا ہو۔ مگر شیخی حضرات اتنے پکے کافر اور ایسے سخت مشرک ہیں کہ ان پر نہ تو امام کے فرمان کا کوئی اثر ہوتا ہے۔ اور نہ ہی قرآن کی آیات کا۔ اور وہ اپنے فلسفہ کی ڈفلی بجا کر اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات کا راگ الاپ کر بے خبر کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو گمراہ کیے چلے جا رہے ہیں۔

تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں حدیث نمبر4

موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۴ سطر ۵ تا ۱۱ پر سابقہ حدیث سے متصل تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں احادیث کا بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہے کہ:

"تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں ایک وہ حدیث ہے جو بحار الانوار میں اور عیون اخبار الرضا میں یاسر خادم سے مروی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ تفویض کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:-

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اپنے دین کے امور سپرد فرمائے ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو کچھ رسول تمہیں حکم دے اسے لے لو۔ اور جس بات سے تمہیں منع کرے اس سے رک جاؤ۔ رہا خلق و رزق کا معاملہ تو یہ اس نے ہمیں سپرد نہیں کیا ہے۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ عزوجل ہی ہر چیز کا خالق ہے اور اللہ عزوجل نے اپنی کتاب محکم قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ:- اللہ ہی نے تم کو خلق کیا ہے۔ اسی نے تم کو خلق کرنے کے بعد تمہیں رزق عطا فرمایا ہے۔ وہی تمہیں اس زندگی کے بعد موت دے گا۔ اور مرنے کے بعد وہی تم کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شرکاء میں سے کوئی ایسا ہے کہ جو ان امور میں سے کچھ بھی سر انجام دیتا ہو۔ اللہ کی ذات ان کے اس

شرک سے پاک ہے۔"

تفویض کی مطلق نفی کے بارے میں حدیث نمبر5

موسیٰ اسکوئی خود اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۴ سطر ۱۲ تا ۱۴ پر سابقہ حدیث سے متصل تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں ایک یہ حدیث نقل کرتا ہے کہ:

"تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں ایک وہ حدیث ہے کہ جو عیون اخبار الرضا میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ عزوجل نے خلق و رزق کا معاملہ آئمہ علیہم السلام کو سپرد کر دیا ہے۔ تو وہ تفویض کا قائل ہو گیا ہے۔ اور جبر کا قائل تو کافر ہے تفویض کا قائل مشرک ہے۔ انتھی

مذکورہ احادیث کو شیخ احمد احسائی نے بھی یہ تسلیم کرتے ہوئے کہ ان احادیث میں تفویض کی مطلقاً نفی وارد ہوئی ہے اپنی کتاب شرح زیارت کے صفحہ ۲۹۲ سطر ۲۶ تا ۳۰ اور صفحہ ۲۹۳ سطر ۷ تا ۱۲ پر نقل کیا ہے۔ ترجمہ ان احادیث کا وہی ہے جو اوپر نقل ہو چکا لہٰذا دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

موسیٰ اسکوئی مذکورہ احادیث نقل کرنے کے بعد جو شیخ احمد احسائی کے نزدیک بھی تفویض کی مطلقاً نفی پر ہی دلالت کرتی ہیں۔ اور خود اس کے نزدیک بھی تفویض کی مطلقاً نفی پر ہی دلالت کرتی ہیں پھر وہی خیال بافی۔ قیاس آرائی۔ تنگ نظری اور انتہائی ڈھٹائی کے ساتھ اپنے گمان سے کام لیتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ:

"جب ایک منصف ان اخبار میں تعصب کو چھوڑ کر۔ وقتِ نظر کے ساتھ غور کرے گا تو وہ یہ معلوم کرے گا کہ یہ احادیث اس تفویض کے منافی نہیں ہیں جس کے ہم قائل ہیں۔ بلکہ ان سب احادیث سے وہی

تفویض ظاہر ہوتی ہے جو معروف ہے اور وہ تفویض استقلالی ہے۔"

اس کے بعد موسیٰ اسکوئی شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت میں بیان کردہ قیاسی دلائل اور اس کی خیال بافی کو نقل کرتے ہوئے صفحہ ۳۹۴ سطر ۱۵ تا ۲۱ و صفحہ ۳۹۵ سطر ۱ تا ۲۲ اور صفحہ ۳۹۶ سطر ۱ تا ۲۳ پر یوں لکھتا ہے کہ:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان صفات کی آئمہ علیہم السلام کی طرف نسبت سے مراد مطلقاً تفویض ہو جو باطل ہے۔ حالانکہ اللہ سبحانہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ایک پرندے کی شکل کا پتلہ بنانے کی نسبت دی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ برکت والا ہے اللہ جو بہترین خلق کرنے والا ہے۔ اور امام علیہ السلام کا ارشاد گرامی ان دو فرشتوں کے بارے میں جو رحم مادر میں جنین کی صورت بناتے ہیں یہ ہے کہ وہ "ملکان خلاقان" ہیں اور حضرت حجت علیہ السلام کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ "فانا صنائع اللہ ربنا والخلق بعد صنائعنا"

مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات سے استدلال

اس کے بعد موسیٰ اسکوئی مذکورہ دلائل کے بعد غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات کا سہارا لیتے ہوئے آئمہ علیہم السلام کو خالق و رازق و مدبر کائنات ثابت کرنے کے لئے یوں رقم طراز ہے۔

مدینۃ المعاجز میں طبری امامی کی دلائل سے ان کی اسناد کے ساتھ جمہور بن الحکم سے روایت کی گئی ہے وہ کہتا ہے کہ:

"میں نے امام زین العابدین حضرت علی ابن الحسین کو دیکھا کہ ان کے پر و بال اگ آئے ہیں۔ اور انہوں نے اڑنا شروع کر دیا۔ اسی ساعت میں نے جعفر بن ابی طالب کو علیین میں دیکھا۔ پس میں نے کہا کہ آپ یہاں تک بھی چڑھ کر چلے آتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ہم نے ہی تو اس کو بنایا ہے (صنعناھا کا لفظ ہے) بس ہم میں اپنی صنعت کی طرف چڑھنے

کی قدرت کیوں نہ ہو گی- ہم ہی حملۃ عرش و کرسی ہیں-"

موسیٰ اسکوئی مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ: "اب اس بات پر غور کرو کہ امام علیہ السلام نے کس طرح دو مرتبہ اپنی طرف صنعت کی نسبت دی ہے-"

اس کے بعد موسیٰ اسکوئی مفوضہ اور غالیوں کی گھڑی ہوئی ایک اور روایت کو گواہی کے طور پر پیش کرتا ہے کہ:

"اسی طرح عیون المعجزات میں مفضل بن عمر سے روایت ہے کہ اس نے جابر بن یزید جعفی سے اس نے ابی خالد کابلی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم نے امام زین العابدین حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام سے جب آیت قرآنی "و لقد جعلنا فی السماء بروجا و زینا ھا للناظرین" یعنی ہم نے آسمانوں میں برج بنائے ہیں اور برجوں کو دیکھنے والوں کے لئے زینت دے دی ہے- کا مطلب پوچھا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "ایک دن قنبر حضرت علی علیہ السلام کے در دولت پر ان کا حال معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوا تو گھر سے ایک کنیز باہر آئی جس کا نام فضہ تھا- قنبر نے کہا کہ میں نے اس کنیز (فضہ) سے پوچھا کہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کہاں ہیں- اس پر آپ کی کنیز نے کہا کہ وہ تو بروج میں گئے ہوئے ہیں- قنبر نے کہا کہ میں بروج سے واقف نہیں تھا (کہ وہ کیا ہوتے ہیں) اس لئے قنبر نے پوچھا کہ وہ بروج میں کیا کر رہے ہیں- اس پر اس کنیز نے کہا کہ وہ بروج اعلیٰ میں گئے ہوئے ہیں وہاں پر رزق تقسیم کر رہے ہیں- عمروں کا تعین کر رہے ہیں- مخلوق کو پیدا کر رہے ہیں- مار رہے ہیں اور زندہ کر رہے ہیں اور عزت و ذلت بانٹ رہے ہیں- قنبر کہتے ہیں کہ میں نے کہا قسم خدا کی میں مولا امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کو اس کافرہ کی ان باتوں سے آگاہ کروں گا- ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ امیر المؤمنین ظاہر ہوئے- اور میں اس کنیز کی باتوں سے حیران و

متعجب تھا کہ مولا نے فرمایا کہ اے قنبر یہ تمہارے اور فضہ کے درمیان کیا باتیں ہو رہی تھیں- قنبر کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین فضہ نے یہ یہ کچھ کہا ہے- میں تو اس کی باتوں سے حیران رہ گیا- اس پر امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قنبر کیا تم نے اس کی باتوں کو سن کر انکار کر دیا- قنبر کہتے ہیں کہ میں نے کہا مولا بڑی سختی کے ساتھ انکار کیا اس پر مولا نے فرمایا- اے قنبر میرے نزدیک آؤ- پس میں آپ سے قریب ہو گیا- پس آپ نے کچھ کلام پڑھا جس کو میں سمجھ نہ سکا- اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر پھیرا یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ تمام آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے امیر المؤمنین کے ہاتھوں میں آ گئے- جیسا کہ ایک گیند ہو- یا اخروٹ ہو- اور آپ اس سے جس طرح چاہتے ہیں کھیل رہے ہیں- قنبر کہتے ہیں کہ قسم بخدا میں نے دیکھا کہ خلق کثیر آ رہی ہے اور جا رہی ہے- مجھے معلوم بھی نہیں تھا کہ خداوند تعالیٰ نے یہ اتنی ساری مخلوق پیدا کی ہوئی ہے- پس مولا نے فرمایا کہ اے قنبر میں نے عرض کی ہاں مولا- آپ نے فرمایا- جو بات ہمارے اول کے لئے ہے- وہی بات ہمارے آخر کے لئے ہے' اور ہم نے ہی ان آسمانوں کو خلق کیا ہے' اور ہم نے ہی اس ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے- جو ان تمام آسمانوں میں ہے- اور ہم نے ہی وہ تمام مخلوق پیدا کی ہے' جو ان آسمانوں کے درمیان ہے' اور ہم نے ہی وہ تمام مخلوق پیدا کی ہے' جو ان آسمانوں کے نیچے ہے- اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر پھیرا- تو جو کچھ میں دیکھ رہا تھا- وہ سب کا سب میری نظروں سے غائب ہو گیا اور ان میں سے کوئی بھی چیز اب مجھے دکھائی نہیں دیتی تھی- اور میں اپنی اسی حالت پر آ گیا-

قارئین محترم اس بات کا ثبوت کہ یہ روایت مفوضہ کی گھڑی ہوئی ہے' یہ ہے کہ راوی نے تو امامؑ سے بروج کا مطلب پوچھا' مگر امامؑ نے بروج کا مطلب بتلایا ہی نہیں' لہٰذا یہ امام کا جواب نہیں ہے' بلکہ مفوضہ کی

من گھڑت داستان ہے۔

مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد موسیٰ اسکوئی کے دل میں بھی ایک خلش پیدا ہوئی۔ اور خود ہی اس کو اس بات کا احساس ہوا کہ یہ حدیث تو صریحاً غلو ہے۔ لہٰذا اس احساس کو دور کرنے کے لئے یوں باتیں بنانی شروع کیں کہ:

خبردار! خبردار! اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات سے وحشت زدہ نہ ہو جانا۔ اور جو شخص اس روایت کے مضمون کا معتقد ہے اس کو غلو کی نسبت نہ دینے لگ جانا۔ اور اس کو غالی نہ کہنے لگ جانا۔ خبردار! خبردار کیونکہ ہم نے اپنی اس کتاب احقاق الحق کے مقالہ علل اربعہ میں یہ بیان کر دیا ہے کہ ان افعال کی آئمہ علیہم السلام کی طرف نسبت استقلال کے طور پر نہیں ہے کہ اس سے کفر و غلو لازم آئے۔ لیکن ان افعال کی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف نسبت اس لحاظ سے ہے کہ یہ حضرات ان افعال کے جاری ہونے میں واسطہ اور آلہ ہیں۔ جیسا کہ تم ملائیکہ کو وسائط و آلات کے طور پر نسبت دیتے ہو۔ پس تم اس روایت کو دیکھ کر وحشت نہ کرو اور نہ ہی اس کو کفر و غلو سمجھو۔

مذکورہ تنبیہہ کرنے کے بعد موسیٰ اسکوئی اپنے قیاسات کی جولانی دکھاتے ہوئے اور اپنی خیال بافیوں کے تار و پود بنتے ہوئے یوں رقم طراز ہے۔

"معلوم نہیں اس قوم کا کیاں حال ہے جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ میکائیل رزق تقسیم کرتا ہے۔ عزرائیل مارتا ہے۔ جبرائیل خلق کرتا ہے اور اسرافیل اللہ کے حکم سے زندہ کرتا ہے۔ تو اس بات پر ان کو وحشت نہیں ہوتی اور اس کو خوشی خوشی قبول کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ ان کے غلام اور خادم ہیں۔ لیکن جب یہ کہا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین علی ابن طالب اللہ کے اذن سے خلق کرتے ہیں۔ رزق دیتے ہیں۔ زندہ کرتے ہیں اور مارتے

ہیں۔ کبھی آسمانوں پر چڑھ جاتے ہیں کبھی زمین پر اتر آتے ہیں تو ان کی عقلوں میں فتور آ جاتا ہے۔ اے مومن موالی یہ تیرا کیا حال ہے۔ جب وہ بات جس کا اعتقاد تو ان کے غلاموں کے بارے میں رکھتا ہے۔ اپنے مولا کے بارے میں سنتا ہے تو سختی کے ساتھ انکار کر دیتا ہے۔ اور غیروں جیسی باتیں کرنے لگ جاتا ہے پس اگر یہ عقیدہ باطل ہے تو پھر تو ان کے غلاموں اور خادموں کے حق میں غلو کرتا ہے۔ اور اپنے آقا اور مولا کے حق میں مقصر ہے۔ اور اگر یہ عقیدہ حق ہے تو اس ذرا سی بات میں تو اپنے آقا و مولا کو ان کے غلاموں کے برابر بھی کیوں نہیں سمجھتا اور یہ انتہائی عجیب بات ہے۔ کیا روز قیامت اولیاء اللہ کے حق میں تیری تقصیر اور ان کے مقامات و مراتب کی معرفت کے بارے میں تیرا یہ عذر مسموع ہو گا کہ تو نے اس بارے میں فلاں فلاں کی تقلید کی تھی (حالانکہ اصول دین میں تقلید جائز نہیں ہے۔)

شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت میں اور موسیٰ اسکوئی نے احقاق الحق میں تفویض کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے وہ ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ لہٰذا تفویض کے بارے میں احقاق الحق کے صفحہ ۳۸۸ سے ۳۹۶ تک جتنے حوالے دیئے گئے ہیں ان کا عکس اس سے آگے یکجائی طور پر ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

عکس احقاق الحق صفحہ 388 سطر 20 تا 21
عکس احقاق الحق صفحہ 389 سطر 1

المراد من التفويض عرفا هو ان تنسب جميع الافعال او بعضه الى الخلق على طريق الاستقلال ، ولا شك ولا شبهة انه بهذا المعنى في حق المعصومين الاربعة عشر سلام الله عليهم كفر وشرك بالله .

عکس احقاق الحق صفحہ 390 سطر 11 تا 22

وقال الشيخ المفيد (ره) في شرح هذا الكلام : الغلو في اللغة هو تجاوز الحد والخروج عن القصد قال الله تعالى : « يا اهل الكتاب لاتغلوا في دينكم ولا تقولوا على الله الا الحق » [1] فنهى عن تجاوز الحد في المسيح ، وحذر من الخروج عن القصد في القول ، وجعل ما ادعته النصارى فيه غلواً لتعدية الحد . والغلاة من المتظاهرين في الاسلام هم الذين نسبوا أمير المؤمنين والائمة عليهم السلام من ذريته الى الالوهية والنبوة ، ووصفوه في الدين والدنيا الى ما تجاوزوا فيه الحد ، وخرجوا عن القصد ، وهم ضلال كفار ، حكم امير المؤمنين عليه السلام فيهم بالقتل والتحريق بالنار ، وقضت الائمة عليهم السلام فيهم بالكفر والخروج عن الاسلام ، والمفوضة صنف من الغلاة ، وقولهم الذي فارقوا به من سواهم من الغلاة اعترافهم بحدوث الائمة وخلقهم ، ونفي القدم عنهم ، واضافة الخلق والرزق مع ذلك اليهم ، ودعويهم ان الله سبحانه وتعالى تفرد بخلقهم خاصة ، وانه فوض

(۱) النساء : ۱۶۹ .

عکس احقاق الحق صفحہ 391 سطر 1 تا 23

اليهم خلق العالم بما فيه وجميع الافعال الخ .

ومن لاحظ بعين الاعتبار هاتين العبارتين عرف بلا غبار : ان التفويض الذي ورد النهي عنه في الاخبار ، وحكم بكفر قائله العلماء الاخيار ، هو التفويض على طريق الاستقلال ، لا ما ذكرنا من التفويض الصحيح ، وهو تصرفهم في ملك الله سبحانه وملكه بأذنه ومشيته وارادته . والمصرح في الآيات أيضا هو نفي الخلق والرزق والاحياء والاماتة عن غير الله عز وجل ، المدعى للالوهية ، او الاستقلال ، او الشراكة لامطلقاً حتى تشمل ما ذكرنا منها قوله تعالى : « الا له الخلق والامر * وهل من خالق غير الله * ام جعلوا لله شركاء خلقوا كخلقه فتشابه الخلق عليهم قل الله خالق كل شيء » ومنها قوله : « عز من قائل الله خالق كل شيء اروني ماذا خلقوا من الارض ام لهم شرك في السماء » ومنها : « هذا خلق الله فأروني ماذا خلق الذين من دونه ان الله هو الرزاق ذو القوة المتين » ومنها : « ومن يرزقكم من دون الله قل من يرزقكم من السموات والارض » ومنها : « هو الذي خلقكم ثم رزقكم ثم يميتكم ثم يحييكم هل من شركائكم من يفعل من ذلكم من شيء سبحانه وتعالى عما يشركون » وغيرها من الايات الصريحة في نفي تلك الصفات عمن ادعى الالوهية أو الاستقلال غير الله تبارك وتعالى ؛ نعم في بعض الاخبار النفي عن نسبة تلك الصفات الى الائمة عليهم السلام مطلقا ، كالمروي في احتجاج الطبرسي عن علي بن احمد قال : اختلف جماعة من الشيعة في ان الله فوض الى الائمة ان يخلقوا ويرزقوا فقال : هذا محال لا يجوز على الله تعالى ، لان الاجسام لا يقدر على خلقها غير الله ، وقال آخرون : بل الله أقدر الائمة على ذلك فخلقوا ورزقوا ، فتنازعوا في ذلك نزاعا شديدا فقال قائل منهم : ما بالكم لا ترجعون الى أبي جعفر فتسألونه عن ذلك ليوضح لكم الحق فيه فانه الطريق الى صاحب الامر ، فرضيت

عکس احقاق الحق صفحه 392 سطر 1 تا 23

الجماعة بأبي جعفر ، فسلمت وأجابت الى قوله ، فكتبوا المسألة وانفذوها إليه ، فخرج اليه من جهته توقيع نسخته ان الله هو الذي خلق الاجسام ، وقسم الارزاق ، لانه ليس بجسم ولا حال في جسم ، ليس كمثله شيء وهو السميع البصير ، واما الائمة عليهم السلام فيسألون الله تعالى فيخلق ، ويسألونه فيرزق انتهى . هذا كما ترى في نفي تلك الصفات عنهم عليهم السلام مطلقا ، ولكن لو دققت النظر فيه مرة بعد اخرى ، عرفت ان النفي عنهم عليهم السلام هو نسبة تلك الصفات اليهم على طريق الاستقلال لا مطلقا ، اذ الناس في ذلك الزمان وهذا أيضا ما يعرفون من لفظ التفويض الا الاستقلال ولذا كانوا يستوحشون منه ويقولون انه محال ، لان الاجسام لا يقدر على خلقها الا الله ، واما كونهم عليهم السلام وسائط صرفة وآلات محضة لله سبحانه في خلقها وايجادها فلا أظن أحدا ينكره في ذلك الزمان ، كما لا ينكرون كون الملائكة الاربعة جبرائيل وميكائيل واسرافيل وعزرائيل وسائط وآلات في الخلق والرزق والحياة والممات ، فكيف لا ينكرون هذا وينكرون وساطة الائمة عليهم السلام وايتهم فيها ؟ والحال انهم عليهم السلام قطعا أكمل وأشرف ، وأبهى وأسنى ، وأقدم من الملائكة ، وعلة لعلة علتهم ، ووسائط لايجادهم ، ماذتهم وصورتهم ، وانهم لا يتصرفون في شيء ، ولا يخطون قدما عن قدم الا باذنهم عليهم الصلوة والسلام ، كما في رواية مقداد بن الاسود قال : قال لي مولاي يوما : ائتني بسيفي : فأتيته به ، فوضعه على ركبته ثم ارتفع الى السماء وأنا أنظر اليه حتى غاب عن عيني ، فلما قرب الظهر نزل وسيفه يقطر دما فقلت : يا مولاي أين كنت ؟ فقال : ان نفرا في الملا الاعلى اختصمت فصعدت فطهرتها فقلت : يا مولاي وامر الملا الاعلى اليك ؟ فقال : يابن الاسود أنا حجة الله على الخلق من سمواته وأرضه ، وما في السماء ملك يخطو قدما على قدم الا باذني وفي يرتاب المبطلون انتهى .

عکس احقاق الحق صفحه 393 سطر 1 تا 23

فظهر ان نزاع الشيعة كان في نسبة تلك الصفات اليهم ، وصدورها عنهم على طريق الاستقلال على نحو ما ذكرنا ، اذ لا ينكر شيعي ولا موالي كونهم وسائط لتلك الصفات ، ومجرى لكل الفيوضات ، كما لا ينكرون في الملائكة الذين هم خدامهم وخدام شيعتهم ، بل هذا الامر في زماننا هذا من جملة ضروريات مذهب الشيعة الامامية ، لا ينكره الا من كان في قلبه زيغ فيتبع ما تشابه من امورهم فتبين ان الخبر المذكور أيضا مؤيد وشاهد لنا على ما نريد من التفويض الحق ، لا ينفيه ولا ينافيه ، ان انصفت تركت وجانبت الاعتساف ، ونظرت بعين البصيرة والانصاف . ومما يدل على نفي نسبة تلك الصفات عنهم عليهم السلام وصدورها عنهم مطلقا ما رواه الصدوق عليه الرحمة في رسالة اعتقاداته عن الرضا عليه السلام قال في دعائه (ع) اللهم اني ابرء اليك من الحول والقوة ، ولا حول ولا قوة الا بك ، اللهم اني اعوذبك وابرء اليك من الذين ادعوا لنا ما ليس لنا بحق ، اللهم اني أبرء اليك من الذين قالوا فينا ما لم نقله في أنفسنا ، اللهم لك الخلق ومنك الرزق واياك نعبد واياك نستعين ، اللهم أنت خالقنا وخالق آبائنا الاولين وآبائنا الآخرين ، اللهم لا تليق الربوبية الا بك ، ولا تصلح الالوهية الا لك ، فالعن النصارى الذين صغروا عظمتك ، والعن المضاهئين لقولهم من بريتك ، اللهم انا عبيدك وأبناء عبيدك ، لا نملك لانفسنا نفعا ولا ضرا ، ولا موتا ولا حياة ولا نشورا ، اللهم من زعم انا أرباب فنحن اليك منهم براء ، ومن زعم ان الينا الخلق وعلينا الرزق فنحن اليك منهم براء كبراءة عيسى من النصارى ، اللهم انا لم ندعهم الى ما يزعمون فلا تؤاخذنا بما يقولون ، ورب لا تذر على الارض من الكافرين ديارا ، انك ان تذرهم يضلوا عبادك ولا يلدوا الا فاجرا كفارا انتهى . وما روى عن زرارة قال : قلت للصادق (ع) : ان رجلا من ولد عبدالله بن سبأ يقول بالتفويض . قال : وما التفويض ؟

عکس احقاق الحق صفحہ 394 سطر 1 تا 21

قلت : يقول ان الله عز وجل خلق محمداً وعلياً ثم فوض الامر اليهما ، فخلقا ورزقا ، وأماتا واحيى ، فقال : كذب عدو الله ، اذا انصرفت اليه فاقرأ عليه هذه الاية التي في سورة الرعد : « أم جعلوا لله شركاء خلقوا كخلقه فتشابه الخلق عليهم قل الله خالق كل شيء وهو الواحد القهار » ، فانصرفت الى الرجل فأخبرته فكأنما القمته حجراً ، أو قال فكأنما اخرس انتهى . وما في البحار وعيون أخبار الرضا ، روى عن ياسر الخادم قال : قلت للرضا (ع): ما تقول في التفويض ؟ فقال : ان الله تبارك وتعالى فوض الى نبيه صلى الله عليه وآله أمر دينه فقال : «وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا»[1] فاما الخلق والرزق فلا ، ثم قال عليه السلام : ان الله عز وجل خالق كل شيء وهو يقول عز وجل : « الذي خلقكم ثم رزقكم ثم يميتكم ثم يحييكم هل من شركائكم من يفعل من ذلكم من شيء سبحانه وتعالى عما يشركون »[2] انتهى . وأيضا ما في العيون عن الرضا عليه السلام انه قال : ومن زعم ان الله عز وجل فوض أمر الخلق والرزق الى حججه عليه السلام فقد قال بالتفويض والقائل بالجبر كافر ، والقائل بالتفويض مشرك انتهى .

فالمنصف اذا نظر في هذه الاخبار بعين الدقة والاعتبار ، وجانب التعصب والاغيار ، عرف بلا غبار انها لا تنافي ما ذكرنا من التفويض الحق ، بل كلها ظاهرة في التفويض المتعارف عند العرف ، وهو الاستقلال ، ومنصرفة اليه ، لانه الفرد الشايع ، ثم كيف تكون نسبة تلك الصفات اليهم عليهم السلام مطلقا تفويضا باطلا وقد نسب الله سبحانه لعيسى بن مريم اذ خلق من الطين كهيئة الطير وقال : تبارك الله أحسن الخالقين وقد قال الامام عليه السلام في حق الملكين اللذين يدخلان في رحم المرأة ويصوران الاولاد : « ملكان

(1) الحشر : ٧ .
(2) الروم : ٣٩ .

عکس احقاق الحق صفحہ 395 سطر 1 تا 22

خلاقان » وقال الحجة عجل الله فرجه في توقيعه الشريف : « اما بعد فانا صنايع الله ربنا والخلق بعد صنايعنا » وما رواه في مدينة المعاجز عن دلائل الطبري الامامي قدس سره باسناده الى جمهور بن الحكم قال : رأيت علي ابن الحسين عليه السلام وقد نبتت له أجنحة وريش فطار ثم : رأيت الساعة جعفر بن ابي طالب في عليين . فقلت : وهل تستطيع أن تصعدها ؟ فقال : (نحن صنعناها فكيف لا تقدر أن تصعد الى صنعنا ؟ نحن حملة العرش والكرسي) . ثم اعطاني طلعا في غير أوانه (رهي) انظر كيف نسب (ع) الصنع الى أنفسهم مرتين ، وكما في خبر عيون المعجزات عن المفضل بن عمر عن جابر ابن يزيد الجعفي عن أبي خالد الكابلي قد : قال الامام علي بن الحسين زين العابدين لما سألناه عن هذه الاية : « ولقد جعلنا في السماء بروجا وزيناها للناظرين »[1] قال : ان قنبر مولى علي عليه السلام أتى منزله يسأل عنه وخرجت اليه جارية يقال لها فضة ، قال قنبر : فقلت لها : أين علي بن ابي طالب (ع) وكانت جاريته ؟ فقالت في البروج قال قنبر ــ وأنا لا أعرف لامير المؤمنين عليه السلام بروجا ــ فقلت : وما يصنع في البروج ؟ قالت : هو في البروج الاعلى ، يقسم الارزاق ، ويعين الاجال ، ويخلق الخلق ، ويميت ويحيي ، ويعز ويذل . قال قنبر : فقلت : والله لاخبرن مولاي امير المؤمنين عليه السلام بما سمعت من هذه الكافرة ، فبينما نحن كذلك اذ طلع أمير المؤمنين وأنا متعجب من مقالتها فقال لي : يا قنبر ما هذا الكلام الذي جرى بينك وبين فضة ؟ فقلت : يا أمير المؤمنين ان فضة ذكرت كذا وكذا وقد بقيت متعجبا من قولها فقال عليه السلام : يا قنبر وأنكرت ذلك ؟ قلت : يا مولاي أشد الانكار . قال : يا قنبر ادن مني ، فدنوت منه فتكلم بشيء لم أفهمه ، ثم مسح يده على عيني ، فاذا السموات وما فيهن ، بين

(1) الحجر : ١٦ .

عکس احقاق الحق صفحہ 396 سطر 1 تا 23

يدي أمير المؤمنين (ع) كأنها فلكة أو جوزة يلعب بها كيف ما شاء ، وقال : والله اني قد رأيت خلقا كثيرا يقبلون ويدبرون ما علمت ان الله خلق ذلك الخلق كلهم . فقال لي : يا قنبر قلت : نعم يا امير المؤمنين (ع) . قال : هذا لأولنا وهو يجري لآخرنا ، ونحن خلقناهما ، وخلقنا ما فيهما ، وما بينهما ، وما تحتهما ، ثم مسح يده العليا على عيني فغاب عني جميع ما كنت أراه ، حتى لم أر منه شيئا ، وعدت على ما كنت عليه من رأي البصر (هـ) .

وربما تستوحش من هذا الخبر ونحوه ، وتنسب من اعتقد بمضمونه الى الغلو وترميه بذلك ، لكن اياك ثم اياك ، اذ ذكرنا في مقالة الملل ان نسبة تلك الافعال والصفات اليهم عليهم السلام ليست بطريق الاستقلال حتى يلزم الكفر والغلو ، بل انما هي بملاحظة انهم مجرى لها وواسطة وآلة لاجرائها (أبى الله أن يجري الامور الا بأسبابها) كما تنسبها الى الملائكة ولا تستوحش منها ولا يلزم كفر ولا غلو .

ليت شعري ما بال أقوام اذا قيل لهم : ان ميكائيل يقسم الارزاق ، وعزرائيل يميت ، وجبرائيل يخلق ، واسرافيل يحيي باذن الله ، ولا يستوحشون ويقبلون بقبول حسن ، مع انهم عبيد وخدام لهم (ع) ؟ واذا قيل علي امير المؤمنين ولي الله يخلق ويرزق ويحيي ويميت باذن الله ، يصعدون الى السماء تارة ، وينزلون الى الارض اخرى ، كأنه خولف بعقلهم ، فما دعاك الى هذه الحالة أيها المؤمن الموالي ، اذا سمعت في حق مواليك ما تعتقده في حق عبيدهم ومواليهم ، أنكرت كل الانكار وتكلمت بكلام الاغيار ؟ فان كان باطلا فأنت غال في حق مواليهم وعبيدهم ، ومقصر في حق ساداتك ومواليك ، وان كان حقا فلم لا تساوي في الاقل ساداتك مع عبيدهم ، وهذا من العجب العجاب أيسمع منك ايها الموالي في تقصيرك في حق أولياء الله ومعرفة مقاماتهم ومراتبهم يوم الحساب اعتذارك بانك قلدت فيه فلانا وفلانا ،

تفویض کی وہ کون سی صورت ہے جس کو آئمہ علیہم السلام نے شرک قرار دیا ہے؟

تفویض کے بارے میں شیخ احمد احسائی اور رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ نے جو کچھ کہا ہے وہ ہم سابقہ عنوان کے تحت پیش کر چکے ہیں۔ اب ہم ان کے جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

قارئین محترم شیخ احمد احسائی نے بھی اور موسیٰ اسکوئی نے بھی اپنے بیانات میں یہ کہا ہے کہ وہ تفویض جس کو آئمہ علیہم السلام نے خلق و رزق، احیاء و اماتت اور تدبیر امور عالم کے بارے میں شرک کہا ہے وہ تفویض استقلالی ہے۔ اور ہم آئمہ علیہم السلام کے لئے خلق و رزق اور احیاء و اماتت اور تدبیر عالم کے سلسلہ میں جس تفویض کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ وسائط و آلات کے طور پر ہے۔ جیسے کہ فرشتوں کے وسائط و آلات کے طور پر ان امور کے سرانجام دینے کو شرک نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف وسائط و آلات کے طور پر ان صفات کی نسبت شرک نہیں کہلا سکتی۔ اور یہ تفویض صحیح ہے اور یہی ان کا عقیدہ ہے۔

اس کے لئے ہمارا جواب یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کی یہ بات سراسر غلط اور باطل ہے' اور یہ اپنے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کو غالیوں اور مفوضہ کے اقوال کے ساتھ مطابق کرنے کا نتیجہ ہے۔ اور جس کا باطل ہونا حسب ذیل دلائل و شواہد کی رو سے ثابت ہے۔

نمبر 1: اولاً خود شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت میں' اور موسیٰ اسکوئی نے احقاق الحق میں' خلق و رزق' احیاء و اماتت اور تدبیر امور عالم کے سلسلہ میں جو احادیث تفویض کی مطلقاً نفی میں بیان کی ہیں اور جن کی

صحت سے انہوں نے انکار نہیں کیا ہے ان میں سے حدیث نمبر ۹ میں یہ کہا گیا ہے کہ:

"امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالٰی نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے دین کے امور سپرد کئے ہیں۔ رہا خلق و رزق کا معاملہ تو یہ خداوند تعالٰی نے ہمیں سپرد نہیں کیا ہے۔"

اس کے بعد امام علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ نے ہی تم کو خلق کیا۔ اور اسی نے تم کو خلق کرنے کے بعد رزق عطا فرمایا۔ وہی تمہیں اس زندگی کے بعد موت دے گا۔ وہی تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کسی کام کو سرانجام دیتا ہو۔

اس حدیث پر چاہے ہزار بار غور کریں اس سے یہ بات ثابت ہے کہ امام علیہ السلام نے واضح طور پر یہ فرمایا ہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام کو خدا نے تبلیغ دین کا کام سپرد فرمایا اور خلق و رزق کا کام سپرد نہیں فرمایا۔

اس حدیث میں امور دین کی تفویض کا اثبات ہے۔ اور خلق و رزق جیسے امور کی نفی ہے اس سے ثابت ہوا کہ امور دین کی تفویض کا اثبات' اور خلق و رزق کی نفی ایک ہی درجہ میں ہے' یعنی اگر امور دین کی تفویض کے اثبات سے مراد تفویض استقلالی ہے' تو پھر تو خلق و رزق کی تفویض کی نفی سے مراد بھی تفویض استقلالی ہی ہو گی۔ اور اگر امور دین کی تفویض کے اثبات سے مراد وسائط و آلات کے طور پر تفویض ہے تو پھر خلق و رزق وغیرہ کی تفویض کی نفی سے مراد بھی وسائط و آلات کے طور پر ہی تفویض کی نفی ہو گی۔

بالفاظ دیگر اگر آئمہ اطہار کو امور دین کی تفویض بطور استقلال ہے تو پھر خلق و رزق کی نفی بھی بطور استقلالی کے نفی ہے اور اگر امور دین کی تفویض بطور وسائط و آلات کے ہے تو پھر لازماً و حتماً خلق و رزق وغیرہ کی نفی

بھی بطور وسائط و آلات کے کی گئی ہے۔

اور یہ بات مسلمہ اہل اسلام ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار کو امور دین کی تفویض بطور استقلال کے نہیں تھی۔ اور خود شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کو بھی اس بات سے اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ نہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نہ ہی آئمہ اطہار علیہم السلام' تبلیغ دین کے سلسلہ میں خدا کے احکام کے خلاف اپنی مرضی سے خدا کے حلال کئے ہوئے کو حرام کرتے تھے اور نہ ہی خدا کے حرام کئے ہوئے کو اپنی مرضی سے حلال کرتے تھے' اور نہ ہی وحی کے خلاف اپنی مرضی سے دین کی تبلیغ کرتے تھے۔ بلکہ وہ تبلیغ دین کے سلسلہ میں احکام خداوندی کے پہنچانے میں وسائط و آلات کے طور پر ہی خدا کی طرف سے کار ہدایت انجام دیتے تھے۔

پس امام علیہ السلام کی مذکورہ حدیث کا واضح مطلب یہ ہوا کہ خداوند تعالٰی نے اپنے دین کے امور تو وسائط و آلات کے طور پر ہمیں سپرد کئے ہیں لیکن خلق و رزق وغیرہ جیسے تکوینی امور بطور وسائط و آلات کے بھی ہمیں سپرد نہیں کئے ہیں' لہذا حتماً و یقیناً آئمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث میں جس تفویض کی نفی وارد ہوئی ہے' وہ خلق و رزق اور تدبیر امور عالم کے بارے میں وسائط و آلات کے طور پر تفویض ہی کی نفی ہے۔ کیونکہ اگر آئمہ علیہم السلام کو خلق و رزق اور تدبیر امور عالم کی تفویض بطور وسائط و آلات کے حاصل ہوتی تو امور دین کی تفویض کے اثبات کے ساتھ خلق و رزق اور تدبیر امور عالم کی تفویض کی نفی کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پس واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ آئمہ اطہار نے جس تفویض کو شرک قرار دیا ہے' وہ یہی وسائط و آلات والی تفویض ہے' جس کے شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی اور تمام پیروان شیخ قائل ہیں' اور جس کی مولانا محمد بشیر انصاری نے تقریباً ۳۰ سال تک فضائل ؑ کے نام سے تبلیغ کی ہے' اور جس کی اب مولانا محمد عباس قمی نے اصلاح الرسوم کے جواب کی آڑ لے کر تشہیر کی ہے۔

نمبر 2: دوسرے شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی نے تفویض کی مطلق نفی کے بارے میں جو احادیث نقل کی ہیں ان میں امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی توقیع مبارک میں یہ بیان ہوا ہے کہ:

"خداوند تعالیٰ ہی جسموں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی رزق کا دینے والا ہے۔ ہاں آئمہ علیہم السلام خدا سے دعا کرتے ہیں تو وہ ان کے سوال کو پورا کرتے ہوئے خلق فرما دیتا ہے اور آئمہ علیہم السلام بارگاہ خداوندی میں دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے رزق عطا فرما دیتا ہے۔"

اس حدیث شریف میں بھی وسائط و آلات کے طور پر تفویض کی مطلقاً نفی ثابت ہے کیونکہ امام علیہ السلام کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ ہم دعا کرتے ہیں تو وہ ہماری دعا کو قبول کرتے ہوئے رزق عطا فرما دیتا ہے۔ اگر وسائط و آلات کے طور پر ان کو خلق و رزق کی تفویض ہوئی ہوتی تو پھر امام علیہ السلام اپنی طرف دعا کی نسبت اور خدا کی طرف خلق و رزق کی نسبت دینے کی بجائے یوں فرماتے کہ پھر ہم خدا کی اجازت سے خلق کر دیتے ہیں اور رزق دے دیتے ہیں۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ آئمہ علیہم السلام نے خلق و رزق وغیرہ امور کے بارے میں جو تفویض کی نفی کی ہے تو اس سے مراد یہی وسائط و آلات کی نفی ہے۔ اور اسی کو آئمہ اطہار علیہم السلام نے شرک قرار دیا ہے۔ جو روسائے شیخیہ کا اور پیروان شیخ کا شعار خصوصی ہے اور اسی کی مولانا محمد بشیر انصاری اور ان کی پارٹی نے روسائے شیخیہ کی کتابوں شرح زیارت اور احقاق الحق سے پاکستان میں نشر و اشاعت کی ہے۔

رہا شیعان حقہ جعفریہ اثناء عشریہ کا شعار تو وہ امام علیہ السلام کے ارشاد گرامی کے مطابق شفاعت کا عقیدہ ہے کہ ان حضرات کو شفاعت کا مقام بلند حاصل ہے یعنی اگر وہ دعا کریں اور کسی کی شفاعت فرمائیں تو خداوند تعالیٰ ان کی شفاعت کو قبول فرما لیتا ہے۔

نمبر 3: تیسرے شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت میں۔ اور موسیٰ اسکوئی نے احقاق الحق میں جو یہ کہا ہے کہ آئمہ علیہم السلام قطعاً فرشتوں سے اکمل و اشرف و اجلی و اصفیٰ و اقدم ہیں اور ان کی علت کی علت ہیں۔ اور ان کے ایجاد و خلق میں اور مادہ میں اور صورت میں واسط ہیں۔ لہٰذا جب وہ فرشتوں کے خلق و رزق و حیات و ممات میں واسط و آلات ہونے کے منکر نہیں ہیں۔ تو آئمہ علیہم السلام کے خلق و رزق و حیات و ممات میں واسط و آلات ہونے کے کیسے منکر ہو سکتے ہیں۔ اسی بات کی مولانا محمد بشیر انصاری اور ان کی پارٹی نے پاکستان میں مجالس امام مظلوم کا استحصال کر کے شرح زیارت اور احقاق الحق سے فضائل کے نام سے تشہیر کی تھی اور اسی بات کی اب مولانا محمد عباس صاحب قمی نے اصلاح الرسوم کے جواب کی آڑ لے کر اپنی کتاب ایضاح الموہوم میں تشہیر کی ہے اور اس جماعت کے مبلغین ممبروں پر فضائل محمد و آل محمد علیہم السلام کے نام سے بیان کر کے پاکستان کے بے خبر کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو گمراہ کر رہے ہیں اور انہیں کفر و شرک کے گڑھے میں دھکیلے چلے جا رہے ہیں۔ شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی اور ان کی پیروی کرنے والوں کا یہ دعویٰ بہ وجوہات ذیل باطل ہے۔

وجہ اول یہ کہ شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کا یہ دعویٰ اپنے قیاسی و خیالی و من گھڑت فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کو غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات کے ساتھ مطابق کرنے کا نتیجہ ہے جو سراسر غلط اور قطعی طور پر باطل ہے۔

وجہ دوم: یہ ہے کہ خود شیخ احمد احسائی نے بھی اور موسیٰ اسکوئی نے بھی اپنے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے بیان میں یہ کہا ہے کہ چہاردہ معصومین علیہم السلام کے نور کی شعاعوں سے انبیاء پیدا ہوئے۔ پھر انبیاء کے نور کی شعاعوں سے انسان پیدا ہوئے۔ پھر انسانوں کے نور کی

شعاعوں سے جن پیدا ہوئے۔ اور جنوں کے نور کی شعاعوں سے فرشتے پیدا ہوئے۔ اور ہر طبقہ کی شعاعیں مرتبہ میں اپنے سے نچلے طبقہ اور درجہ کی شعاعوں سے ستر درجہ بلند و برتر و افضل ہیں۔ پس شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کے اس نظریہ سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے مطابق جن فرشتوں کی نسبت ستر درجہ بلند و برتر و افضل و اشرف و اکمل و اقدم و ابھیٰ و اصفیٰ ہیں۔ اور انسان جنوں کی نسبت ستر درجہ بلند و برتر و افضل و اشرف و اکمل و اقدم و ابھیٰ و اصفیٰ ہیں اور انبیاء علیہم السلام انسانوں کی نسبت ستر درجہ بلند و برتر و افضل و اشرف و اکمل و اقدم و ابھیٰ و اصفیٰ ہیں۔

اگر شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کے قیاسی و خیالی و من گھڑت فلسفہ کے مطابق ان کے قیاس اور خیال بافی کے ذریعہ ہی فیصلہ صحیح ہو تو پھر تو جنوں کے بھی خلق و رزق اور احیاء و اماتت اور تدبیر امور کائنات میں واسطہ و آلات ماننے میں کوئی انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ فرشتے تو جنوں سے ستر درجہ پست ہیں۔

اور انسان جنوں سے بھی ستر درجہ مرتبہ میں بلند و اشرف و اکمل و افضل و اقدم و ابھیٰ و اصفیٰ ہیں تو اس قیاسی اور خیالی و من گھڑت فلسفہ کے مطابق تو تمام انسانوں کے بھی خلق و رزق اور احیاء و اماتت میں واسطہ و آلات ماننے میں کوئی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اچھا چلئے جنوں اور انسانوں کو رہنے دیجئے تو انبیاء علیہم السلام تو معصوم بھی ہیں۔ اور تمام فرشتوں، جنوں اور انسانوں کی نسبت بلند و برتر و افضل و اشرف و اکمل و اقدم و ابھیٰ و اصفیٰ بھی ہیں اور شیخ احمد احسائی کے قیاسی و خیالی اور من گھڑت فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے مطابق ان کی علت کی علت بھی ہیں۔ اور باذن خدا بطور اعجاز نمائی تصرف و اقتدار بھی رکھتے ہیں۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ دین کی بطور وسائط و آلات کے تفویض بھی مسلمہ ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

بطور وسائط و آلات کار ہدایت سرانجام بھی دیتے رہے ہیں۔ تو ان تمام امور کی موجودگی میں کیا شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کے قیاسی و خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ اور ان کی قیاس آرائیوں اور خیال بافیوں کے مطابق تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے خلق و رزق و احیاء و اماتت کی تفویض وسائط و آلات کے طور پر ماننے میں کسی انکار کی مجال ہو سکتی ہے؟

اگر شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کی ان قیاسی آرائیوں اور خیال بافیوں کو ہی بطور اصول کے تسلیم کر لیا جائے۔ تو ہرگز ہرگز نہ تو جنوں کے نہ تمام انسانوں کے اور نہ ہی تمام انبیاء علیہم السلام کے خلق و رزق اور احیاء و اماتت میں وسائط و آلات ماننے میں کسی کے لئے بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے۔

لیکن چونکہ شیخ احمد احسائی نے بھی اور سلسلہ مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت کے سربراہ موسیٰ اسکوئی نے بھی اپنے قیاسی و خیالی و من گھڑت فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے ذریعہ صرف غالیوں اور مفوضہ کے اقوال اور وضعی روایات کی ہی تطبیق کی ہے۔ لہٰذا وہ صرف محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے ہی خلق و رزق اور احیاء و اماتت میں بطور وسائط و آلات کے تفویض کی رٹ لگاتے ہیں۔ لیکن سارے جن اور سارے انسان تو رہے ایک طرف، دوسرے تمام انبیاء کے بارے میں بھی انہیں یہ تسلیم نہیں ہے کہ دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام بھی خلق و رزق اور احیاء و اماتت اور تدبیر عالم سے متعلق دوسرے امور بطور وسائط و آلات کے سرانجام دیتے ہیں۔ در آنحالیکہ خداوند تعالیٰ قرآن کریم میں بہ نص صریح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ اعلان کرا رہا ہے کہ:۔ "قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ" اے رسول تم کہہ دو کہ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا ہوں۔ یعنی میں بھی وہی کام انجام دیتا ہوں جو پہلے رسول انجام دیا کرتے تھے۔ (الاحقاف: ۹)

علاوہ ازیں فرشتوں میں بھی تمام فرشتے یہ تمام کے تمام کام انجام دینے پر مامور نہیں ہیں۔ یعنی موت کے فرشتے سے زندہ کرنے کا کام نہیں لیا جاتا۔ اور زندہ کرنے والے فرشتے سے موت کے فرشتے کا کام نہیں لیا جاتا۔ و علی ھذہ القیاس۔ پس اس اصول کی بناء پر ہرگز یہ نہیں کہا جا سکتا کہ چونکہ ملک الموت بطور وسائط و آلات کے مارنے اور روح قبض کرنے پر مامور ہے لہٰذا بطور وسائط و آلات کے زندہ بھی وہی کرتا ہے۔

اور فرشتوں کی مثال سے تو اس کے قیاسی و خیالی اور من گھڑت فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے مطابق تمام جنوں' تمام انسانوں اور تمام انبیاء علیہم السلام کا خالق و رازق و محی و ممیت اور مدبر کائنات ہونا لازم آتا ہے۔ اور یہ بات رؤسائے مذہب شیخیہ بھی ماننے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے تو یہ قیاسی و خیالی و من گھڑت فلسفہ صرف غالیوں اور مفوضہ کے نظریات و عقائد و افکار کو اپنے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے ماتحت ڈھالنے کے لئے گھڑا ہے' لہٰذا وہ صرف محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے ہی بطور وسائط و آلات کے تفویض کا راگ الاپتے ہیں۔ پس یہ تفویض مفوضہ کے نظریہ کی ہی تصدیق و توثیق ہے لہٰذا ہر لحاظ سے باطل ہے۔ کفر صریح ہے اور وہی مفوضہ والا شرک ہے۔

وجہ سوم:۔ یہ کہ فرشتوں میں عزرائیل کے لئے قبض ارواح کے لئے واسطہ و آلہ ہونے کے لئے نص صریح ہے۔ لہٰذا عزرائیل کے لئے صرف اسی ایک کام میں بطور واسطہ و آلہ کے کام کرنے کی وجہ سے کوئی بھی شخص اپنی قیاس آرائی اور خیال بافی سے یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ چونکہ عزرائیل قبض ارواح کا کام بطور واسطہ و آلہ کے سرانجام دیتا ہے لہٰذا خلق و رزق اور تدبیر عالم کے دوسرے امور بھی بطور واسطہ و آلہ کے عزرائیل ہی انجام دیتا ہے۔ پس عزرائیل کو موت کے لئے واسطہ و آلہ کے تسلیم کرنا صحیح ہے اور باقی کے دوسرے تمام امور میں واسطہ و آلہ کی

عزرائیل کی طرف نسبت حد سے تجاوز مقصد سے خروج اور غلو ہے۔

اسی طرح جبرئیل امین خواہ تمام فرشتوں کے سردار ہی سہی۔ لیکن امین وحی ہونے کی حیثیت سے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف پیغام خداوندی پہنچانے کی تفویض بطور واسطہ و آلہ کے ماننا صحیح ہے۔ لیکن سردار ملائکہ ہونے کے باوجود اپنی قیاس آرائی اور خیال بافی کے ذریعہ جبرئیل کی طرف بھی قبض ارواح یا موت کی بطور واسطہ و آلہ کے تفویض کی نسبت حد سے تجاوز مقصد سے خروج اور غلو ہے۔

اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام اور خاتم الانبیاء اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی طرف نص صریح کی رو سے امور دین کی تبلیغ و ہدایت کی بطور وسائط و آلات کے تفویض کی نسبت صحیح ہے جیسا کہ تفویض کی مطلق نفی کے بارے میں حدیث نمبر4 میں سابقہ صفحات میں بیان ہوا ہے۔ اور خلق و رزق' احیاء و اماتت اور تدبیر عالم سے متعلق دوسرے امور کی بطور وسائط و آلات کے ان کی طرف تفویض کی نسبت۔ محض قیاس آرائی اور اپنی خیال بافی کے ذریعہ دینا۔ حد سے تجاوز ہے۔ مقصد سے خروج ہے۔ اور غلو ہے۔ لہٰذا غلط ہے اور باطل ہے۔ اور مفوضہ کے عقیدہ کو اپنے فلسفہ میں ڈھال کر اپنانا ہے جو کفر صریح ہے اور مسلمہ طور پر شرک ہے۔ اور کوئی بھی سچا شیعہ آئمہ علیہم السلام کے لئے ان صفات میں وسائط و آلات ہونے کا قائل نہیں ہے۔ کیونکہ اسی تفویض کو آئمہ علیہم السلام نے برملا طور پر کھلم کھلا پوری قاطعیت کے ساتھ شرک قرار دیا ہے۔

نمبر4: چوتھے موسیٰ اسکوئی کا یہ کہنا کہ کوئی شیعہ اور کوئی موالی آئمہ علیہم السلام کو ان صفات کے لئے واسطہ اور آلات ہونے کا منکر نہیں ہے۔ جیسے کہ فرشتوں کے بارے میں وسائط و آلات ہونے کا منکر نہیں ہے۔ ورانحالیکہ فرشتے آئمہ علیہم السلام کے بھی خادم ہیں اور ان کے شیعوں کے بھی خادم ہیں۔ اور یہ عقیدہ ہمارے زمانے میں مذہب شیعہ امامیہ کی

ضرورت میں سے ہے۔

موسیٰ اسکوئی کا یہ دعویٰ قطعی غلط جھوٹ کا پلندہ سراسر غلط اور مکاری و عیاری و فریب کاری کی انتہاء ہے۔ کیونکہ وہ یہ سارے دلائل و جوابات ان شیعان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ اور موالیان آئمہ اطہار علیہم السلام اور شیعہ علماء و مجتہدین عظام کی طرف سے ان عقائد و افکار و نظریات کے انکار پر ہی تو دے رہا ہے جو ان عقائد و افکار اور صفات کی ان کی طرف نسبت کو تفویض قرار دے کر آئمہ اطہار علیہم السلام کے فرمان کے مطابق شرک سمجھتے ہیں۔ اور ہم یہ بات اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ کوئی بھی شیعہ آئمہ علیہم السلام کے ان صفات کے لئے وسائط و آلات ہونے کا قائل نہیں ہے۔ شیعہ عزرائیل کے لئے نص صریح کی بناء پر قبض ارواح کے لئے واسطہ و آلہ ہونے کے قائل ہیں لیکن دوسرے امور کے لئے عزرائیل کو بھی محض اپنی قیاس آرائی اور خیال بافی سے بطور واسطہ و آلہ کے تسلیم نہیں کرتے۔ و علیٰ ھذہ القیاس دوسرے فرشتوں کا حال ہے۔ لہٰذا شیعہ تمام انبیاء علیہم السلام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے لئے امور دین کی تبلیغ کے بارے میں نص صریح کی بناء پر بطور واسطہ و آلہ کے تفویض کے قائل ہیں۔ لیکن کوئی بھی شیعہ شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کے قیاسی و خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے ماتحت ان کی قیاس آرائیوں اور خیال بافیوں کی بناء پر نہ تو کسی نبی کے لئے ان صفات کے لئے واسطہ و آلہ ہونے کا قائل ہے نہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ان صفات میں واسطہ و آلہ ہونے کا قائل ہے اور نہ ہی آئمہ طاہرین علیہم السلام کے لئے ان صفات کے واسطہ و آلہ ہونے کا قائل ہے۔ لہٰذا موسیٰ اسکوئی کو یہ کہنے کی بجائے کہ کوئی شیعہ اور کوئی موالی آئمہ علیہم السلام کو ان صفات کے لئے واسطہ اور آلات ہونے کا منکر نہیں ہے یہ کہنا چاہئے تھا کہ مذہب شیخیہ کا ایک بھی فرد آئمہ علیہم

السلام کو ان صفات کے لئے واسطہ و آلات ہونے کا منکر نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ ان ہی کے رؤساء کی ایجاد ہے اور یہی ان کا ایمان ہے جو شیعوں کے نزدیک کفر ہے اور شرک ہے۔

نمبر 5: پانچویں شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کا یہ کہنا کہ درآنحالیکہ فرشتے آئمہ علیہم السلام کے بھی خادم ہیں اور ان کے شیعوں کے بھی خادم ہیں جب خادم یہ کام کر سکتے ہیں تو مخدوم کیوں نہیں کر سکتے قطعی غلط اور سراسر باطل ہے کیونکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی مخدوم ہونے کی حیثیت سے آئمہ اطہار کے ساتھ شیعوں کے لئے بھی ان صفات کے بطور وسائط و آلات کے تفویض کے قائل ہیں۔ کیونکہ اس کے دعوے کے مطابق جب خادم یہ کام کر سکتے ہیں تو مخدوم کیوں نہیں کر سکتے اور اس نے اس کے ساتھ ہی یہ کہا ہے کہ فرشتے شیعوں کے بھی خادم ہیں اور شیعہ فرشتوں کے مخدوم ہیں۔ پس گویا شیعہ بھی بطور وسائط و آلات کے یہ کام انجام دیتے ہیں۔ اور شاید اسی وجہ سے شیخ احمد احسائی نے معرفت شیعہ کو واجب قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے سربراہ مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی ارکان اربعہ کے قائل ہوئے ہیں۔ یعنی توحید ' نبوت ' امامت ' رکن رابع اور شیخ احمد احسائی کو وہ مثالی شیعہ مانتے ہوئے اس کے رکن رابع ہونے کے قائل ہوئے ہیں اور خلق و رزق اور احیاء و اماتت اور امور عالم کی تدبیر میں بطور وسائط و آلات کے آئمہ اطہار کے ساتھ رکن رابع کو بھی شامل سمجھتے ہیں۔

چونکہ کاظم علی رسا پاکستان میں شیخیہ رکنیہ کرمان کا صرف ایک ہی نمائندہ تھا اور وہ ہائی کورٹ لاہور میں مسٹر جسٹس جاوید اقبال کے فیصلہ کے بعد ہر قسم کی تحریر سے دستبرداری دیکر خاموش ہو گیا اور ان کے مذکورہ عقیدہ کا رواج پاکستان میں نہ ہو سکا۔ لہٰذا ہم بھی ان کی خرافات کو دہرانے سے صرف نظر کرتے ہیں۔ البتہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اور ان کی

پارٹی پاکستان بننے کے آغاز سے لے کر تقریباً ۳۰ سال تک بے مہار اور بغیر کسی روک ٹوک کے شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق سے پاکستان میں شیخیت اور شیخی عقائد و افکار کی تبلیغ کرتے رہے ہیں اور انہوں نے پاکستان کے شیعوں کی اکثریت کو گمراہ کرکے رکھ دیا ہے۔ لہٰذا ہم بھی ان ہی کے عقائد و افکار کے ابطال کی طرف توجہ مبذول رکھنا ضروری سمجھتے ہیں اور پھر سے مرزا موسیٰ اسکوئی کے بیان کا ابطال شروع کرتے ہیں کہ رئیس مذہب شیخیہ کا یہ کہنا کہ یہ عقیدہ ہمارے زمانے میں مذہب امامیہ کی ضرورت میں سے ہے کذب بیانی اور دروغ بافی کی ایسی مثال ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ کیونکہ رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی نے اپنی کتاب "ہدایت الطالبین" میں اور رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت مرزا موسیٰ اسکوئی کے فرزند مرزا علی الاسکوئی الحائری الاحقاقی نے اپنی کتاب "الانتقاد علی ترجمۃ العالم" میں صاف اور واشگاف الفاظ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ اس زمانے میں مذہب شیعہ اصولیہ امامیہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا ہے ایک شیخیہ اور دوسرے غیر شیخیہ۔ اور اس مطلب کو ہم نے اپنی کتاب "شیخیت کیا ہے اور شیخی کون" میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ لہٰذا مزید تفصیل کے لئے ہماری مذکورہ کتاب کی طرف رجوع کریں۔

پس یہ کہنا کہ مذکورہ عقیدہ ضروریات مذہب شیعہ امامیہ میں سے ہے دروغ بیانی کی انتہا ہے کیونکہ یہی تو وہ عقائد تھے جنہیں شیخ احمد احسائی نے رواج دیا تھا اور جن کی بناء پر ان کے نزدیک بھی مذہب شیعہ دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ شیعہ اصولیہ امامیہ اثنا عشریہ تو اپنے انہیں قدیمی عقائد پر قائم رہے اور پیروان شیخ احمد احسائی نے شیخ احمد احسائی کے عقائد و افکار کو اپنا لیا اور شیخ احمد احسائی کے ان عقائد و افکار کی بناء پر ہی اس کی پیروی کرنے والوں کو علماء و مجتہدین شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ نے ان کو شیخی یا مذہب

شیخیہ کا نام دیا تھا۔ پس مذکورہ عقیدہ ضروریات مذہب شیعہ میں سے نہیں ہے بلکہ یہ عقیدہ مفوضہ کے عقائد میں سے ہے۔ اور آج مذہب شیخیہ کے پیروکاروں نے اسے اپنے لئے ضروریات میں سے قرار دے لیا ہے۔

نمبر 6: موسیٰ اسکوئی کا یہ کہنا کہ اس قوم کا کیا حال ہے کہ جب جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل کے بارے میں ان امور کی سر انجام دہی کے بارے میں کہا جاتا ہے تو خوشی خوشی قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن جب امیر المؤمنین کے بارے میں یہی بات کہی جاتی ہے تو ان کی عقلوں میں فتور آ جاتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ باطل ہے تو پھر تو ان کے غلاموں اور خادموں کے بارے میں مقصر ہے۔ اور اگر یہ عقیدہ حق ہے تو اس ذرا سی بات میں اپنے آقا و مولا کو ان کے غلاموں کے برابر بھی کیوں نہیں سمجھتا۔

موسیٰ اسکوئی کی یہ بات سراسر غلط اور باطل ہے کیونکہ شیعہ نص صریح کی رو سے جس کام کی سر انجام دہی عزرائیل کے سپرد ہے صرف اسی کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اپنی طرف سے فرضی دلیلوں، قیاس آرائیوں اور من گھڑت خیال بافیوں کے ذریعہ کسی اور کام کی عزرائیل کی طرف بھی نسبت نہیں دیتے اور اسرافیل و میکائیل و جبرائیل کے لئے بھی نص صریح کی رو سے جن کاموں کی انجام دہی ان کے لئے ثابت ہے صرف اسی کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ دنیا عالم اسباب ہے اور یہ سب کے سب اسباب جبر طبیعی کے ماتحت اس کے حکم سے اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور مسبب الاسباب وہی ہے۔ اور ہر سبب کے ذمہ اس مسبب الاسباب نے جبر طبیعی کے ماتحت جو کام لگا دیا ہے بس وہ صرف وہی کام کرتا ہے۔ لہٰذا شیعہ ان فرشتوں کے لئے بھی ان کاموں کے علاوہ جو مسبب الاسباب نے ان کے ذمہ لگا دیئے ہیں، اپنی طرف سے قیاس کرکے اور خیال بافیوں کے ذریعہ بطور وسائط و آلات کے بھی کسی اور کام کی تفویض کے قائل نہیں ہیں۔

پس جو بات قیاسی ولائل اور خیال بافیوں کے ذریعہ ان کی طرف منسوب کی جائے گی۔ وہ اصلاً فضیلت ہے ہی نہیں لہٰذا ان کے نہ ماننے سے تقصیر لازم نہیں آسکتی۔

اسیطرح انبیاء علیہم السلام اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے لئے جو بات نص صریح کے ذریعہ ثابت ہے شیعہ اس کو تسلیم کرتے ہیں' اس کو مانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وہ کار ہدایت انجام دینا اور امور دین کے تبلیغ کرنے کی تفویض ہے۔ جیسا کہ خود موسیٰ اسکوئی نے اپنی کتاب احقاق الحق میں امور دین کی تفویض کے بارے میں حدیث نقل کی ہے۔ لیکن وہ بات جو شیخ احمد احسائی نے بھی اور موسیٰ اسکوئی نے بھی اپنے قیاسی و خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے ذریعہ' غالیوں اور مفوضہ کی روایات و اقوال کو مطابق کر کے رواج دی ہے اس کو حد سے تجاوز' مقصد سے خروج اور غلو و تفویض ممنوع سمجھتے ہیں۔ لہٰذا شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کی خیال بافیوں اور قیاس آرائیوں سے ترتیب دیئے ہوئے افکار و نظریات و عقائد کا انکار تقصیر نہیں کہلا سکتا۔ اور نہ ہی شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کی خیال بافیوں اور قیاس آرائیوں سے ترتیب دیئے ہوئے افکار و نظریات و عقائد کا انکار کرنے سے شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کو مقصر کہا جا سکتا ہے۔

نمبر 7: ساتویں موسیٰ اسکوئی کا یہ کہنا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان صفات کی آئمہ علیہم السلام کی طرف نسبت سے مراد مطلقاً تفویض کی نفی ہو۔ جو باطل ہے۔ حالانکہ اللہ سبحانہ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ایک پرندے کی شکل کا پتلہ بنانے کی نسبت دی ہے۔ اور تبارک اللہ احسن الخالقین کہا ہے۔

موسیٰ اسکوئی کی یہ دلیل بھی سراسر غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھی ایک نص صریح کی موجودگی کے

باوجود جس میں صرف ایک پرندے کا پتلہ بنانے کا ذکر ہے۔ جو معجزہ کے طور پر خدا کے حکم سے اڑا تھا۔ اپنی خیال بافی اور قیاس آرائی کے ذریعہ ان کی طرف بھی تمام عالم کے امور کی تدبیر کرنے اور خلق و رزق اور احیاء و اماتت کے تمام کام سرانجام دینے کی نسبت نہیں دے سکتے۔ تو اس سے دوسروں پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟

نمبر 8: آٹھویں موسیٰ اسکوئی کا حضرت حجتہ عجل اللہ فرجہ الشریف کی توقیع مبارک "فانا صنائع اللہ ربنا والخلق بعد صنائعنا" سے استدلال بھی باطل ہے۔ کیونکہ "صنائع" لغت عربی میں جمع ہے "صنع" کی۔ اور اس کا معنی و مفہوم ہے (فعل جمیل و حسن) پس اس کا معنی و مفہوم و مطلب یہ ہو گا کہ ہمارے رب نے ہمارے اوپر اپنے علوم کے ذریعہ سے فضل فرمایا اور ہمیں اپنی طرف سے ہدایت دی اور ہم نے ان علوم کے ذریعہ سے اس کے بندوں کو اس کی معرفت و اطاعت کی ہدایت کی۔

پس ہماری پرورش روحی تو ہمارے رب کے فعل جمیل و حسن کی مرہون منت ہے۔ اور باقی کی ساری مخلوق ہمارے ذریعہ سے ہدایت کے راستہ پر گامزن ہوئی ہے۔ پس وہ ہمارا فعل جمیل و حسن ہیں۔ اور اس معنی کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے موسیٰ میں نے اپنی طرف سے تم پر محبت ڈال دی تھی۔ یعنی جو بھی تم کو دیکھتا تم سے محبت کرنے لگتا تھا۔ "ولتصنع علیٰ عینی" اور اس غرض سے کہ تمہاری پرورش روحی میری نگرانی میں ہو میں نے تمہیں تمہاری والدہ کے پاس واپس لوٹا دیا۔

اس آیت میں "و تصنع" کا معنی بالکل صاف اور واضح ہے۔ اور یہاں پر "و تصنع" کا معنی خلق کرنا ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسا کہ ہر کسی نے اس کا معنی تربیت اور پرورش کیا جانا ہی لکھا ہے۔ پس امام زمانہ کی توقیع شریف

میں واقع لفظ کا مطلب بھی صاف اور واضح ہو گیا کہ ہماری پرورش روحی تو خالص خداوند تعالیٰ کی نگرانی میں ہوئی ہے۔ اور دوسرے لوگوں کی پرورش روحی اور رشد و ہدایت ہمارے ذریعہ اور واسطے سے ہوئی ہے۔ اور اسی چیز کو بصائر الدرجات کی اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے جسے خود موسیٰ اسکوئی نے احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۷ کی سطر ۷ پر نقل کیا ہے کہ:

"ان اللہ خلق محمداً ﷺ عبداً فادبہ" (الخ)

یعنی خداوند تعالیٰ نے محمد ﷺ کو خلق فرما کر رشد و ہدایت اور مکارم اخلاق کے ذریعہ سے مودب فرمایا اور پھر امور دین اور ہدایت کا کام ان کو سپرد کر دیا۔

پس امام زمانہ کی یہ توقیع مبارک بھی امور دین کی تفویض پر ہی دلالت کرتی ہے۔ لیکن شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی اپنے حسب عادت لغت کے معنی سے ہٹ کر۔ اور قرآن کریم اور مستند احادیث صحیحہ کے برخلاف اپنی قیاس آرائیوں اور خیال بافیوں سے کام لیتے ہوئے۔ ہر بات کو اپنے قیاسی و خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے ماتحت گھسیٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور چونکہ شیخ احمد احسائی کے قیاسی و خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کا باطل ہونا سابق میں ثابت کیا جا چکا ہے۔ لہذا باطل فلسفہ کے ذریعہ جو بات ثابت کی جائے گی وہ سراسر باطل ہو گی۔

نمبر 9: نویں موسیٰ اسکوئی نے خلق و رزق وغیرہ صفات کے لئے تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۹۱ تا ۳۹۴ پر پانچ احادیث نقل کی ہیں جب کہ شیخ احمد احسائی نے بھی مذکورہ احادیث کو اپنی کتاب شرح زیارت میں نقل کیا ہے۔ اور یہ احادیث صحیح السند ہیں مطابق قرآن ہیں اور دوسری بے شمار صحیح احادیث کے مطابق و موافق ہیں، اور خود شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی نے ان احادیث کی صحت اور ان کے مستند ہونے سے انکار نہیں کیا ہے۔

لیکن موسیٰ اسکوئی ان صحیح السند اور مطابق قرآن و سنت احادیث کو درخور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے۔ غیر مستند، مخالف قرآن و سنت، خلاف عقل و درایت، غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات پر اپنے عقیدہ کی بنیاد کو استوار کرنے کے لئے احقاق الحق کے صفحہ نمبر ۳۹۸ سطر ۲۱ تا ۲۳ و صفحہ ۳۹۹ سطر ۱ تا ۲ پر یوں لکھتا ہے۔

"و بالجملہ و ان کان غالب ہذہ الاخبار صریحۃ فی تفویض الامور الشریعۃ من الحلال و الحرام و الامر و النہی و لا یکون لما نحن بصددہ من تفویض جمیع الاشیاء الکونیۃ و الشریعیۃ بالمعنی الذی ذکرنا الیہم ع لکن بضم الاخبار السابقۃ الدالۃ علی صحۃ نسبۃ افعال اللہ و صفات فعلہ الیہم مجازا یثبت المطلوب"

یعنی اگرچہ یہ سب احادیث صریحاً امور شریعت یعنی حلال و حرام اور امر و نہی کی تفویض کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اور یہ اس معنی میں نہیں ہیں جس معنی میں ہم نے آئمہ علیہم السلام کے بارے میں تمام تکوینی و تشریعی امور کی تفویض کے لئے بیان کیا ہے۔ لیکن سابقہ روایات (امام زین العابدین کے پر اگ آنے والی روایت، اور فرشتوں کے قتل عام والی روایت، اور بروج میں حضرت علی کے رزق تقسیم کرنے اور عمریں بانٹنے والی روایت) جو خداوند تعالیٰ کے افعال اور اس کی صفات کی ان کی طرف نسبت کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔ کو ساتھ ملانے سے مجازاً مطلوب ثابت ہو جاتا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ سابقہ تینوں روایات جن کو موسیٰ اسکوئی نے دوسری صحیح اور مستند حدیثوں پر ترجیح دے کر اپنے مطلوب کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ سراسر جعلی و وضعی ہیں، اور غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی ہیں، اور سراسر خلاف عقل و درایت ہیں۔ اور صحیح و مستند احادیث اور

آیات قرآن مجید کے خلاف ہیں لہٰذا قطعی طور پر ناقابل اعتبار ہونے کی بناء پر ناقابل قبول ہیں۔ اور ان روایتوں کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ہم ان پر علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں۔

روایت نمبر1: سابقہ اوراق میں تفصیل سے نقل ہو چکی ہے۔ اس روایت میں جو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں وہ یہ ہیں۔

الف : امیر المومنین آسمان پر چڑھ گئے اور جب ظہر کے وقت واپس آئے تو آپ کی تلوار سے خون ٹپک رہا تھا۔

ب : دریافت کرنے پر امیر المؤمنین نے بتلایا کہ ملاء اعلیٰ کے کچھ نفوس میں جھگڑا ہو گیا تھا لہٰذا میں نے وہاں جا کر ان کا صفایا کر دیا۔

ج : امیر المومنین نے فرمایا کہ آسمان پر ایک بھی فرشتہ ایسا نہیں ہے جو میری اجازت کے بغیر قدم اٹھا سکے۔

یہ روایت بوجوہات ذیل ناقابل اعتبار اور وضعی و جعلی ہے۔

اول :- یہ روایت غالیوں اور مفوضہ کی ساختہ و پرداختہ ہے۔

دوسرے :- یہ روایت بے شمار صحیح احادیث اور آیات قرآن مجید کے خلاف ہے۔

تیسرے :- یہ روایت از روئے عقل و درایت انتہائی نامعقول اور باطل ہے۔ کیونکہ :-

نمبر1: فرشتے مسلمہ طور پر معصوم ہوتے ہیں ان میں ایسا جھگڑا نہیں ہو سکتا کہ امیر المومنین وہاں جا کر ان کا صفایا کر دیں۔

نمبر2: فرشتوں کے خون نہیں ہوتا اور تلوار سے خون ٹپکنے کی بات اس روایت کو گھڑنے والے کی جہالت پر دلالت کرتی ہے۔

نمبر3: سورہ کہف میں خداوند تعالیٰ جبرئیل امین کا ایک کلام حکایتاً یوں نقل کرتا ہے کہ: "ما نتنزل الا بامر ربک"

یعنی جب رسول خدا نے جبرئیل امین سے ان کے دیر میں آنے کا

سبب پوچھا تو جبرئیل نے یہ جواب دیا کہ اے خدا کے حبیب "ہم اپنی مرضی سے خود سے نازل نہیں ہوتے۔ ہم تو تیرے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں۔"

اب اس روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ امیر المومنین نے یہ کہا کہ کوئی فرشتہ میری اجازت کے بغیر قدم نہیں اٹھا سکتا۔ تو یہ اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ پیغمبر کو تو نبی مانا جائے اور علی کو رب اور یہ بات یقینی طور پر حد سے تجاوز ہے اور مقصد سے خروج ہے اور خالص غلو ہے اور کفر صریح ہے بلکہ واضح شرک ہے۔ اور غالیوں اور مفوضہ کا یہی عقیدہ تھا۔ اور شیخ احمد احسائی نے غالیوں اور مفوضہ کے عقائد کو ہی اپنے فلسفہ کے ذریعہ رواج دیا ہے اور شیخ کے اس نظریہ کو ہم نے اپنی کتاب تبصرۃ المعصوم میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

روایت نمبر2: یہ روایت بھی سابقہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ نقل ہو چکی ہے۔ اس میں درج ذیل باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں۔

الف : حضرت علی ابن الحسین کے پر و بال اگ آئے اور آپ نے پرندے کی طرح اڑنا شروع کر دیا۔

ب : اسی ساعت راوی ابن ابی جمہور احسائی نے جعفر ابن ابی طالب کو علیین میں دیکھا۔

ج : راوی نے کہا کہ کیا آپ یہاں تک بھی چڑھ کر چلے آتے ہیں اس پر امام نے فرمایا کہ "نحن صنعنا ھا" ہم نے ہی تو اس کو بنایا ہے۔ پس ہم کو اپنی صنعت کی طرف چڑھنے کی قدرت کیوں نہ ہو گی۔

یہ روایت بوجوہات ذیل ناقابل اعتبار و ناقابل اعتماد ہے اور خلاف عقل و درایت ہونے کی بناء پر باطل ہے۔

اول :- یہ روایت غالیوں اور مفوضہ کی ساختہ و پرداختہ ہے۔

دوم :- یہ روایت احادیث صحیحہ اور آیات قرآن کے خلاف ہے۔

سوم :- حضرت علی ابن الحسین کے پر و بال اگ آنا اور پرندے کی طرح اڑنے لگ جانا غالیوں مفوضہ اور شیخیوں کے اس باطل نظریہ کی پیداوار ہے کہ امام صورت بدل بدل کر جس صورت میں چاہیں آتے رہتے ہیں۔

چہارم :- راوی نے اسی لمحے جعفر ابن ابی طالب کو علین میں دیکھا۔ گویا کہ راوی کی نظر بھی علین تک پہنچی ہوئی تھی۔ یا خود راوی بھی علین میں پہنچ گیا تھا۔

پنجم :- راوی نے پوچھا کہ کیا آپ یہاں تک بھی چڑھ آتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا کہ راوی کے بھی پر اگ آئے تھے اور وہ بھی اڑتا ہوا علین میں پہنچ گیا تھا۔ جو یوں پوچھا کہ کیا آپ یہاں تک بھی چڑھ کر چلے آتے ہیں۔ اور اگر وہ خود اڑتا ہوا علین میں پہنچ گیا تھا تو امام پر تعجب کیوں کیا؟ یہ سب تک بندی بغیر سوچے سمجھے کی گئی ہے اور اس روایت کو گھڑتے وقت اس بات کا خیال نہ رکھا گیا۔ اور اسی لئے کہا گیا ہے کہ "دروغ گو را حافظ نباشد" اور یہ روایت صرف اس آخری بات کو بیان کرنے کے لئے گھڑی گئی ہے کہ "نحن صنعنا ها" اور ہم سابقہ اوراق میں امام علیہ السلام کی توقیع مبارک کے بیان میں "صنائعنا" کا مفہوم بیان کر آئے ہیں کہ صنائعنا کا مطلب "مخلوقنا" نہیں ہے لیکن غالیوں اور مفوضہ نے اس حدیث کو گھڑنے میں احتیاط سے کام نہیں لیا ورنہ انہیں یوں کہنا چاہیئے تھا کہ "نحن خلقنا ها" یعنی ہم نے ہی تو اس کو خلق کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس گھڑی ہوئی روایت سے بھی شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کا مطلوب حاصل نہیں ہو سکتا۔

روایت نمبر3: جہاں تک تیسری روایت کا تعلق ہے جو بروج سے متعلق ہے تو ہمیں اس روایت پر کسی خاص تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ خود موسیٰ اسکوئی کے دل میں اس روایت کو نقل کرنے کے ساتھ

ہی یہ بات پیدا ہو گئی کہ یہ تو صریحاً غلو ہے۔ چنانچہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد وہ کہتا ہے کہ:

"خبردار! خبردار! اس روایت اور اس جیسی دوسری روایات سے وحشت زدہ نہ ہونا۔ اور جو شخص اس روایت کے مضمون کا معتقد ہے۔ اس کی طرف غلو کی نسبت نہ دینا۔ اور اس کو غالی نہ کہنا۔ کیونکہ ہم نے اس کتاب احقاق الحق کے مقالہ علل اربعہ میں بیان کر دیا ہے کہ ان افعال کی آئمہ علیہم السلام کی طرف نسبت استقلال کے طور پر نہیں ہے۔ کہ اس سے کفر و غلو لازم آئے۔ لیکن ان افعال کی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف نسبت اس لحاظ سے ہے کہ یہ حضرات ان افعال کے جاری ہونے میں واسطہ اور آلہ ہیں جیسے کہ ہم ملائکہ کو وسائط و آلات کے طور پر نسبت دیتے ہیں۔ پس تم اس روایت کو دیکھ کر وحشت نہ کرو۔ اور نہ ہی اس کو کفر اور غلو سمجھو۔

موسیٰ اسکوئی کے اس بیان سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ شیخ احمد احسائی نے اپنا فلسفہ دراصل غالیوں اور مفوضہ کے افکار و نظریات و عقائد کو رواج دینے کے لئے ہی گھڑا تھا۔ تاکہ عوام الناس کو فریب دے کر غالیوں اور مفوضہ کے غالیانہ اقوال کی قباحت کو اپنے فلسفہ کے غلاف میں لپیٹ کر صاف طور پر دکھائی دینے سے روک سکے اور اس طرح سے غالیوں اور مفوضہ کے اس واضح کفر اور خالص شرک کو ان کی نظروں میں زینت دے دے۔ اور اس حقیقت کو آیت اللہ السید حسین علین مکان لکھنوی نے اپنی کتاب "حدیقہ سلطانیہ" میں ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔

"یہ حضرات اصول دین کی اصول فلسفہ کے مطابق تطبیق کرتے ہیں اور ان کی تمام مثالیں غالیوں اور مفوضہ کے اقوال سے ماخوذ ہیں۔"

تعجب کی بات یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی نے خود شرح زیارت کے صفحہ ۳۵۹ سطر ۲۶ تا ۳۱ و صفحہ ۳۶۰ سطر ۱ تا ۴ پر رجال کشی سے ایک روایت نقل

کی ہے اور اس روایت کو نقل کرنے سے پہلے کہتا ہے کہ: "و ظاهر الروایات تنفیه منها" یعنی احادیث سے جو بات ثابت اور ظاہر ہوئی وہ اس کے نظریہ تفویض کی نفی کرتی ہے اس کے بعد کہتا ہے کہ:

"ان احادیث میں سے جو اس نظریہ تفویض کی نفی کرتی ہیں ایک یہ ہے جو رجال کشی نے علی بن حسان سے اس نے اپنے چچا سے اس نے عبدالرحمٰن بن کثیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا خدا مغیرہ بن سعید پر لعنت کرے خدا اس یہودیہ پر لعنت کرے کہ مغیرہ اس کے پاس جاتا تھا۔ اور وہ اس کو جادو ٹونے اور شعبدہ سکھاتی تھی۔ یقیناً مغیرہ نے میرے پدر بزرگوار حضرت محمد باقر علیہ السلام پر جھوٹ باندھا۔ پس خداوند تعالیٰ نے اس کے ایمان کو سلب کر لیا۔ اور ایک گروہ نے مجھ پر افترا باندھا۔ ان کو کیا ہو گیا ہے۔ خداوند تعالیٰ ان کو حرارت آہن (تلوار) کا مزہ چکھائے۔ خدا کی قسم ہم نہیں ہیں مگر اس ذات کے بندے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ اور ہمیں برگزیدہ فرمایا ہے۔ ہم کسی نفع و ضرر پر قدرت نہیں رکھتے اگر وہ ہمارے اوپر رحم فرمائے تو وہ اس کی رحمت ہے اور اگر ہمیں عذاب دے تو وہ ہمارے قصور کی بنا پر ہو گا۔ خدا کی قسم ہماری خدا کے اوپر کوئی حجت نہیں ہے اور ہمارے لئے خدا کی طرف سے کوئی پروانہ برأت نہیں ہے۔ یقیناً ہم نے بھی مرنا ہے ہمیں قبروں میں دفن بھی کیا جائے گا۔ اور روز قیامت محشور بھی ہوں گے۔ ہمیں بھی زندہ کر کے کھڑا کیا جائے گا اور ہم سے بھی سوال ہو گا۔ وائے ہو ان پر ان کو کیا ہو گیا ہے۔ خدا ان پر لعنت کرے۔ کہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور امیر المومنین اور فاطمہ زہرا و حضرات حسنین و علی ابن الحسین اور محمد ابن علی کو ان کی قبروں میں اذیت پہنچائی ہے۔ اور میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ رسول خدا کا گوشت و پوست ہوں۔ راتوں کو اپنے بستر پر خوف و ہراس کے عالم میں صبح کرتا ہوں۔ وہ

امن سے ہیں میں ترساں و ہراساں۔ وہ مزے سے سوتے ہیں اور میں خوف کے عالم میں جاگ رہا ہوں۔ اور انتہائی اضطراب و حیرانگی کی حالت میں ہوں۔ میں خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اس بات سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں کہ جو کن کتا بندہ بنی اسد ابو الخطاب لعنت اللہ علیہ میرے حق میں کہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر لوگ ہمارے ذریعہ آزمائش میں ڈال دیئے جاتے اور ہم خود بھی ان کو یہ اعتقاد رکھنے کا حکم دیتے تو یقیناً ان پر واجب تھا کہ وہ ہماری بات کو قبول نہ کریں۔ پس وہ کس طرح اس اعتقاد کو اپناتے ہیں۔ درانحالیکہ میں ان کی باتوں کو سن سن کر خوف زدہ ہوں اور بیم ناک ہوں۔ اور خدا کی حضور میں ان کی شکایت کرتا ہوں۔ اور خدا کی حضور میں ان سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ اے لوگو! آگاہ رہنا کہ میں رسول اللہ کی اولاد سے ایک مرد ہوں اور میرے پاس خدا کی طرف سے کوئی برأت نہیں ہے۔ اگر میں اس کی اطاعت کروں گا۔ تو وہ مجھ پر رحم فرمائے گا اور اگر میں معصیت کروں گا تو وہ مجھے عذاب دے گا۔ و اشد عذاب انتھی"

مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد شیخ احمد احسائی کہتا ہے کہ: "و امثال هذا کثیر فی روایتهم و اما بواطن اخبارهم فدالة علی ذالک تصریحا و تلویحا"

یعنی آئمہ اطہار علیہم السلام کی بکثرت احادیث اس مضمون کی موجود ہیں جن میں آئمہ اطہار کی طرف سے ان صفات کی ان کی طرف نسبت کی نفی وارد ہوئی ہے۔ لیکن ان احادیث کے باطن سے اس مطلب پر تصریحاً اور اشارتاً دلالت ہوتی ہے۔

شیخ احمد احسائی کے اس کلام سے ظاہر ہوا کہ اس کے نزدیک مذکورہ حدیث بالکل صحیح ہے اس کی صحت سے انکار نہیں ہے ورنہ وہ یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور وہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر

سکتا تھا۔ شیخ کے نزدیک اس حدیث کا مطلب بھی ظاہر بظاہر یہی ہے کہ ان صفات کی آئمہ علیہم السلام کی طرف نسبت کی نفی وارد ہوئی۔ لیکن وہ بواطن اخبار سے استفادہ کرنا چاہتا ہے؛ گویا حقیقتاً ان احادیث کا ظاہری مطلب تو یہی ہے کہ ان صفات کی ان کی طرف نسبت غلو اور شرک ہے اور ان افعال و صفات کی ان کی طرف نسبت نہیں دینی چاہئے۔ لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ ان احادیث کے باطن سے ان صفات کے ان کی طرف منسوب کرنے کا اشارہ ملتا ہے۔ شیخ احمد احسائی کے اس کلام سے ظاہر ہوا کہ بواطن اخبار ان اخبار کے ظاہر کے خلاف ہیں؛ حالانکہ خود اس نے شرح زیارت میں یہ لکھا ہے کہ باطن کبھی ظاہر کے خلاف نہیں ہوتا۔ مگر یہاں پر وہ باطن کو ظاہر کے خلاف بیان کرتا ہے۔

عکس شرح زیارت صفحہ ۳۵۹ سطر ۲۶ تا ۳۱ و صفحہ ۳۶۰ سطر ۱ تا ۴ اس سے آگے ملاحظہ ہو۔

عکس شرح زیارت صفحہ 359 سطر 26 تا 31
عکس شرح زیارت صفحہ 360 سطر 1 تا 4

[illegible]

افادات آیت اللہ السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی در مسئلہ تفویض و علت فاعلی

آیت اللہ السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی اپنی معروف کتاب "تریاق الفاروق" میں شیخ کی نقل کردہ مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد اور تفویض کی مطلقاً نفی کے بارے میں دوسری احادیث؛ جن کو ہم سابق میں شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق سے نقل کر چکے ہیں۔ نقل کر کے "تریاق الفاروق" کے صفحے ۳۴۷، ۳۴۸ پر یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"خلاصہ کلام این است کہ شیخ احمد اعتراف نمودہ باین کہ در اخبار بسیار منع فرمودہ اند از قول بعلۃ فاعلیہ بودن آئمہ۔ و معلوم است کہ مراد ہمیں اخباری است کہ ذکر شد۔ و مخفی نیست بر بصیر کہ چہ قدر تہدید و توعید و تخویف از قول باں نمودہ اند و چہ قدر تبرئ ازاں کردہ اند و استعاذہ بخدا جستہ اند۔ و اگر مقصود از غلات و مفوضہ قسم دیگر بود پس این اخبار ربطی بعلۃ فاعلیہ کہ او میگوید نداشت۔ پس چگونہ می گوید اخبار بسیار بر منع ازاں وارد است۔ و این نیست مگر این کہ ہمانکہ ممنوع است در این اخبار او ہماں را می خواہد ادعا کند۔ و از بواطن اخبار استفادہ نماید۔ پس معلوم شد کہ مسئلہ جدیدہ محماۃ و شعلہ را ہماں قول بہ تفویض دانستہ است۔ یعنی دانستہ کہ مفوضہ بالا تر ازاں را ادعا نہ کردہ اند...... و معلوم است کہ مفوضہ نمی گویند کہ آئمہ با اینکہ حادث اند و مخلوق اند در افعال خود محتاج بمدد الہی نیستند۔ پس این ہمہ طعن و لعن

نیست مگر از این کہ افعال ربوبیہ و صفات الٰہیہ را نسبت بائمہ دادہ اند- و تو میدانی کہ کسیکہ اینقدر استنکاف از مطلبی را اظہار نماید ہرگز نمی شود کہ بواطن کلامش خلاف این امر را بگوید- و نسبت چنین امری بالیشان باین تظلم و استعاذہ ظلم بین است-"

ترجمہ:- خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی کو بھی خود یہ اعتراف ہے کہ آئمہ علیہم السلام کے علت فاعلی ہونے (یعنی ان کی طرف خلق و رزق- اور احیاء و اماتت اور تدبیر امور عالم کی نسبت دینے) کے بارے میں بکثرت احادیث میں منع فرمایا گیا ہے- اور یہ بات ظاہر ہے کہ اس سے یہی احادیث مراد ہیں- جن کا ذکر ہوا ہے- اور یہ بات کسی بھی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے- کہ ان احادیث میں اس عقیدہ کے خلاف کس قدر تعدید- کس قدر توعید اور کتنی تخویف کی گئی ہے- اور کس قدر اس عقیدے کے رکھنے والے سے اظہار بیزاری کیا گیا ہے- اور خداوند تعالیٰ سے پناہ مانگی گئی ہے- اور اگر غلات و مفوضہ سے مقصود کوئی اور قسم تھی تو پھر یہ احادیث اس کی علت فاعلی سے جس کو وہ خود کہتا ہے- کوئی ربط نہیں رکھتی تھیں- پھر وہ کس طرح کہتا ہے کہ بکثرت احادیث اس مقصد کے منع کے لئے وارد ہوئی ہیں-

اور یہ بات سوائے اس کے نہیں ہے کہ ان احادیث میں جن باتوں سے ظاہر طور پر منع وارد ہوئی ہے وہ ان ہی کے بارے میں کہتا ہے- لیکن وہ ان احادیث کے باطن سے استفادہ کرنا چاہتا ہے- پس اس سے معلوم ہوا کہ حدیدہ محماۃ (گرم و سرخ شدہ لوہا) کے مسئلہ میں- اور شعلۂ چراغ کے مسئلہ میں اس نے مفوضہ کے قول کو ہی بیان کیا ہے- یعنی اس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مفوضہ کا دعویٰ اس کے دعوے سے بالاتر نہیں ہے-

اور یہ بات معلوم ہے کہ مفوضہ یہ نہیں کہتے کہ آئمہ علیہم السلام

باوجود حادث اور مخلوق ہونے کے اپنے افعال میں مدد الٰہی کے محتاج نہیں ہیں؟ پس مفوضہ کے اوپر یہ لعنت اور تبریٰ نہیں ہے' مگر صرف اس لئے کہ انہوں نے افعال ربوبیہ اور صفات الٰہیہ کی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی طرف نسبت دی ہے- اور تمہیں معلوم ہے کہ جو شخص کسی مطلب سے اس قدر انکار کرے' ہرگز ہرگز اس کے کلام کا باطن اس کے ظاہر کے خلاف نہیں ہو سکتا- اور ان کی طرف سے اس طرح خدا سے ان کے ظلم کی شکایت کرنے- اور ان باتوں کے لئے خدا سے پناہ مانگنے کے باوجود ان امور کی ان کی طرف نسبت دینا حقیقت میں ان پر ایک کھلا ہوا ظلم ہے-"

تفویض استقلالی و غیر استقلالی کی بحث

جیسا کہ سابق میں نقل ہو چکا ہے کہ شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت میں اور موسیٰ اسکوئی نے احقاق الحق میں خود ان صحیح روایات کو نقل کیا ہے' جن میں آئمہ علیہم السلام کی طرف خلق و رزق اور احیاء و اماتت وغیرہ صفات کی نسبت اور تفویض کی مطلقاً نفی وارد ہوئی ہے- اور خود ہی ان احادیث کو بھی نقل کیا ہے' جن میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے لئے صرف امور دین کی تفویض کا اثبات ہے- اور یہی بات خلق و رزق اور احیاء و اماتت وغیرہ امور کی تفویض غیر استقلالی کی نفی کے لئے کافی ہے- لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ خود ہی یہ لکھنے کے باوجود کہ "و ظاہر الروایات تنفیہ منہا" یعنی احادیث کے ظاہر سے جو بات ثابت ہوتی ہے- وہ اس کے اس نظریہ کی نفی کرتی ہے- اور یہ لکھنے کے باوجود کہ "و امثال ھذا کثیر فی روایاتھم"

یعنی آئمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث میں خلق و رزق وغیرہ امور کی مطلقاً تفویض کی نفی میں بکثرت روایات وارد ہوئی ہیں- ان سب باتوں کو در خور اعتنا نہ سمجھا- اور غالیوں اور مفوضہ کی ان وضعی اور گھڑی ہوئی

روایات کا سہارا لیا جو سابق میں بیان کی جا چکی ہیں یعنی ایک ملائکہ کے قتل عام کی روایت۔ دوسرے امام زین العابدین کے پر و بال اگ آنے کے بعد ان کا پرندے کی طرح اڑتے ہوئے علیین میں پہنچنے کی روایت۔ اور تیسرے بروج کی روایت۔ کہ حضرت علی بروج میں بیٹھے ہوئے خلق کر رہے ہیں۔ اور رزق بانٹ رہے ہیں۔ مار رہے ہیں اور زندہ کر رہے ہیں۔ عزت دے رہے ہیں اور ذلت دے رہے ہیں۔ اور جس کو نقل کرنے کے بعد خود موسیٰ اسکوئی کو یہ احساس ہو گیا کہ یہ تو صریحاً غلو ہے۔ لہذا خبردار! خبردار! کے ساتھ شور مچانا شروع کر دیا۔ جیسا کہ ہم سابق میں نقل کر آئے ہیں۔

اگرچہ وہ روایات جن میں تفویض کی مطلق نفی وارد ہوئی ہے ان کے بارے میں تو استقلالی یا غیر استقلالی کی بات سرے سے ہی خارج از بحث ہے۔ لیکن مفوضہ اور غالیوں کی مذکورہ گھڑی ہوئی روایات میں بھی۔ جن میں مذکورہ امور کی ان کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ ان میں تو یہ بات بالکل صاف طور سے کہی گئی ہے کہ: "میں نے ہی آسمانوں کو خلق کیا ہے۔ میں نے ہی اس تمام مخلوق کو پیدا کیا ہے جو آسمانوں میں رہتی ہے اور ان آسمانوں کے درمیان میں رہتی ہے اور ان آسمانوں کے نیچے رہتی ہے۔ اور ان روایات میں واسطہ و آلات و اسباب کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو پھر شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی اور تمام مبلغین شیعہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ تفویض جو کفر و شرک ہے اس سے تفویض استقلالی مراد ہے اور ہم تفویض استقلالی کے قائل نہیں ہیں۔ اگرچہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ ان امور کے بارے میں جن کی نسبت آئمہ اطہار کی طرف دی جاتی ہے تفویض غیر استقلالی بھی غلو ہے اور کفر ہے اور شرک ہے۔ لیکن مذکورہ روایات جن کو اپنا گروہ تفویض غیر استقلالی کا قائل ہوا ہے ان کے الفاظ تو تفویض استقلالی کو پکار پکار کر بیان کر رہے ہیں۔ اور اگر ان الفاظ سے تفویض استقلالی نہیں بنتی تو ان کے علاوہ اور کوئی الفاظ ہو ہی نہیں سکتے جن

سے تفویض استقلالی ثابت کی جا سکے۔ اور شیخ احمد احسائی کے قیاسی اور خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کو ہم سابق میں باطل اور غلط ثابت کر آئے ہیں۔ لہذا باطل فلسفہ کو دلیل بنا کر ثابت کی گئی بات بھی باطل ہی ہو گی۔ اور مذہب شیعہ کے مبلغین پاکستان میں مجالس عزا کا استحصال کرتے ہوئے فضائل آئمہ اطہار کے نام سے مذہب شیعہ کے ان ہی عقائد کی نشر و اشاعت کرتے رہے ہیں۔ اور ان عقائد کو شیعہ عقائد بتلاتے رہے ہیں، جیسا کہ مولانا ضمیر الحسن صاحب نے اپنی کتاب انتباہ المؤمنین کے صفحہ ۳۶ پر لکھا ہے کہ:

"شیخ احمد احسائی کے جو عقائد شیعہ ڈھکو صاحب نے اصول الشریعہ میں لکھے ہیں وہ پونے چودہ سو سال سے شیعہ عقائد چلے آ رہے ہیں"۔

اچھی طرح غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ضمیر الحسن صاحب کا حساب بالکل ٹھیک ہے ہمارے حساب سے بھی یہ تقریباً پونے چودہ سو سال ہی ہوتے ہیں جب کہ عبد اللہ بن سبا نے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہم السلام کو خدا کہا۔ اور عبد اللہ ابن سبا کے آگ میں جلا کر موت کی سزا دیئے جانے کے بعد مفوضہ نے آئمہ اطہار کو مخلوق تو مان لیا مگر یہ کہا کہ خدا نے ان کو پیدا کرنے کے بعد اور کچھ نہیں کیا۔ اس کے بعد جو کچھ کیا وہ انہوں نے ہی کیا۔ اور خدا نے یہ امور ان کو تفویض یعنی سپرد کر دیئے ہیں۔ اور پھر شیخ احمد احسائی نے مفوضہ کے ان ہی عقائد کو اپنے فلسفہ کے ماتحت لا کر بہت سے لوگوں کو بے وقوف بنایا اور مفوضہ کے عقائد کو باقاعدہ فلسفہ میں ڈھال کر ایک مستقل مذہب کی شکل دے دی جس کا نام تمام علماء شیعہ نے مذہب شیخیہ رکھا۔

اور پاکستان میں شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق سے بشیر ھا و ضمیر ھا یوسف ھا و اسماعیل ھا لطیف ھا و تاجدین ھا سائبنتی ھا و سرحدی ھا ناصر ھا و کاظم ھا شفیقہ ھا و تصدق ھا محسن ھا و

مریدھا اثیر ھا و شبیہ ھا' یونس ھا و ابو الحسن ھا' وغیرہ ھا وغیرہ ھا نے ان عقائد کو پھیلایا۔

اس طرح واقعاً یہ عقائد مولانا ضمیر الحسن صاحب تک عبد اللہ بن سبا سے تقریباً پونے چودہ سو سال میں ہی پہنچے ہیں۔ لیکن اسی وقت سے آئمہ اطہار و شیعہ مجتہدین عظام و مراجع کرام و علمائے ابرار ان عقائد کو کفر اور شرک قرار دیتے چلے آرہے ہیں۔ اور مولانا محمد اسماعیل صاحب نے تنبیہہ المؤمنین عن شبہات المقصرین میں تفویض کو اپنے عقائد کے بیان میں عقیدہ دوم کے طور پر بیان کیا ہے۔ جسے مولانا محمد اسماعیل نے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کی فرمائش پر لکھا ہے اور مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے یہ فرمائش اس لئے کی کہ مذہب شیعہ کے عقائد کو بلا سوچ سمجھے باطل سمجھا جا رہا ہے' اس کی رد ہو جائے۔ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کے مکتوب گرامی کا عکس اس کتاب کے مقدمہ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

توحید کی اب کون سی قسم باقی رہ گئی

معرفت باری تعالیٰ کا حال تو یوں معلوم ہو گیا کہ شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ نمبر ۳۴۳ کی سطر نمبر ۱۳ پر یوں لکھا ہے کہ: "کیف یکون مخلوق ولا مادۃ لہ بل لا بد من مادۃ"

یعنی کوئی بھی مخلوق وجود میں نہیں آسکتی جب تک کہ اس کا کوئی مادہ نہ ہو۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی مخلوق ہو اور اس کا مادہ نہ ہو۔ بلکہ ناگزیر ہے یہ امر کہ ہر مخلوق کسی مادہ سے ہی خلق ہوئی ہو۔

اور حتماً و یقیناً محمد و آل محمد علیہم السلام بھی مخلوق ہیں۔ لہذا اس کے قول کے مطابق محمد و آل محمد علیہم السلام بھی کسی مادہ سے خلق ہوئے ہیں اور اس کے کہنے کے مطابق وہ خدا کے نور میں سے اس طرح نکلے جس طرح سورج سے سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ پس اس کے نزدیک محمد و آل

محمد علیہم السلام کا مادہ خدا کا نور ہوا۔ چنانچہ خدا کو اس نے بالفاظ واضح بھی مادہ کہا ہے۔ "و مادتہ عین ذاتہ" یعنی اس کا مادہ اس کی عین ذات ہے۔ حوالہ سابقہ صفحات میں ملاحظہ ہو۔ اور چونکہ خدا کے نور میں سے محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور نکلا۔ محمد و آل محمد کے نور میں سے انبیاء کا نور نکلا۔ انبیاء کے نور میں سے انسانوں کا نور نکلا۔ انسانوں کے نور میں سے جنوں کا نور نکلا۔ جنوں کے نور میں سے فرشتوں کا نور نکلا۔ فرشتوں کے نور میں حیوانوں کا نور نکلا۔ حیوانوں کے نور میں سے نباتات کا نور نکلا۔ اور نباتات کے نور میں سے جمادات کا نور نکلا۔ پس یہ وہی وحدت وجود ہے جس کے صوفیہ قائل ہیں اور اسی بناء پر مولانا حسین بخش صاحب جاڑا نے اس نظریہ پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ گویا اس طرح سے شیخ احمد احسائی نے مادیین کے مادہ کو مسلمانوں کا خدا بنا دیا ہے۔ اور حیرت اور تعجب کی بات یہ ہے کہ پاکستان کے شیخیان بد طینت پاکستان کے بے خبر' کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو گمراہ کرنے کے لئے یہاں نور اور خاک کی بحث اچھالتے رہے۔ حالانکہ ان کے اپنے فلسفہ کے مطابق تو گدھے' گھوڑے' درخت اور پتھر سب ہی خدا کے نور سے بنے ہیں اور ان کے فلسفہ کے مطابق یہ سب نور ہیں۔ البتہ کوئی بلند درجہ کا نور ہے اور کوئی نچلے درجہ کا نور ہے۔ اور یہ سب قیاس آرائی اور خیال بافی سراسر غلط اور باطل ہے۔ اور وحدت الوجود ہونے کی بناء پر مسلمہ طور پر کفر صریح ہے۔

اور توحید ذات کا حال یہ ہے کہ وہ شرح زیارت کے صفحہ ۲۳ سطر ۲۸' ۲۹ پر یوں کہتا ہے کہ دعائے مفردۃ الوتر میں جو یہ کہا گیا ہے کہ "انت اللہ عماد السموت والارض" یعنی اے اللہ تو ہی عماد السموت والارض ہے۔ تو یہاں "انت اللہ" یعنی "اے اللہ تو" سے مراد امام حسن ہیں اور "انت اللہ قوام السموت والارض" یعنی اے اللہ تو ہی قوام السموت والارض ہے۔ تو یہاں "انت اللہ" یعنی "اے اللہ تو" سے مراد

امام حسین ہیں۔ تو اس سے توحید ذات کی بات بھی ختم ہو گئی۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ" یعنی جنہوں نے یہ کہا کہ مسیح ابن مریم ہی اللہ ہے وہ کافر ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اس آیت کے مطابق خواہ کوئی مسیح ابن مریم کو خدا کہے۔ یا حضرت علی علیہ السلام کو خدا کہے۔ یا امام حسن علیہ السلام کو خدا کہے یا امام حسین علیہ السلام کو خدا کہے۔ غرضیکہ خدا کے سوا جس کو بھی خدا کہا جائے گا یہ توحید فی الذات کے خلاف اور منافی ہو گا۔ اور حتماً شرک فی الذات ہو گا۔

توحید صفات کا حال یہ ہے کہ جب محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور خدا کے نور میں سے اس طرح نکلا جس طرح سورج کی شعاعیں نکلتی ہیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جب سے خدا ہے اسی وقت سے اس کی شعاعیں بھی ہیں اور اس طرح اس کی شعاعیں بھی قدیم ہو گئیں۔

اس بات کو رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان نے اپنی کتاب "ارشاد العوام" میں واضح الفاظ میں بیان کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ خدا کبھی بغیر نور کے نہیں رہا۔ اور اس کا جواب آیت اللہ السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی نے اپنی کتاب "تنبیہ الانام بر مقاصد ارشاد العوام" میں (جس کا اردو میں ترجمہ کر کے ہم نے شائع کر دیا ہوا ہے) یہ دیا ہے کہ "اس سے تیرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا قدیم ہے اس طرح محمد و آل محمد علیہم السلام بھی قدیم ہیں۔" اور رئیس مذہب شیخیہ رکنیہ کرمان محمد کریم خان کرمانی نے یہ بات اپنے شیخ کے عین مطابق لکھی ہے کیونکہ شیخ احمد احسائی نے واضح الفاظ میں بھی محمد و آل محمد علیہم السلام کو "سرمد" یعنی قدیم ازلی۔ باقی ابدی لکھا ہے۔ شرح زیارت کا حوالہ سابقہ صفحات میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ اور جب خداوند تعالیٰ کی صفات میں سے صفت "قدیم" خالص اور باقی نہ رہی تو باقی صفات کا حال معلوم ہے۔

کیونکہ لوہا اور آگ۔ اور شعلہ اور چراغ کی مثالوں سے جو صوفیہ اتحادیہ کی مثالیں ہیں اور ان سے وہ حلول و اتحاد مراد لیتے ہیں تو ان مثالوں کے ذریعہ شیخ احمد احسائی نے خدائی صفات کے محمد و آل محمد علیہم السلام میں قائم ہونے کا ادعا کیا ہے۔ حوالہ کے لئے سابقہ صفحات ملاحظہ کریں۔ اور

"صفات افعال" کا حال یہ ہے کہ محمد و آل محمد علیہم السلام کو اپنے قیاسی اور خیالی فلسفہ کے ماتحت علل اربعہ کی علت فاعلی مان کر خدا کے پاس تو خود مختار حیثیت سے اور کسی اور فعل کی گنجائش رہنے ہی نہیں دی۔ پس خدا نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو خلق کیا اور فارغ ہو گیا۔ اس کے بعد جو کچھ کیا وہ محمد و آل محمد نے کیا۔ یہی بات مفوضہ کہتے ہیں اور یہی بات اس روایت سے جو شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ نمبر ۱۴۵ پر نقل کی ہے نتیجہ نکال کر بیان کی ہے۔ اس کا عکس سابقہ صفحات میں ملاحظہ کریں۔

پس اس طرح سے تقریباً توحید کی کوئی قسم ایسی نہیں ہے جس سے شیخ احمد احسائی نے انحراف نہ کیا ہو۔ اور ان ہی دو کتابوں یعنی شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت۔ اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق سے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے پاکستان میں مذہب شیخیہ کی تبلیغ کی ہے۔ مولانا محمد بشیر صاحب کا مکتوب گرامی جس میں انہوں نے اس بات کا اقبال کیا ہے اس کتاب کے مقدمہ میں ملاحظہ ہو۔

لیکن تعجب یہ ہے کہ شیخی حضرات یہ کہتے ہیں کہ شیخ نے کوئی بات ایسی نہیں کہی ہے جو اسلام کے خلاف ہو۔ ان کا اسلام جو اب یہی بن گیا ہے؟

عدل الٰہی سے انحراف کا بیان

سابقہ بیان سے ثابت ہو گیا ہے کہ شیخ احمد احسائی نے توحید کی کوئی سی قسم باقی نہیں رہنے دی۔ جس سے انحراف نہ کیا ہو۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ

شیخ احمد احسائی اور روسائے شیخیہ تو اصول دین میں سے توحید کو سب سے پہلی اصل قرار دیتے ہیں۔ اور اصول دین میں سب سے پہلے توحید کا بیان کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عیسائی سے پوچھو وہ بھی یہی کہے گا کہ وہ توحید کا قائل ہے۔ مگر کون سی توحید وہی جس میں خدا حضرت عیسیٰ کو پیدا کرنے کے بعد فارغ ہو گیا اور پھر جو کچھ بھی کیا وہ حضرت عیسیٰ نے خدا کے چیف ایگزیکٹیو کی حیثیت سے انجام دیا۔ تفصیل اس کتاب کے دوسرے حصہ میں بیان ہو چکی ہے۔ لہٰذا شیخ احمد احسائی کی توحید نصاریٰ کی توحید ہے۔ صوفیوں والی توحید ہے۔ غالیوں والی توحید ہے اور مفوضہ والی توحید ہے۔ اور یہی حال عدل الٰہی کا ہے۔ جس سے انحراف کا بیان بھی سابقہ اوراق میں آچکا ہے۔ جہاں اس نے اپنے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کے ماتحت شعاعوں سے آٹھ طبقات بنائے۔ وہاں دیواروں کے سایے اور اندھیرے سے بھی آٹھ طبقات بنائے۔ شعاعوں سے شیعہ یا مومن طبقات۔ اور سایہ یا اندھیرے سے کافر و مشرک طبقات۔ اور یہ بات ہم نے وہیں بر موقع لکھ دی تھی۔ کہ جو شعاعوں سے خلق ہوا وہ تو فطرتاً پیدائشی طور پر مومن ہوا اور جو اندھیرے سے خلق ہوا وہ فطرتاً اور پیدائشی طور پر کافر ہوا۔ تو جو خلق ہی اندھیرے سے ہوا اسے مجبوراً وہی کرنا تھا۔ جس سرشت سے اسے پیدا کیا گیا۔ لہٰذا اسے سزا دینا ظلم ہے۔ حالانکہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے کہ ہم نے ہر انسان کو دین فطرت پر پیدا کیا ہے اور آئمہ علیہم السلام کا ارشاد یہ ہے کہ دین فطرت سے مراد دین اسلام ہے۔ اور خود پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی یہ ہے کہ: "کل مولود یولد علی الفطرة الاسلام" یعنی ہر پیدا ہونے والا اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ اس کے ماں باپ اور ماحول اور معاشرہ ہوتا ہے جو اسے مجوسی یا یہودی یا نصرانی بنا لیتے ہیں۔ مگر شیخ کے فلسفہ کے مطابق جو دیوار پر پڑنے والی شعاعوں سے پیدا ہوا وہ مومن اور جو دیوار کے پچھلی طرف کے

سایے اور اندھیرے سے پیدا ہوا وہ کافر۔ پس اسے سزا دینا ظلم ہے اور خلاف عدل ہے۔

اور چونکہ ہر طبقہ کی دیوار کے سایہ اور اندھیرے سے کافر اور بدکار پیدا ہوئے لہٰذا اس کے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ کے مطابق فرشتوں کے طبقہ کی دیوار کے سایہ اور اندھیرے سے بھی کافر و بدکار اور شر کے فرشتے پیدا ہونے چاہئیں۔ حالانکہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں۔ لیکن شیخ نے واضح طور پر لکھا ہے کہ فرشتے صالح بھی ہوتے ہیں اور طالح بھی ہوتے ہیں' نیک بھی ہوتے ہیں اور بد بھی ہوتے ہیں۔ اور چونکہ فرشتے بطور وسائط و آلات کے مختلف کام انجام دیتے ہیں لہٰذا شیخ احمد احسائی یہ کہتا ہے کہ خدا نیکی کے فرشتوں سے تو نیکی کا نظام چلاتا ہے اور بدی کے فرشتوں کے ذریعہ بدی کا نظام چلاتا ہے۔ اور اس طرح سے وہ عدل اس بات کو قرار دیتا ہے کہ "و ما تجزون الا ما کنتم تعملون" یعنی جزا اور بدلہ تو تمہیں اسی عمل کا ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ لیکن جب بدی کا نظام چلانے والا وہی ہے اور بدی کے کرانے والا بھی وہی ہے تو وہ یہ سزا اپنے ہی کرائے ہوئے کام پر دے گا اور یہ بات صریح ظلم ہے اور خلاف عدل ہے۔ اور تفصیلی بیان اس کا سابقہ اوراق میں گذر چکا ہے۔ نمونہ کے طور پر یہ دو باتیں ہی کافی ہیں ورنہ شیخ کی خرافات میں سے عدل کے خلاف بے شمار باتیں نکال کر دکھائی جا سکتی ہیں اس کے باوجود روسائے شیخیہ نے بے خبر' کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو دھوکہ دینے کے لئے اصول دین میں دوسرے نمبر پر عدل کو لکھا ہے مگر ان کا عدل وہی ہے جسے ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔

متعلقات نبوت و امامت سے انحراف

ہم اس کتاب کے حصہ اول میں عقائد اسلامی کا بیان از نظر شیعہ پیش کر چکے ہیں۔ جس میں نبوت کی تعریف میں تین باتوں کو خاص طور پر بیان

یا گیا ہے۔

نمبر1: یہ کہ وہ انسان ہوتا ہے۔

نمبر2: یہ کہ وہ بلاواسطہ بشر خدا کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ یعنی اس کا علم خداداد یا وہبی ہوتا ہے جسے علم حصولی بھی کہا جاتا ہے۔

نمبر3: یہ کہ وہ دعوائے نبوت کے ساتھ کوئی معجزہ پیش کرے، اور وہ معجزہ خدا کی طرف سے ہونے کی بناء پر اس کی نبوت کی خدا کی طرف سے تصدیق اور ثبوت کے طور پر ہوتا ہے۔

اور امامت کے بارے میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ مبحث یعنی امامت توابع نبوت اور فروع نبوت سے ہے اور دین و دنیا میں کسی شخص انسانی کی ریاست عامہ کا نام امامت ہے۔

لیکن شیخ احمد احسائی نے نبوت و امامت کے ان تمام مذکورہ متعلقات سے انحراف کیا ہے۔

نمبر1: شیخ نے نبی و امام کے انسان ہونے اور انسان ماننے سے انکار کیا ہے۔ اور انہیں ایک جداگانہ نوع قرار دیا ہے۔ جو مخلوقات کے ہر طبقہ میں نزول کرتی ہے اور ان ہی کی صورت میں جاکر ان ہی کی زبان میں انہیں تبلیغ کرتی ہے اور جب انسانوں کو تبلیغ کرنی ہو تو انسان کی شکل میں انسانوں کے پاس جاکر ان کی زبان میں انہیں تبلیغ کرتی ہے اور اسی بات کو یعنی جداگانہ نوع ہونے کو مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے اپنی کتاب حقائق الوسائط میں اور مولانا محمد اسماعیل نے اپنی کتاب تنبیہ المومنین میں بیان کیا ہے حوالے سابقہ صفحات میں دیئے جا چکے ہیں۔

نمبر2: ان کے لئے وحی و الہام کے ذریعہ علم لدنی یا علم وہبی یا علم حصولی کی بجائے علم حضوری کا عقیدہ پیش کیا جیسا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب نے تنبیہ المومنین میں بیان کیا ہے اور اسی بات کو علم حضوری کی بجائے عالم الغیب ہونے کا عقیدہ بھی کہا جاتا ہے۔ اور اسے ان کے خالق

ہونے اور مدبر کائنات ہونے کی فرع کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر3: معجزہ کو خود نبی و امام کا اپنا نوعی فعل قرار دیا جیسا کہ نطق انسان کا نوعی فعل ہے۔ اور شیخ احمد احسائی نے نبی و امام کے ان تینوں خصوصی متعلقات سے انحراف کیا ہے اور یہ انحرافات پاکستان کے مبلغین شیخیہ مولانا محمد اسماعیل اور مولانا محمد بشیر صاحب انصاری وغیرہ کی تالیفات میں بھی ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ اب ہم ان میں سے ہر ایک پر مختصر طور پر اور کچھ ذرا تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

جداگانہ نوع کا مسئلہ

ہم نے اس مسئلہ پر اپنی کتاب نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اور نوع نبی و امام میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے، لیکن عقائد کے بارے میں شیخ احمد احسائی کا نبوت و امامت کی تینوں بنیادی باتوں سے انحراف دکھانے کے لئے مختصر طور پر یہاں بھی بیان کرتے ہیں۔

نمبر1: شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کے بیان کردہ قیاسی اور خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کا بیان سابق میں نقل ہو چکا ہے۔ ان دونوں نے اپنے سلسلہ طولیہ کے ماتحت مخلوق کے آٹھ طبقات بنائے ہیں۔ جو آٹھ انواع کہلاتے ہیں۔

اول:	خدا کے نور میں سے محمد و آل محمد کا نور نکلا۔	پہلی نوع
دوسرے:	محمد و آل محمدؐ کے نور میں سے انبیاء کا نور نکلا۔	دوسری نوع
تیسرے:	انبیاء کے نور میں سے انسانوں کا نور نکلا۔	تیسری نوع
چوتھے:	انسانوں کے نور میں سے جنوں کا نور نکلا۔	چوتھی نوع
پانچویں:	جنوں کے نور میں سے فرشتوں کا نور نکلا۔	پانچویں نوع
چھٹے:	فرشتوں کے نور میں سے حیوانات کا نور نکلا۔	چھٹی نوع
ساتویں:	حیوانات کے نور میں سے نباتات کا نور نکلا۔	ساتویں نوع

آٹھویں: نباتات کے نور میں سے جمادات کا نور نکلا۔   آٹھویں نوع

پس شیخ احمد احسائی اور موسیٰ اسکوئی کے نزدیک اس کے قیاسی و خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے مطابق یہ آٹھ طبقات یا آٹھ انواع مخلوقات ہیں۔ اور ان آٹھ طبقات یا آٹھ انواع میں محمد و آل محمد علیہم السلام کی نوع نہ صرف انسانوں سے جدا ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کی نوع سے بھی جدا اور علیحدہ ہے۔

لیکن شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ ۱۳۵ پر جو کچھ لکھا ہے۔ اور جس کا عکس سابقہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک طرح سے انبیاء علیہم السلام کے علیحدہ وجود کا قائل ہی نہیں ہے۔ اس روایت کے مطابق تو حضرت علی صورت بدل بدل کر آتے رہے ہیں۔ اور اس روایت میں حضرت علی کی طرف منسوب کر کے یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "نوح بھی میں ہی ہوں۔ ابراہیم بھی میں ہی ہوں۔ موسیٰ بھی میں ہی ہوں۔ عیسیٰ بھی میں ہی ہوں۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میں ہی ہوں۔ میں ہر زمانے میں صورت بدل بدل کر آتا رہتا ہوں اور میں جس صورت میں چاہتا ہوں منتقل ہو جاتا ہوں۔ اور شیخ نے وجہ اس کی یہ بتلائی ہے کہ چونکہ محمد و آل محمد علیہم السلام تمام خلق کے معلم ہیں لہٰذا ان سے پہلے اس دنیائے ظاہر میں بھی کسی نے سبقت نہیں کی۔ لہٰذا وہی ان انبیاء کی شکل اختیار کر کے آئے تھے۔ مگر اس روایت کے اندر خود ایک تضاد موجود ہے اور وہ تضاد یہ ہے کہ وہ تمام خلق کے معلم تو محمد و آل محمد علیہم السلام کو قرار دیتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ کسی نے محمد و آل محمد علیہم السلام سے اس دنیائے ظاہر میں بھی ایمان لانے اور توحید کا اقرار کرنے میں سبقت نہیں کی ہے۔ لیکن روایت کے متن میں اس بات کی نسبت صرف حضرت علی علیہ السلام کی طرف دی گئی ہے کہ نوح بھی میں ہی ہوں۔ ابراہیم بھی میں ہی ہوں۔ موسیٰ بھی میں ہی ہوں۔

عیسیٰ بھی میں ہی ہوں۔ اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میں ہی ہوں۔ یہ تضاد اس لئے پیدا ہوا کہ غالیوں نے یہ حدیث صرف حضرت علیؑ کے لئے گھڑی تھی محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے نہیں گھڑی تھی۔ لیکن شیخ احمد احسائی نے محمد و آل محمد علیہم السلام کی اس دنیائے ظاہر میں ایمان لانے اور توحید کا اقرار کرنے میں سبقت دکھانے کے لئے اس روایت کو اختیار کر لیا۔ البتہ اس نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو تمام خلق کا معلم قرار دے کر یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ ہر نوع مکلف ہے۔ اور محمد و آل محمد علیہم السلام ہی ہر نوع کی ہدایت کے لئے اس نوع کی شکل میں منتقل ہو کر اور اس نوع کی صورت میں جا کر اس نوع کی زبان میں اس سے بات کرتے ہیں۔ اور اس کو ہدایت دیتے ہیں۔ لہٰذا جب انسانوں کی ہدایت کے لئے انسانوں کے پاس آئے۔ تو انسانوں کی شکل۔ انسانوں کی صورت میں اور انسانوں کے لباس میں آئے اور ان کی اپنی زبان میں ان سے بات کی اور جب حیوانوں کی ہدایت کرنے کے لئے حیوانوں کے پاس آئے تو حیوانوں کی شکل میں۔ حیوانوں کی صورت میں اور حیوانوں کے لباس میں ان کے پاس آئے اور ان کی زبان میں ان کو ہدایت کی۔ (ہم نے حیوانوں کی اقسام لکھنے سے احتیاطاً اپنے قلم کو روک لیا ہے) اور اسی طرح نباتات و جمادات کے پاس ان کی صورت اور ان کی شکل میں جا کر ان کو ہدایت کرتے ہیں۔

مکلف ہونے کے بارے میں شیعہ عقیدہ

شیعہ نکتہ نظر سے اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ ساری مخلوقات میں سے صرف وہ مخلوق جو صاحب عقل و شعور ہونے کے ساتھ ارادہ و اختیار کی مالک ہے۔ اور جبر طبیعی کے ماتحت مصروف کار نہیں ہے۔ صرف وہی مکلف ہے۔ اور صرف انہیں کی ہدایت کے لئے خداوند تعالیٰ انبیاء کو مبعوث فرماتا ہے۔ اور اس لحاظ سے جنوں اور انسانوں کے علاوہ اور کوئی مخلوق مکلف نہیں ہے لہٰذا اور کسی مخلوق کی طرف کسی نبی کو بھیجنے کی

ضرورت نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خداوند تعالیٰ بروز قیامت صرف جنوں اور انسانوں سے یہ سوال کرے گا کہ:

"یا معشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی وینذرونکم لقاء یومکم هذا" (الانعام: ۱۳۰)

یعنی اے گروہ جن و انسان کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے ایسے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو میری آیتیں سناتے اور آج کے دن جو (مصیبت) تم کو پیش آنے والی ہے اس سے تمہیں ڈراتے۔"

لیکن قرآن کریم میں ایک بھی آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ کہا گیا ہو کہ اے گدھوں اور گھوڑوں اور دوسرے حیوانوں اور درختوں اور پتھروں کیا تمہارے پاس تمہاری ہی شکل و صورت میں میرے بھیجے ہوئے رسول نہیں آئے تھے۔

پس جنوں اور انسانوں کے سوا ساری مخلوق میں سے اور کوئی سی بھی مخلوق مکلف نہیں ہے۔ بلکہ انسانوں میں سے بھی جو شخص دیوانہ ہے یا مجنون ہے یا نابالغ ہے وہ بھی مکلف نہیں ہے۔ اور ان کے لئے بھی عقل و بلوغ شرط ہے۔

شیخ احمد احسائی کا مکلف ہونے کے بارے میں نظریہ

شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۱۲۳ پر کہتا ہے کہ تمام اشیاء مکلف ہیں۔ یعنی نہ صرف تمام انسان مکلف ہیں تمام حیوانات مکلف ہیں تمام نباتات مکلف ہیں۔ تمام جمادات مکلف ہیں بلکہ تمام اشیاء یعنی تمام چیزیں مکلف ہیں۔ (اور میں نے تمام چیزوں کی تفصیل میں جانے سے اپنے قلم کو روک لیا ہے)

بہرحال شیخ یہ کہتا ہے کہ تمام چیزیں مکلف ہیں اور سب کی سب صاحب اختیار ہیں۔ لہٰذا ان میں اطاعت شعار بھی ہیں اور نافرمان بھی ہیں

اور شیخ احمد احسائی کی اصل عبارت شرح زیارت کے صفحہ ۱۲۳ سطر ۲۱ تا ۲۳ پر اس طرح سے ہے:

"عرفت ان جمیع الاشیاء مکلفة بالاختیار وان منهم المطیع و منهم العاصی، و عرفت من هذا و من الکتاب والسنة والعقل والآیات فی الانفس والآفاق بان الله سبحانه قد جعل علی کل شئی رقیبا و شاهدا و هم علیهم السلام الشهداء علی سائر الخلق"

یعنی اب تم نے یہ جان لیا ہے کہ بیشک تمام اشیاء مکلف ہیں، اور صاحب اختیار ہیں، اور ان میں اطاعت گذار بھی ہیں، اور ان میں گنہگار بھی ہیں۔ اور تم نے اس سے بھی، اور کتاب و سنت سے بھی، اور عقل سے بھی، اور انفس و آفاق کی آیات سے بھی، یہ جان لیا ہے، کہ خدا نے ہر چیز کے اوپر نگہبان اور شاہد مقرر کیا ہے، اور آئمہ علیہم السلام تمام مخلوق کے اوپر شاہد ہیں۔

محمد و آل محمد علیہم السلام ہر شے کو کس طرح ہدایت کرتے ہیں

قارئین محترم اب تک کے بیان سے آپ نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ شیخ احمد احسائی کے نزدیک محمد و آل محمد علیہم السلام ہر شے کے اوپر شاہد ہیں اور اس کی تمام مخلوق کے لئے معلم ہیں۔ لہٰذا آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ محمد و آل محمد علیہم السلام ہر شے کو اور مخلوقات کی ہر نوع کو کس طرح ہدایت کرتے ہیں جب کہ اس کے نزدیک ان کی نوع مخلوقات کی تمام انواع سے جدا ہے۔ اس بات کو وہ شرح زیارت کے صفحہ ۶۰ کی سطر ۱۰ تا ۱۳ پر یوں بیان کرتا ہے کہ:

"قد اشرنا سابقاً و صرحنا فی کثیر من رسائلنا و مباحثاتنا ان کل شی امم امثالکم۔ و ان من امة الا خلا فیها نذیر۔ و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه لیبین لهم فکل شئی من الخلق رعیة و غنم للعلل الکاملة والا مثال العلیا فالمبلغ عن الله منهم و مع علوشانهم و ارتفاع مکانهم له حالتان۔

الاولی: له ان یتنزل المقام فیه المدعو فیدعوه بلسانه و یبین له بلغته سواء کان جماداً او نباتا او حیوانا ذاتا او صفة او معنی۔

الثانیه: ان یرفع مقام المدعو حتی یخاطبه فی مقام الانسانیة وان کان من کل صنف من الخلائق"

ترجمہ :- ہم سابق میں اس بات کی طرف اشارہ کر آئے ہیں۔ اور ہم نے صراحت کے ساتھ اپنے بہت سے رسالوں میں اس کو بیان کیا ہے' اور اپنی بحثوں میں اس کی تصریح کی ہے کہ کل اشیاء (یعنی تمام چیزیں) تمہاری طرح سے ہی اور تمہارے ہی مانند امتیں ہیں۔ اور کوئی بھی امت ایسی نہیں ہے کہ جس میں خدا نے کوئی نبی ڈرانے کے لئے نہ بھیجا ہو۔ (جیسا کہ قرآن میں ہے کہ) ہم نے جو بھی رسول بھیجا وہ اپنی ہی قوم کی زبان میں تبلیغ کیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ ان کی زبان میں وضاحت کے ساتھ کھول کر احکام خداوندی کو بیان کر سکے۔ پس کل اشیاء (یعنی تمام چیزیں) مخلوقات میں سے علل کاملہ اور امثال علیا کی رعایا اور بھیڑ بکریوں کا ریوڑ ہیں۔ پس اللہ کی جانب سے آئمہ علیہم السلام ہی کل اشیاء کو تبلیغ کرنے والے ہیں اور ان کی علو شان اور بلندی مرتبہ کے ساتھ ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔

الاولی :- یعنی پہلی صلورت تو یہ ہوتی ہے کہ وہ اس مقام میں تنزل کرتے ہیں کہ جس میں اس امت کا وہ فرد ہے جس کو تبلیغ احکام کرنی ہے۔

پس وہ اس کی صورت میں اس کی شکل میں اس کے مرتبہ میں تنزل کر کے اس کی اپنی زبان میں خطاب کرتے ہیں۔ اور اسے تبلیغ و ہدایت کرتے ہیں۔ اور اس بات میں سب برابر ہیں۔ خواہ وہ امت جمادات ہو۔ یا وہ امت نباتات ہو' یا وہ امت حیوانات ہو' ذات ہو یا صفت ہو' عینا ہو یا معنی ہو۔ (یعنی جمادات کو جمادات کے لباس میں اور ان کی صورت میں جا کر ان کی اپنی زبان میں تبلیغ کرتے ہیں۔ نباتات کو نباتات کے لباس میں اور اس نبات کی صورت میں جا کر ان کی زبان میں ان کو تبلیغ کرتے ہیں۔ اور حیوانات کو حیوانات کے لباس میں ان کی صورت میں جا کر ان کی اپنی زبان میں انہیں تبلیغ کرتے ہیں۔) اسی طرح تمام اشیاء کو خواہ وہ ذات ہوں یا صفت ہوں عیناً ہوں یا معنی ہوں ہر چیز کو اس چیز کی صورت اور اس کے لباس میں جا کر اس کی اپنی زبان میں اس کو تبلیغ کرتے ہیں۔

الثانیہ :- یعنی دوسری صورت یہ ہے کہ جس چیز کو دعوت دینی ہو اس چیز کو اس کے اپنے مقام سے بلند مرتبہ میں لا کر اور اس کو انسانی شکل و صورت اور انسانی لباس میں مقام انسانی میں مجانستہ انسانی کے لحاظ سے اس کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔ اور وہ چیز مخلوقات کی خواہ کسی بھی صنف سے تعلق کیوں نہ رکھتی ہو۔

اب جو کچھ شیخ نے کہا ہے وہ اس قابل نہیں ہے کہ مزید کھول کر بیان کیا جائے۔ کیونکہ صرف اتنا ہی پڑھنے سے ایک سچے مسلمان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ کیا شیعہ اور کیا سنی کوئی بھی مسلمان اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی اشرف المخلوقات یعنی نوع انسانی سے جداگانہ کوئی نوع مانی جائے' اور یہ کہا جائے کہ وہ انسانوں کے پاس انسانوں کے لباس میں' اور حیوانات کے پاس حیوانوں کے لباس میں' اور ان کی شکل و صورت میں' اور نباتات کے پاس ان کی شکل و صورت میں' غرض کہ ہر چیز کے پاس اس کی شکل و صورت میں جا کر' ہر ایک کو اس کی اپنی زبان میں

تبلیغ کرتے ہیں- اور ہم نے "ہر چیز" کی تفصیل لکھنے سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے قلم کو روک لیا ہے- اور اگر کوئی یہ جاننا چاہئے کہ شیخ نے یہ ایسا گندہ اور فحش نظریہ کیوں پیش کیا- تو اس کے تفصیلی بیان کے لئے ہماری کتاب "نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اور نوع نبی و امام" کا مطالعہ کرے- البتہ اتنا اشارہ کرنا کافی سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ عیسیٰ ابن مریم ہیں' اس بات کا دعویٰ کیا کہ اسے عورتوں والی علامت یعنی ماہواری آگئی- اور اس کے بعد اس نے عجب انداز سے خود کو عیسیٰ ابن مریم ثابت کرنے کی کوشش کی- اسی طرح سے شیخ احمد احسائی نے ایک خاص مقصد کے لئے محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے جداگانہ نوع کا نظریہ پیش کیا- اور ان کے ہر نوع اور ہر چیز میں تنزل کرنے کا نظریہ پیش کیا اور ہر زمانہ میں صورت بدل بدل کر اور جس شکل میں وہ چاہیں آنے کا نظریہ پیش کیا- تاکہ تیرھویں صدی ہجری میں شیخ احمد احسائی کی صورت میں تنزل کرنے کو ثابت کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے' تفصیل اس کی ہماری کتاب "نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ اور نوع نبی و امام" میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے-

لیکن یہ نظریہ جو شیخ نے اپنے خاص مقصد کے لئے پیش کیا ہے- اتنا فحش اور گندہ ہے کہ اس سے بڑھ کر محمد و آل محمد علیہم السلام کی تذلیل و توہین کرنا ممکن نہیں ہے کہ انہیں ساری کائنات اور ساری مخلوقات میں سے اشرف ترین و افضل ترین مخلوق کے اشرف ترین و اکمل ترین و افضل ترین افراد سے خارج کرکے' حیوانات و نباتات و جمادات تک کے لباس میں جانے کا کہا جائے- اور یہ کہا جائے کہ یہ سب انواع امتیں ہیں' اور جس امت کو ہدایت کرنی ہو وہ اس امت کے افراد کی شکل و صورت اختیار کر کے اس کے طبقہ میں نزول فرماتے ہیں-

اور اگر قارئین کرام اچھی طرح سے غور کریں تو انہیں معلوم ہو گا

کہ آج تک کسی کافر و مشرک و بے دین نے بھی اتنی خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ غلاف میں لپیٹ لپیٹ کر کسی کو بھی اس طرح سے گالیاں نہیں دی ہوں گی جس طرح سے شیخ احمد احسائی اور پیروان شیخ نے جداگانہ نوع کے پردہ میں محمد و آل محمد علیہم السلام کو گالیاں دی ہیں- اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس طرح سے محمد و آل محمد علیہم السلام کی توہین و تذلیل کرنے والے خود کو ان کے فضائل بیان کرنے والے کہتے ہیں' اور اس نظریہ کو ان کی فضیلت بتاتے ہیں' اور جو لوگ محمد و آل محمد علیہم السلام کو تمام مخلوقات میں سے اشرف ترین و افضل ترین مخلوق کے اشرف ترین و اکمل ترین و افضل ترین افراد کہتے ہیں انہیں یہ مقصر کہتے ہیں-

اور اب تو نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ بعض بے خبر ذاکرین بر سر ممبر مجالس میں اور بر سر عام یوں بیان کرتے ہیں کہ: میرا عقیدہ ہے یہ اور میرا ایمان ہے یہ کہ یہ حضرات پیدا نہیں ہوتے بلکہ نازل ہوتے ہیں- کہاں نازل ہوتے ہیں- شاید یہ اس بے خبر ذاکر کو بھی معلوم نہیں ہے- اور تعجب کی بات یہ ہے کہ بہت سے بے خبر اور کم علم اور سادہ لوح سامعین اس پر داد کے ڈونگرے برساتے ہیں' اور خوب واہ واہ کرتے ہیں- یعنی بہت اچھا ہوا کہ محمد و آل محمد علیہم السلام کو خوب گالیاں پڑیں- اور شاید اسی لئے یہ کہا گیا ہے کہ: نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہوتا ہے-

پاکستان میں یہ وبا مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کی پھیلائی ہوئی ہے جو 1945ء میں عراق گئے' اور رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی کی صحبت میں رہے' اور وہاں سے مذہب شیخیہ اختیار کرکے واپس آئے' اور شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق ساتھ لے کر آئے- اور پاکستان میں آکر ان کی ان مذکورہ دونوں کتابوں سے مذہب شیخیہ کی خرافات کو فضائل محمد و آل محمد کے نام سے مجالس میں بیان کرنا شروع کردیا- اور جب علمائے حق نے ان کے خلاف آواز بلند کی تو وہ تحریر

کے میدان میں بھی اتر آئے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب حقائق الوسائط جلد دوم کے صفحہ ۱۱۰ پر قائلین وحدت نوع کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ:

اس وقت ان کے ایک عقیدہ پر بحث و نظر مقصود ہے جس پر سات افراد کے دستخط ثبت ہیں۔ ملاحظ فرمایئے اصول الشریعہ کی اصل عبارت:

"پیغمبر اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام نوع بشر کے اکمل افراد ہیں۔ اور یہ کہنا کہ ان کی نوع علیحدہ ہے صحیح نہیں ہے۔" دستخط بعض اعلام: عالیجناب مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ' عالیجناب مولانا سید محمد یار شاہ صاحب قبلہ' عالیجناب مولانا سید گلاب شاہ صاحب قبلہ' عالیجناب مولانا حسین بخش صاحب قبلہ' عالیجناب مولانا حافظ سیف اللہ صاحب جعفری قبلہ' عالیجناب مولانا اختر عباس صاحب قبلہ' یہ راقم اثم محمد حسین عفی عنہ۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ علماء' خطباء' ذاکرین اور شیعان علی علیہ السلام کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت محمد و آل محمد علیہم السلام کی نوع تمام کائنات سے جداگانہ ہے۔ جو مذکورہ دستخط کنندگان کے بالکل متضاد ہے بلکہ متناقض عقیدہ ہے۔

اگرچہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے اپنے مکتوبات میں واشگاف الفاظ میں یہ اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے آج تک جو کچھ بیان کیا ہے وہ شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق سے بیان کیا ہے۔ اور اپنے خطوط میں انھوں نے واضح الفاظ میں مذہب شیخیہ اور عقائد شیخیہ کا پیرو ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ اور شیخ احمد احسائی نے جداگانہ نوع کا جو نظریہ پیش کیا ہے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ وہ اتنا توہین آمیز ہے کہ اس سے بڑھ کر محمد و آل محمد کی توہین کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن شاید کوئی یہ کہے کہ مولانا محمد بشیر صاحب نے خود تو کہیں اس طرح سے نہیں لکھا' تو ان کی تسلی کے لئے عرض ہے کہ انھوں نے اپنی کتاب حقائق الوسائط جلد دوم میں ان ہی بزرگوں کے عقائد کی عقلی دلائل کے ساتھ تائید و تسدید کرنے

کا اپنے خطوط میں اعتراف کیا ہے۔ دوسرے اس کتاب میں جو موضوع ثابت کیا گیا ہے وہ ہے ہی جداگانہ نوع سے متعلق۔ لیکن ثبوت کے طور پر ہم ان کی کتاب کے چند اقتباسات بھی ہدیہ قارئین کئے دیتے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہو جائے گا کہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے وہی کچھ بیان کیا ہے اور وہی کچھ لکھا ہے جو شیخ احمد احسائی نے بیان کیا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اپنی کتاب حقائق الوسائط جلد دوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

نمبر 1: "جس جس طرح امت تبدیل ہوتی گئی ان کی شکل ظاہر تبدیل ہوتی گئی۔ لیکن حقیقت روحانیہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔"

(حقائق الوسائط جلد دوم ص ۱۲۱)

نمبر 2: "یعنی صرف ظاہری لباس بدلتا رہا لہذا ان کی نوع جداگانہ ہے۔"

(حقائق الوسائط جلد دوم ص ۱۲۱)

نمبر 3: "علماء محققین کا موقف یہ ہے کہ جب یہ ذوات مقدسہ عالم ناسوت (انسانوں) کی ہدایت کے لئے تشریف لائے تو شکل بشری میں تشریف لائے۔"

(حقائق الوسائط جلد دوم ص ۱۳۶)

نمبر 4: "ہر نبی و امام بشر بن کر ہدایت کرتا ہے جب کہ اس کی امت بشر ہو۔"

(حقائق الوسائط جلد دوم ص ۱۳۶)

نمبر 5: "ان کو بشریت اس وقت دی جاتی ہے جب ان کی امت بشر ہو۔"

(حقائق الوسائط جلد دوم ص ۱۱۲)

بہرحال شیخ احمد احسائی نے اپنے قیاسی و خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور

علل اربعہ کے ماتحت اپنی قیاس آرائیوں اور خیال بافیوں کے ذریعہ محمد و آل محمد علیہم السلام کے لئے جداگانہ نوع کا نظریہ پیش کیا۔ اور ان کی کتابوں' شرح زیارت اور احقاق الحق سے مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے پاکستان میں تبلیغ کی۔ اور اس کو اس طرح سے بیان کیا کہ یہ نظریہ سادہ لوح شیعہ عوام کی نظروں میں زینت پا گیا۔ اور پھر یہ دیکھتے ہوئے کہ اس بات پر خوب داد ملتی ہے' اور بہت واہ واہ ہوتی ہے' ان سے سنے سنائے بعض روضہ خوان واعظین۔ مجلس خوان مقررین' علماء و خطباء و ذاکرین نے بھی مجلسوں میں سامعین سے داد لینے' اور واہ واہ کرانے کے لئے' اس کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی نئی سے نئی دلائل کے ساتھ جداگانہ نوع ثابت کرنے کے لئے میدان میں آ گیا۔ چنانچہ کسی نے کہا کہ چونکہ محمد و آل محمد علیہم السلام معصوم ہیں' لہٰذا ان کی نوع جدا ہے۔ کسی نے کہا کہ چونکہ خدا نے ان کو نبی بنایا لہٰذا ان کی نوع جدا ہے۔ کسی نے کہا کہ چونکہ وہ صاحب معجزات ہیں لہٰذا ان کی نوع جدا ہے۔ بہرحال شیخ احمد احسائی کے مذکورہ نظریہ جداگانہ نوع کو ثابت کرنے اور لوگوں کو نت نئے طریقہ سے فریب دینے کے لئے ہر ایک اپنی ہی کوشش میں مصروف ہو گیا۔

چنانچہ کتاب "تائید حق" کیے از تصنیفات علی حسنین شیفتہ مرتبہ پروفیسر سید تصدق حسین جعفری نشر کردہ اکبر حسین زیدی کے صفحہ ۱۴ پر پہلا باب ہی "مسئلہ نوع معصومین" ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"واضح ہو کہ یہ مسئلہ عقائد و نظریات کی موجودہ بحث میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ دوسرے جتنے مسائل ہیں تقریباً ان سب کا تعلق بنیادی طور پر اسی مسئلہ سے ہے۔"

حالانکہ اسلام کا سب سے اہم' سب سے اول اور سب سے بنیادی مسئلہ تمام اہل اسلام کے نزدیک توحید کا مسئلہ ہے۔ مگر یہ پیروان شیخیہ کہتے ہیں کہ نہیں' سب سے زیادہ اہم مسئلہ جداگانہ نوع کا مسئلہ ہے۔ اور

دوسرے مسائل کا تعلق بنیادی طور پر اسی مسئلہ سے ہے۔ سمجھے قارئین کرام!؟؟؟

اب دوسرے تمام مسائل کا تعلق اس مسئلہ سے کیسے ہے۔ تو سوائے شیخ احمد احسائی کے قیاسی اور خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے اور کوئی بات ایسی نہیں ہے' جس کی بناء پر یہ کہا جا سکے کہ دوسرے جتنے مسائل ہیں ان سب کا تعلق بنیادی طور پر اسی مسئلہ سے ہے۔

لیکن فی الحقیقت قرآن کریم کی آیات پیغمبر اکرم ﷺ کے اقوال: آئمہ اطہار علیہم السلام کے ارشادات اور علمائے شیعہ خیر البریہ کے فرمودات کے مطابق یہ ذوات مقدسہ معصوم ہونے۔ صاحب وحی و الہام ہونے۔ نبی و امام ہونے اور صاحب معجزات ہونے کے باوجود انسان ہیں۔ اور حقیقی انسان ہیں۔ اور "اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ"۔ آیہ قرآنی کی تفسیر کے مطابق اصلی انسان وہی ہیں۔ اور ان کی سیرت کو اپنانے والے ان جیسے ہیں اور باقی سب حیوان اور نسناس ہیں۔

پس یہ حضرات نہ تو انسان کے بھیس میں آئے ہوئے کوئی اور نوع ہیں۔ اور نہ ہی یہ حضرات جمادات و نباتات و حیوانات یا ہر چیز کی شکل و صورت میں تنزل کر کے انہیں ان کی زبان میں ہدایت کرتے ہیں۔

اور وہ روایت جسے شیخ احمد احسائی نے شرح زیارت کے صفحہ ۱۳۵ پر لکھ کر استدلال کیا ہے۔ اور جس کا عکس سابقہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ کہ "حضرت علی نے یہ فرمایا کہ میں صورت بدل بدل کر آتا رہتا ہوں۔ اور جس صورت اور جس شکل میں چاہوں منتقل ہو جاتا ہوں۔" غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایت ہے۔ اور اسی بات کو ثابت کرنے کے لئے غالیوں اور مفوضہ نے وہ روایت گھڑی تھی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت علی نے جنگ جمل میں مروان کی شکل اختیار کر کے اور مروان کی صورت میں آ کر طلحہ کو تیر مارا تھا۔

اور یہ بات صاف عیاں ہے کہ جنہوں نے حضرت علی کے صورت بدل بدل کر آنے اور ہر چیز کی صورت میں تنزل کرنے کی روایت گھڑی تھی انہوں نے ہی اپنے نظریہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے حضرت علی کے مروان کی صورت میں آنے کی روایت گھڑی تھی۔ لہذا یہ روایت ان کے نظریہ کے تو عین مطابق تھی۔ اور شیخ احمد احسائی نے بھی چونکہ اپنا خیالی و قیاسی فلسفہ غالیوں اور مفوضہ کے عقائد و افکار و نظریات کو رواج دینے کے لئے ہی گھڑا تھا۔ لہذا اس نے بھی اس روایت کو اسی نظریہ سے لکھا تھا۔ کہ حضرت علی نے ہی مروان کی شکل و صورت میں آکر طلحہ کو تیر مارا تھا۔

لیکن جب شیعہ علمائے اعلام اور مجتہدین عظام کی طرف سے شیخ احمد احسائی کے عقائد و افکار و نظریات پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی اور شیخ احمد احسائی اور پیروان شیخ پر کفر کے فتوے داغے جانے لگے تو رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی نے شیخ احمد احسائی کے دفاع میں اپنی کتاب احقاق الحق میں جو درحقیقت احقاق الباطل ہے۔ حضرت علی کے مروان کی شکل اختیار کرنے اور مروان کی صورت میں آکر طلحہ کو تیر مارنے کی عجب انداز میں تاویل کی۔ جو پہلی صورت سے بھی زیادہ قبیح ہو گئی۔ قارئین کے ملاحظہ کے لئے اسے ہم ایک علیحدہ عنوان کے تحت تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ کا مروان کی صورت میں آکر طلحہ کو تیر مارنا

موسیٰ اسکوئی اپنی کتاب احقاق الحق میں باب نبوت کی پانچویں فصل میں صفحہ ۳۰۸ سطر ۲ تا ۲۱ و صفحہ ۳۰۹ سطر ۱ تا ۱۰ پر یوں رقم طراز ہے۔

"(حجت الاسلام آقائے ملا رضاء) ہمدانی نے اپنی کتاب "ہدیۃ النملہ" میں شیخ احمد احسائی کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ شیخ نے یہ لکھا ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے مروان بن حکم کی صورت میں آکر طلحہ کو تیر مارا۔ لیکن یہ بات صرف ملا رضا ہمدانی کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اور بھی بہت سے لکھنے والوں نے۔ شیخ کے اصل مقصود و مراد کو سمجھے بغیر حضرت علی کو مروان بن حکم کی صورت میں آنے کو شیخ کے ساتھ منسوب کیا ہے۔ چونکہ ملاں رضا ہمدانی کے کلام میں فحش غلطیاں ہیں۔ لہذا اس کے جواب دینے کے لئے ہمیں وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ہم فاضل المعاصر (حجت الاسلام آیت اللہ فی الانام المرجع دینی شیعان جہان السید محمد حسین ابن محمد علی ابن محمد مہدی المرعشی الشہرستانی) کی کتاب "تریاق فاروق" کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ لہذا اس کے ابطال اور شیخ کے اصل مطلب و مقصد کی وضاحت کے ساتھ ہی ملا رضا ہمدانی کے قول کا ابطال بھی ظاہر ہو جائے گا۔

(آیت اللہ) شہرستانی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ: "شیخ نے جتنے "باطل" مطالب بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ :۔ امیر المومنین علیہ السلام نے جنگ جمل میں مروان بن حکم کی صورت میں مصور ہو کر طلحہ کو تیر مارا۔ اور اس کو قتل کر دیا۔ کیونکہ جب طلحہ سے پوچھا گیا کہ تجھے کس نے تیر مارا تو اس نے یہ کہا کہ مجھے تو علی نے یہ تیر مارا ہے۔ حالانکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ مروان نے طلحہ کو تیر مارا تھا۔ اور چونکہ طلحہ حالت احتضار میں تھا۔ اور اس پر کشف باطن ہو گیا تھا۔ لہذا اس نے امیر المومنین کو پہچان لیا (کہ یہ مروان نہیں ہے بلکہ حضرت علیؑ مروان کی صورت میں آئے ہیں) لیکن دوسروں کی آنکھوں پر چونکہ ظاہر کے پردے پڑے ہوئے تھے لہذا وہ ظاہری طور پر مروان ہی کو دیکھ رہے تھے۔

شیخ احمد احسائی نے یہ بات شرح زیارت میں (واجسادکم فی الاجساد) کی شرح میں لکھی ہے کہ فی اجسادهم اجساد سے مراد یہ ہے کہ ان اجساد کے علاوہ اور جتنے بھی اجساد (جسد یا جسم) ہیں وہ سب ان کے لئے ہیں "فاہم یلبسون ماشاؤا و یخلعون ما شاؤا" یعنی وہ جس لباس کو چاہیں پہن

لیتے ہیں۔ اور جس لباس کو چاہیں اتار کر پھینک دیتے ہیں۔ پس وہ زید کے جسد (جسم) پر زید سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔ لیکن وہ بہترین لباس میں جلوہ نما ہوتے ہیں۔ لیکن جب کوئی عارف حائل ہو تو وہ دیکھنے والے کی قابلیت کے مطابق ظہور کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے جنگ جمل میں طلحہ کو قتل کرنے کے لئے مروان کی صورت میں ظہور کیا کیونکہ طلحہ کو تیر مارا تھا۔ لہٰذا طلحہ نے یہ کہا کہ یہ تیر علی نے مارا ہے۔ حالانکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ تیر مروان نے مارا تھا۔ چونکہ طلحہ حالت موت میں تھا۔ اور تمام پردے اس کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گئے تھے لہٰذا اس نے اصل حقیقت کو دیکھ لیا۔ اور مروان کو نہ دیکھا۔ لیکن جن کی آنکھوں پر ظاہر کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ یہی دیکھ رہے تھے کہ مروان تیر مار رہا ہے۔ انتہی ملخصاً۔ اور متشرعہ (یعنی شیعہ حقہ جعفریہ اثنا عشریہ) اس استدلال کو باطل سمجھتے ہیں کیونکہ :-

اولاً طلحہ کی بات حجت نہیں ہے۔

دوسرے یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ طلحہ کی مراد یہ ہو کہ امیر المومنین اس کے قتل کا سبب بنے۔ یعنی نہ وہ اس جنگ کا حکم دیتے نہ میں قتل کیا جاتا۔

تیسرے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بات اس لئے کہی ہو کہ حضرت امیر کو متہم کرے۔ اور حضرت عثمان کے قتل کی تہمت کے فتنہ کی طرح ایک اور فتنہ برپا ہو جائے۔ پس ایک ایسی بے بنیاد بات کے لئے جس میں کئی احتمال پیدا ہو سکتے ہیں۔ اعتقاد کیسے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر نے مروان کی صورت میں اور مروان کے لباس میں آکر طلحہ کے تیر مارا۔ اور شیعہ اس بات پر کس طرح راضی ہو سکتے ہیں؟ اور اس (خرافات) کو کس طرح سے فضیلت مان سکتے ہیں؟ انتہی کلامہ (یعنی آیت اللہ السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی کا کلام یہاں پر ختم ہو گیا)

موسیٰ اسکوئی نے یہاں تک حجت الاسلام آیت اللہ فی الانام المرزا [illegible] یہاں [illegible] السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی کی کتاب "ازہاق الباطل" کی عبارت نقل کی ہے۔ [illegible] عبارت کو نقل کرنے کے بعد احقاق الحق کے [illegible] "الفاضل مرحوم کے اشتباہ [illegible] [illegible] شیخ [illegible] مراد کی توضیح سے پہلے مطالب کو ہم شیخ کا اصل کلام طولانی ہونے کے باوجود اصل نقل کر دیں اور اس کے بعد ہم فاضل مرحوم کے اشتباہ کے بیان کی طرف توجہ دیں۔"

موسیٰ اسکوئی نے شیخ کی عبارت کو احقاق الحق میں شرح زیارت سے مسلسل نقل کیا ہے۔ ہم بھی اس کا ترجمہ تو مسلسل ہی کریں گے۔ لیکن شیخ احمد احسائی کے اس بیان میں چونکہ بعض باتیں علیحدہ علیحدہ موضوع سے متعلق ہونے کی بنا پر علیحدہ عنوان کی مقتضی ہیں۔ لہٰذا ہم شیخ کے بیان کو ان موضوعات کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ عنوان دے کر بیان کریں گے۔ تا کہ یہ بات اچھی طرح سے سمجھ میں آ سکے کہ شیخ نے فی الحقیقت جو کچھ بیان کیا وہ کیا ہے۔ اور موسیٰ اسکوئی نے مقام دفاع میں شیخ احمد احسائی کی جس طرح سے صفائی پیش کی ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ موضوع کے اعتبار سے عنوان ہم نے دیا ہے باقی بیان شیخ احمد احسائی کا ہے۔

(الف) آئمہ علیہم السلام جس شخص کے جسم کو لباس کے طور پر پہننا چاہیں پہن لیتے ہیں

موسیٰ اسکوئی شیخ کی اصل عبارت نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ شیخ نے "احسادکم فی الاجساد" کی شرح میں یہ لکھا ہے کہ:-

"آئمہ علیہم السلام کے اجساد کے سوا اور جتنے بھی اجساد (یعنی جسم)

ہیں وہ سب آئمہ علیہم السلام ہی کے لئے ہیں اور وہ تمام اجساد (یعنی جسموں) پر دوسروں کی نسبت اولیٰ ہیں۔ پس یقیناً وہ ان اجساد میں سے جس جسد (یعنی جسم) کو چاہتے ہیں پہن لیتے ہیں اور جس جسد (یعنی جسم) کو چاہتے ہیں اتار کر پھینک دیتے ہیں۔ پس وہ زید کے جسد (یعنی جسم) پر خود زید کی نسبت زیادہ اولیٰ ہیں۔ کیونکہ ان کا مادہ انھیں کے لئے ہے اور انھیں سے ہے۔ اور اس مطلب کو کئی بار بیان کیا جا چکا ہے۔ اور اگرچہ تمام اجساد ہی ان کے لئے ہیں۔ لیکن وہ چھانٹ کر جس جسد کو سب سے اچھا سمجھتے ہیں اسکو اپنے لئے مخصوص کر لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ تمام اجساد میں سے جو سب سے زیادہ اچھا ہوتا ہے اس جسد کا لباس اپنا لیتے ہیں بشرطیکہ سبب قابلیت کی بنا پر کوئی صارف نہ ہو۔"

شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت میں یہ عبارت صفحہ ۳۶۷ سطر ۲۹ تا ۳۱ پر ہے اور موسیٰ اسکوئی نے شیخ کے اس اصل کلام کو احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۰ سطر ۶ تا ۱۱ پر نقل کیا ہے جس کا عکس آگے چل کر یکجائی طور پر اکٹھا دیا جائے گا۔

(ب) جبرئیل کے دحیہ کلبی کی صورت میں آنے کی مثال

موسیٰ اسکوئی شیخ کے اصل کلام کو نقل کرتے ہوئے احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۰ کی سطر ۱۳ تا ۱۷ پر یوں رقم طراز ہے کہ شیخ نے یہ کہا ہے کہ:

"ہم نے جو یہ کہا ہے کہ اگر سبب قابلیت کی وجہ سے کوئی صارف و مانع نہ ہو تو وہ اچھی سے اچھی صورت کا لباس ہی پہنتے ہیں۔ تو اس کی مثال یہ ہے کہ جبرئیل جب بھی کسی نبی کے پاس ظاہر ہوتے تھے۔ یا جیسے مریم کے سامنے ظاہر ہوئے تو وہ اس زمانے کے خوبصورت ترین آدمی کی

صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دحیہ کلبی کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ کیونکہ وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔"

شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت میں یہ عبارت صفحہ ۳۶۸ سطر ۳ تا ۵ پر ہے۔ اور موسیٰ اسکوئی نے شیخ کی یہ عبارت اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۰ کی سطر ۱۳ تا ۱۷ پر نقل کی ہے۔ ہم اس کا عکس اس موضوع کے اختتام پر اکٹھا یکجائی طور پر دیں گے۔

(ج) اگر آئمہ علیہم السلام اپنی اصل صورت میں ظاہر ہو جاتے تو کوئی انہیں نہ دیکھ سکتا

موسیٰ اسکوئی شیخ احمد احسائی کے کلام کو شرح زیارت سے نقل کرتے ہوئے احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۰ سطر ۱۹ تا ۲۳ پر اور صفحہ ۳۱۱ سطر ۱ پر یوں رقم طراز ہے کہ:

اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام اپنی اصل صورت میں آ جاتے تو کسی میں بھی ان کے دیکھنے کی مجال اور طاقت نہیں تھی۔ خواہ وہ فرشتہ ہو یا وہ نبی ہو۔ اور وہ ان کو دیکھتے ہی غش کھا جاتے۔ لیکن اللہ نے ان کے ظہور کے لئے یہ مقدر کر دیا ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے ایسی صورت میں ظہور کریں جس کو وہ برداشت کر سکیں۔ ان کا نور سورج کی روشنی سے ہزار ہزار ہزار مرتبہ اور چار ہزار مرتبہ اور سات سو ہزار مرتبہ اور دس ہزار مرتبہ زیادہ ہے۔

شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت میں یہ عبارت صفحہ ۳۶۸ سطر ۶ تا ۷ پر ہے اور موسیٰ اسکوئی نے شیخ کی یہ عبارت اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۰ سطر ۱۹ تا ۲۳ و صفحہ ۳۱۱ سطر ۱ پر نقل کی ہے۔ جس کا عکس یکجائی طور پر

آگے دیا جائے گا۔

(د) آئمہ علیہم السلام کے قبیح صورت میں ظہور کی مثال

موسیٰ اسکوئی شیخ کی عبارت کو مسلسل نقل کرتے ہوئے اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۱ سطر ۱ تا ۷ پر یوں رقم طراز ہے کہ:

"ہم نے جو یہ کہا ہے کہ جب سبب مقابل کی وجہ سے کوئی صارف و مانع نہ ہو تو وہ اچھی سے اچھی صورت میں ہی ظہور کرتے ہیں۔ تو یہ اس لئے کہا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی صارف و مانع موجود ہو تو پھر وہ مقابل کی متغیر حالت کے تقاضا کے مطابق لباس میں جلوہ نما ہوتے ہیں۔ لیکن وہ مقابل ظاہری طور پر ان کے ظاہر کو ایسا دیکھتا ہے لیکن جس کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا نہیں ہوتا تو وہ ان کو اسی حالت میں مشاہدہ کرتا ہے جس میں وہ فی الحقیقت ہوتے ہیں۔ جیسے کہ تم سورج کو دیکھتے ہو۔ مثلاً جب وہ سبز و سرخ و زرد۔ ٹیڑھے اور ترچھے اور چھوٹے شیشوں پر چمکتا ہے تو سورج کی روشنی اس شیشے کے رنگ کے مطابق ہوتی ہے کہ جو مقابل میں ہے۔ لیکن حقیقت کو دیکھنے ...!!! سورج کے نور میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اصل تغیر ا[illegible] چیز کی وجہ سے واقع ہوا ہے کہ جو سورج کی شعاعوں کے مقابل میں ہے۔"

شیخ [illegible]ئی کی شرح زیارت میں یہ عبارت صفحہ ۳۶۸ سطر ۷ تا ۱۰ پر ہے اور موسیٰ اسکوئی نے اس کو اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۱ سطر ۱ تا ۷ پر نقل کیا ہے جس کا عکس آخر میں اکٹھا دیا جائے گا۔

مذکورہ دعاوی کی تائید میں دو روایات

شیخ احمد احسائی نے اپنے مذکورہ دعاوی کی تائید میں۔ جن کو ہم نے الف، ب، ج، د، چار عنوانات کے ماتحت علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے۔ (مفوضہ کی گھڑی ہوئی) حسب ذیل دو روایات بھی پیش کی ہیں۔ جن کو موسیٰ اسکوئی نے اپنی کتاب احقاق الحق میں صفحہ ۳۱۱ سطر ۷ تا ۲۳ اور صفحہ ۳۱۲ سطر ۱ تا ۳ پر نقل کیا ہے جو یہ ہیں:

روایت نمبر 1: "ابن ابی جمہور احسائی نے اپنی کتاب مجلی میں اور صاحب انیس السمراء و سمیر الجلساء نے اپنی کتاب میں جابر ابن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں بصرہ میں جناب امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ تھا اور اس عورت کے ساتھ ستر ہزار آدمی تھے۔ ان میں سے میں جس شکست خوردہ کو دیکھتا تھا تو وہ یہی کہتا تھا۔ کہ مجھے علی نے شکست دی۔ اور جس زخمی کو دیکھتا تھا۔ وہ یہی کہتا تھا کہ مجھے علی نے زخمی کیا۔ اور جس قریب المرگ کو دیکھتا تھا وہ یہی کہتا تھا کہ مجھے علی نے قتل کیا۔ میں لشکر کے دائیں حصہ میں ہوتا تھا تو علی کی آواز سنتا تھا اور قلب لشکر میں ہوتا تھا۔ تو علی کی آواز سنتا تھا۔ میں طلحہ کے پاس سے گزرا تو وہ جان کنی کی حالت میں تھا اس کے سینہ میں ایک تیر لگا ہوا تھا۔ پس میں نے اس سے کہا کہ تجھ کو یہ تیر کس نے مارا تو اس نے کہا کہ مجھے یہ تیر علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے مارا ہے' تو اس پر میں نے کہا کہ اے بلقیس کے گروہ' اور اے ابلیس کے لشکریوں علی نے تو کسی کی طرف تیر چلایا ہی نہیں' اور ان کے ہاتھ میں تو تلوار کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں۔ اس پر علی نے کہا کہ اے جابر کیا تم ان کی طرف دیکھتے نہیں ہو کہ وہ کس طرح کبھی ہوا میں بلند ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی زمین پر اتر آتے ہیں کبھی مشرق کی طرف سے آتے ہیں' اور کبھی مغرب کی طرف سے انہوں نے مشارق و

مغارب کو اپنے سامنے ایک جیسا بنا رکھا ہے۔ وہ جس شہ سوار کے پاس سے گذرتے ہیں اسے تہ تیغ کر دیتے ہیں۔ اور جو بھی سامنے آجاتا ہے اسے قتل کر دیتے ہیں۔ یا تلوار کا وار کرتے ہیں۔ یا اس کو اوندھا گرا دیتے ہیں۔ یا کہتے ہیں کہ اے دشمن خدا مرجا تو وہ مرجاتا ہے۔ ان سے تو کوئی بھی نہیں بچتا۔ پس میں نے اس کی باتوں پر تعجب کیا۔ اور امیر المؤمنین کے اسرار اور فضائل غریبہ اور معجزات باہرہ سے عجب بھی نہیں۔

روایت نمبر 2: اور کتاب مجلی میں مقداد ابن اسود کندی سے یہ روایت بھی لکھی ہوئی ہے کہ علی نے جنگ احزاب میں جب کہ میں خندق کے کنارے پر کھڑا ہوا تھا۔ عمرابن عبدود کو قتل کر دیا تو اس کے قتل ہوتے ہی لشکر مخالف سترہ گروہوں میں بٹ گیا۔ اور میں دیکھتا تھا کہ ہر گروہ کے پیچھے علی اپنی تلوار سے ان کو بھگاتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ حالانکہ آپ بہ نفس نفیس اپنے مقام پر کھڑے تھے اور کسی کے بھی پیچھے نہ گئے تھے۔ کیونکہ یہ آپ کے اخلاق کریمانہ کی ایک خصوصیت تھی کہ آپ کسی شکست خوردہ بھاگنے والے آدمی کا پیچھا نہیں کرتے تھے۔"

شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت میں مذکورہ عبارت صفحہ ۳۶۸ سطر ۱۰ تا ۱۷ پر ہے اور موسیٰ اسکوئی نے اس کو اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۱ سطر ۷ تا ۲۱ اور صفحہ ۳۱۲ سطر ۱ تا ۴ پر نقل کیا ہے۔ جس کا عکس آگے چل کر اکٹھا یکجائی طور پر دیا جائے گا۔

شیخ احمد احسائی کا استدلال اور موسیٰ اسکوئی کا بودا دفاع

شیخ احمد احسائی نے اپنے قیاسی اور خیالی فلسفہ کے ماتحت پہلے یہ ثابت کیا کہ آئمہ اطہار کا جسد ظاہری ایک لباس ہے۔ وہ جس وقت چاہیں اس لباس کو اتار دیتے ہیں۔ اور جس وقت چاہیں کسی دوسرے بدن کا لباس پہن لیتے ہیں۔ اور اس نے مثال کے طور پر زید کا نام لیا کہ زید کا جسم

چونکہ ان کے نور کی شعاع ہے لہٰذا وہ زید کے بدن پر خود زید کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اور اپنے اس نظریہ کی تائید میں اس نے ایسی دو روایات پیش کیں جن سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی جس صورت میں چاہیں آسکتے ہیں۔ اور ایک ساتھ کئی بدنوں میں ظہور کر سکتے ہیں۔ اور یہ دونوں روایات (جو دراصل غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات ہیں۔ اور غالیوں اور مفوضہ کی ایسی گھڑی ہوئی روایات کو رواج دینے کے لئے ہی اس نے اپنا خیالی و قیاسی فلسفہ ترتیب دیا ہے) بیان کرنے کے بعد اپنی کتاب شرح زیارت کے صفحہ ۳۶۸ کی سطر ۱۷ تا ۲۴ پر یہ استدلال کرتا ہے۔ کہ جس طرح جنگ جمل میں مروان بن حکم کی صورت میں آکر تیر مارا۔ اور جس طرح جنگ خندق میں لشکر کفار کی سترہ ٹکڑیوں کے پیچھے علی ہی اپنی تلوار سے بھگاتے جا رہے تھے اس سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت علی کئی جسموں میں ظاہر ہو سکتے ہیں اور وہ جس صورت میں چاہیں آ سکتے ہیں موسیٰ اسکوئی نے شیخ احمد احسائی کی مذکورہ عبارت کو اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۲ کی سطر ۴ تا ۱۲ پر نقل کیا ہے۔ جس کا عکس آگے اکٹھا یکجائی طور پر دیا جائے گا۔

شیخ احمد احسائی کا یہ بیان کہ حضرت علی نے مروان کی صورت میں آکر طلحہ کو تیر مارا۔ اتنا کھلا۔ اتنا صاف۔ اتنا واضح اور اتنا عیاں ہے کہ اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آسکتی کہ اس نے کیا کہا ہے۔ کیونکہ شیخ نے مذکورہ دونوں روایات کو نقل کرنے کے بعد ان سے یوں استدلال کیا ہے کہ:

یہ دونوں روایتیں اس مطلب پر صراحت کے ساتھ دلالت کرتی ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام جس شکل میں چاہیں اور جس صورت میں چاہیں ظہور کرتے رہتے ہیں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ وہ اپنی جگہ پر ہوتے ہوئے بھی سترہ گروہوں کو ان کے پیچھے اپنی تلوار سے بھگاتے

چلے جا رہے تھے۔ لیکن پہلی روایت اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے ظاہر بظاہر بھی گواہ ہے کیونکہ وہ ایک قبیح صورت میں ظاہر ہوئے اور وہ مروان بن الحکم کی صورت ہے۔ کیونکہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ طلحہ کو مروان بن الحکم نے تیر مارا تھا۔ اور چونکہ طلحہ کی موت کا وقت قریب آگیا تھا اور طلحہ حالت احتضار میں تھا۔ لہٰذا اس نے ملائکہ کو دیکھا تو اس کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا اور اب اس کی آنکھوں کی بصارت تیز ہو گئی تھی اس نے اصل حقیقت کا مشاہدہ کر لیا کہ جس نے اس کو تیر مارا ہے یہ تو علی علیہ السلام ہیں۔ جو مروان کی صورت میں آئے ہیں تاکہ اس کی ہلاکت کا وہ آلہ ہوں۔ پس طلحہ کی ہلاکت کے لئے اس کی قابلیت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ علی علیہ السلام کے ہاتھوں سے مروان کی صورت میں ظہور کر کے واقع ہو۔

یہ ترجمہ شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت کی عبارت کے مطابق ہے جو شیخ نے شرح زیارت کے صفحہ ۳۶۸ سطر ۱۷ تا ۲۳ پر تحریر کیا ہے۔ لیکن موسیٰ اسکوئی نے یہ دیکھتے ہوئے کہ شیخ کی اس بات پر شیعہ علماء اور شیعہ عوام انتہائی غضبناک ہیں اور شیخ کے خلاف ان کے دلوں میں نفرت کا ایک طوفان اٹھا ہوا ہے شیخ کی مذکورہ عبارت کو نقل کرتے ہوئے اس میں ردو بدل کر دیا چنانچہ شیخ کی شرح زیارت صفحہ ۳۶۸ سطر ۱۷ تا ۲۰ کی عبارت کو موسیٰ اسکوئی نے جس طرح اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۲ سطر ۴ تا ۱۲ پر نقل کیا ہے۔ اسے آمنے سامنے ملاحظہ کیجئے۔

عبارت شرح زیارت	عبارت احقاق الحق
نمبر 1: فهذان الحديثان صريحان فى ظهوره عليه السلام فيما شاؤا تعدد مظاہره و لا سيما الثانى حيث قال و يحصدهم بسيفه و هو عليه السلام فى موضعه۔	فهذان الحديثان صريحان فى ظهوره عليه السلام فيما شاؤا تعدد مظاہره و لا سيما الثانى حيث قال و يحصدهم بسيفه و هو عليه السلام فى موضعه۔
نمبر 2: و اما الاول فالا ستشهاد به ظاہر حيث انه ظهر فى صورة قبيحه و هو صورة مروان بن الحكم۔	و اما الاول فالا ستشهاد به ظاہر حيث انه ظهر فى صورة قبيحه و هو صورة مروان بن الحكم۔
نمبر 3: للاتفاق على ان طلحه انما رماه بالنبلة مروان بن الحكم	للاتفاق ان الذى رماه هو على عليه السلام لكونه آلة ہلاكه
نمبر 4: xxxxxxxx xxxxxxxx xxxxxxxx	فاقتضت قابليت ہلاكه على ظهوره عليه السلام لان مقتضى قوابل الموت۔
نمبر 5: ولما كان طلحه قد حضره الموت	xxxxxxxx xxxxxxxx

نمبر 6: و عاین الملا ئکۃ و عاین الملا ئکہ کشف عنہ کشف عنہ غطاء ہ فبصرہ ح غطاء ہ فبصرہ حینئذ حدید حدید۔

نمبر 7: فشاھد الحقیقبہ ان فشاھد الحقیقہ ان الذی رماہ الذی رماہ ھو علی فی صورۃ ھو علی فی صورۃ مروان بن مروان بن الحکم لکونہ آلۃ الحکم لکونہ آلۃ ھلاکہ ھلاکہ فاقتضت قابلیت فاقتضت قابلیت ھلاکہ علی ھلاکہ علی یدیہ ظہورہ فی ظہورہ فی صورتہ صورتہ۔

قارئین محترم موسیٰ اسکوئی اپنے شیخ کے لئے شیعوں کی نفرت اور غضب کو دور کرنے کے لئے ایسا بوکھلایا کہ اس کے دفاع میں شیخ کی عبارتوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ مذکورہ دونوں عبارتیں ملاحظہ کر کے قارئین یہ فیصلہ کرنے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں کریں گے کہ روسائے شیخیہ احقاقیہ شیخ کا دفاع کرنے کے لئے خیانت مجرمانہ سے بھی باز نہیں آتے اور یہ حضرات اپنے مقام پر جہاں شیخ کی کسی انتہائی کریہہ اور قبیح بات کو چھپانا ضروری سمجھتے ہوں یا تو صاف انکار کر دیتے ہیں کہ ہمارے شیخ نے ایسا نہیں کہا جس کو ہم نے اپنی کتاب نور محمد میں بڑے زور دار طریقے سے ثابت کیا کہ اس کے شیخ نے ایسا کہا ہے یا ان کے کلام میں بد دیانتی سے تحریف کر دیتے ہیں چنانچہ شیخ کی شرح زیارت صفحہ ۳۶۸ سطر ۱۷ تا ۲۰ کی جو عبارت رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی نے اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۲ سطر ۴ تا ۱۲ پر نقل کی ہے انہیں اوپر آمنے سامنے ملاحظہ کریں۔

شیخ کی مذکورہ استدلال کے بعد مزید مثالیں

شیخ احمد احسائی مذکورہ روایت سے اپنے مطلب پر استدلال کرنے کے بعد شرح زیارت کے صفحہ ۳۶۸ سطر ۲۰ تا ۲۴ پر مزید مثالیں یوں بیان کرتا ہے کہ:

اللہ تعالیٰ کے قوابل کے تقاضا کے مطابق ضروری ہے کہ اسباب مفعولات سے متعلق ہو کر ظاہر ہوں کیونکہ نظم طبیعی کے مطابق احکام حکمت الٰہیہ کے چلانے کے لئے یہ تقاضا ضروری ہے۔ پس رضوان خازن جنت تو بہترین صورت میں ظہور کرتا ہے کیونکہ نعیم و تنعم کا تقاضا یہی ہے۔ اور مالک جو خازن جہنم ہے۔ وہ دشمنوں کے لئے قبیح ترین صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام اپنے دوستوں کے لئے احسن صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور دشمنوں کے لئے وحشتناک صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور حب اور بغض کا تقاضا یہی ہے۔ چونکہ طلحہ حالت نزع میں تھا اور اصل حقیقت کو دیکھ رہا تھا۔ اور یہ تمام پردوں کے ہٹ جانے کی حالت ہے۔ لہٰذا اس نے مروان بن الحکم کو نہیں دیکھا۔ بلکہ اس نے علی علیہ السلام کو دیکھا اور جن کی آنکھوں کے سامنے سے کمال یا انحصار نہ ہونے کے سبب سے پردے نہیں ہٹے تھے۔ انہوں نے علی علیہ السلام کو نہ دیکھا بلکہ انہوں نے مروان کو دیکھا موسیٰ اسکوئی نے شیخ کی اس عبارت کو اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۲ سطر ۱۲ تا ۲۰ پر نقل کیا ہے۔ جس کا عکس یکجائی طور پر آگے چل کر اکٹھا دیا جائے گا۔

مذکورہ تمام مثالوں اور مذکورہ تمام دلائل کو پڑھنے کے بعد اس بات میں ذرا سا بھی شک اور شبہ باقی نہیں رہتا کہ شیخ احمد احسائی نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ حضرت علی نے مروان کی صورت میں آ کر طلحہ کو تیر مارا تھا۔ لیکن رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی نے جب یہ دیکھا کہ

شیعان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ شیخ کے اس بیان پر انتہائی غضبناک ہیں تو اس نے اس کا دفاع کرنے کے لئے اول تو اس کی اصل عبارت کو تبدیل کر دیا جسے اوپر بھی آمنے سامنے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اور آگے چل کر اوپر نیچے ان کے عکس بھی ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں دوسرے موسیٰ اسکوئی نے شیخ کے دفاع میں خود جو تاویل کی اس سے وہ خود واضح طور پر تفویض کا اقبال کر کے کفر و شرک کے گڑھے میں جا پڑا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۶ سطر ۳ تا ۲۱ پر لکھتا ہے کہ۔

پس یہ بات ظاہر ہو گئی ہے کہ امام علیہ السلام کے مروان کی صورت میں ظہور کرنے سے شیخ کی مراد امام علیہ السلام کا طلحہ کے قتل کے لئے مروان کو واسطہ اور آلہ قرار دینا تھا۔ یعنی احکام الٰہی کے جاری ہونے کے لئے قوابل و محال کے اقتضاء کے مطابق۔ حضرت علی علیہ السلام کے فعل کا مروان کے ذریعہ اظہار تھا۔

ایسا نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا ہے کہ حضرت علی نے قبیح صورت کا لباس پہن کر اس کی صورت اختیار کر لی۔ اور وہ مروان بن الحکم کی صورت تھی۔ اور مختصر الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ چونکہ طلحہ کے لئے امر واقع کا مشاہدہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی کیونکہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹ گیا تھا تو اس نے اصل واقعہ اور نفس الامر کا ادراک کر لیا۔ اور اس نے واسطہ اور آلہ کی طرف توجہ نہیں کی بلکہ اس نے سبب اعظم کو دیکھا۔ اور وہ علی علیہ السلام تھے۔ اور اس نے یہ دیکھا کہ اصل تیر کے چلانے والے اور اس کے قاتل تو وہی یعنی علی ہی ہیں۔ اور موت و حیات کی باگ ڈور انہیں کے ہاتھ میں ہے جو ان کے خالق اللہ تعالیٰ نے ان کو تفویض کی ہوئی ہے۔ جہاں تک دوسرے لوگوں کا تعلق ہے۔ تو چونکہ ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ اور ان کے لئے اصل حقیقت واقع کو دیکھنے میں رکاوٹ تھی تو انہوں نے وہ دیکھا جو طلحہ کی

حقیقت اور موقع و محل کا تقاضا تھا۔ اور وہ مروان کا اس کے قتل کے لئے واسطہ ہونا۔ اور اس کے ہاتھ سے تیر کا پھینکا جانا تھا۔ اور ظاہری طور پر اس کی طرف قتل کی نسبت کا ہونا تھا۔

اور بالجملہ اب جب کہ تم پر شیخ الاوحد کی منقولہ عبارت سے اس کی مراد ظاہر ہو گئی ہے تو تم اس کی مکرر عبارتوں سے اور واضح بیانات سے فاضل معاصر یعنی آیت اللہ شہرستانی اور دوسرے لوگوں کے اشتباہ کے طریقہ کو جان گئے ہوں گے۔

اور آیت اللہ شہرستانی رحمت اللہ علیہ نے چونکہ یہ گمان کر لیا کہ اس سے شیخ کی مراد حضرت علی کا مروان کے لباس میں اور اس کی صورت میں آنا ہے تو انہوں نے شیخ کی طرف اس بات کی نسبت دی جو ان کے لائق نہیں تھی۔ اور انہوں نے یہ کہا کہ "چگونہ میتواں اعتقاد نمود کہ آنحضرت بجسد مروان ملتبس شود۔ یعنی یہ اعتقاد کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضرت علی مروان کے جسم میں ظہور کریں۔

اور بحمد اللہ تم نے جان لیا کہ آیت اللہ السید محمد حسین المرعشی الشہرستانی نے شیخ احمد احسائی کی طرف جس بات کی نسبت دی ہے وہ اس کے کلمات میں غور نہ کرنے اور اس کے مقدمات سے غفلت کرنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے موسیٰ اسکوئی کی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۶ سطر ۳ تا ۲۱ کا عکس آگے اکٹھا دیا جائے گا۔

قارئین محترم آپ چاہے ہزار بار غور کریں دس ہزار بار غور کریں بلکہ ستر ہزار بار غور کریں شیخ احمد احسائی نے جو مثالیں دی ہیں۔ اور جن روایات سے استدلال کیا ہے۔ ان کی موجودگی میں آیت اللہ السید محمد حسین شہرستانی۔ اور ملا رضا ہمدانی اور دیگر بزرگ شیعہ علماء نے شیخ کے کلام سے جو مفہوم سمجھا ہے اس کا اس کے سوا اور کوئی مطلب اور مفہوم بنتا ہی نہیں کہ حضرت علی نے مروان کے لباس میں اور مروان کی صورت

میں آکر طلحہ کو تیر مارا۔ اور شیخ کے ظاہری الفاظ بھی یہی ہیں۔

قارئین محترم ذرا اس روایت میں غور کریں جس میں حضرت علی کی طرف منسوب کر کے یہ کہا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا: میں ہر وقت اور ہر زمانہ میں صورت بدل بدل کر آتا رہتا ہوں۔ اور حضرت علی کی طرف منسوب اس بات میں غور کریں کہ آپ نے فرمایا۔ میں جس صورت میں چاہوں منتقل ہو جاتا ہوں۔ اور اس بات میں غور کیجئے کہ خندق کے دن بھاگنے والوں کی ستر ٹکڑیاں تھیں۔ اور ہر ٹکڑی کے پیچھے حضرت علی ہی تھے جو انہیں بھگاتے چلے جا رہے تھے حالانکہ وہ اپنے مقام پر کھڑے تھے' اور آپ کے زید کے جسم پر زید سے زیادہ اولیٰ ہونے پر غور کیجئے۔ اور جبرئیل کے دحیہ کلبی کی شکل میں آنے کی مثال میں غور کیجئے۔ اور رضوان جنت خازن بہشت کے اچھی صورت میں آنے کی مثال میں غور کیجئے۔ اور مالک خازن جہنم کے قبیح صورت میں آنے کی مثال میں غور کیجئے اور خود حضرت علی کے اپنے دوستوں کے لئے اچھی صورت میں آنے کی مثال میں غور کیجئے اور اپنے دشمنوں کے لئے قبیح صورت میں آنے کی مثال میں غور کیجئے۔ اتنی محنت کر کے اور اتنی مثالیں اور اتنی دلیلیں دینے کے بعد شیخ احمد احسائی نے جو بات ثابت کی تھی کہ حضرت علی نے مروان بن الحکم کے لباس میں اور اس کی صورت میں آکر طلحہ کو تیر مارا تھا اس کے لئے رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی الاحقاقی علماء و مجتہدین شیعہ اور شیعہ عوام کے غضب اور نفرت کو دور کرنے کے لئے یہ کہتا ہے کہ آیت اللہ شہرستانی اور دوسرے شیعہ علماء کو شیخ کے کلمات میں غور نہ کرنے اور اس کے مقدمات سے غفلت کرنے کی وجہ سے یہ وہم ہوا ہے۔

لیکن قارئین محترم آپ اچھی طرح سے غور کریں کہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ نے نہ صرف حضرت علی کے مروان بن الحکم کی صورت میں آنے کی کراہت کو دور کرتے کرتے تفویض کا بالفاظ واضح اقرار کر لیا ہے۔

اور اس طرح سے کفر و شرک کے گڑھے میں جا گرا ہے۔ بلکہ اس سے غلط طور پر شیخ کی صفائی دیتے دیتے ایک اور بات اتنی فحش اور بیہودہ اور نفرت خیز و غضب انگیز کہی ہے جو شیعان حقہ جعفریہ اثنا عشریہ کے لئے حضرت علی کے مروان کی صورت میں آکر طلحہ کو تیر مارنے سے بھی زیادہ ناقابل برداشت ہے۔ جسے موسیٰ اسکوئی نے اپنی کتاب احقاق الحق کے صفحہ ۳۱۵ سطر ۲۰ تا ۲۳ پر شیخ کا اصل مقصد و مراد سمجھانے کے لئے تحریر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ:

"ان حقیقة طلحه اقتضت ان یکون قتله علی ید قبیح و واسطة قبیح و هو مروان ان کان الممد حقیقة لمروان والمحرک له هو علی علیه السلام "بهم تحرکت المحرکات وبهم سکنت السواکن"

یعنی طلحہ کی حقیقت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ قبیح ہاتھ سے قتل ہو اور قبیح واسطے سے قتل ہو اور وہ مروان ہے۔ اور اگرچہ مروان کے ہاتھ کو حرکت دینے والے علی ہی تھے۔ "کیونکہ جو چیز بھی حرکت کرتی ہے اس کو حرکت دینے والے علی ہی ہیں' اور جو چیز ساکن ہے' اس کو حالت سکون میں رکھنے والے بھی علی ہی ہیں" موسیٰ اسکوئی کی کتاب احقاق الحق کی اس عبارت کا عکس اس کے صفحہ ۳۱۵ سطر ۲۰ تا ۲۳ سے آگے چل کر اکٹھا یکجائی طور پر دیا جائے گا۔

قارئین محترم! موسیٰ اسکوئی کا یہ کلام اتنا فحش' اتنا گندہ' اتنا بے ہودہ' اتنا نفرت خیز اور اتنا غضب انگیز ہے کہ ہم اس کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے۔ ذرا آپ ہی حضرت علی کے لئے موت و حیات کی تفویض کے بارے میں غور کریں' اور پھر ہر قاتل کے ہاتھ کو حرکت دینے کے لئے حضرت علی کو ہی محرک کہنے پر غور کریں۔ اور جس کی موت کا تقاضا قبیح صورت کے واسطے سے ہو' اس کے واسطہ ہونے پر غور کریں' اور پھر شمر کی

صورت پر غور کریں، اور شمر کے خنجر کو حرکت دینے والے پر غور کریں۔
اور امام حسین علیہ السلام کے اصل قاتل پر غور کریں۔ چونکہ جب رئیس
مذہب شیعہ احقاقیہ کویت مرزا موسیٰ اسکوئی کے نزدیک دنیا میں جو بھی قتل
ہوتا ہے اس کے قاتل کے ہاتھ کو حرکت دینے والے حضرت علی ہی ہیں۔
تو اب غور کریں کہ اس کے اس نظریہ کے مطابق امام حسین کے حلق پر
خنجر کے پھیرنے والا کون تھا۔ اور شمر کے ہاتھ کو حرکت دینے والا کون تھا۔
اور شمر کی صورت حسینؑ تھی یا قبیح تھی اور اگر قبیح تھی تو امام حسین کے
واسطہ قتل اور آلہ قتل کی قباحت میں غور کریں اور امام حسینؑ کے اقتضائے
قتل پر غور کریں اور خوب اچھی طرح سے غور کریں کہ حضرت عباس کے
سر پر گرز لگانے والے کے ہاتھ کو حرکت دینے والا کون تھا اور مشک سکینہ
پر تیر چلانے والے کے ہاتھ کو حرکت دینے والا کون تھا۔ اور حضرت عباس
کو تیروں، نیزوں اور تلواروں سے قتل کرنے والے کے ہاتھ کو حرکت
کس نے دی؟ اور حضرت علی اصغر کے حلق مبارک پر تیر مارنے والے کے
ہاتھ کو حرکت کس نے دی؟ کیونکہ "بھم تحرکت المحرکات و بھم
سکنت السواکن" (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

قارئین محترم یہ ہے جداگانہ نوع کا مسئلہ جسے مولانا محمد اسماعیل نے
تنبیہہ المؤمنین میں عقیدہ اول کے طور پر بیان کیا۔ مولانا محمد بشیر انصاری
نے جداگانہ نوع کے ثبوت میں حقائق الوسائط لکھی۔ شیفتہ صاحب اور
تصدق حسین صاحب اور سید اکبر حسین صاحب نے تائید حق میں جداگانہ
نوع کو اتنی اہمیت دی کہ اسے سب سے اول لکھا۔ اور اس کو تمام مسائل
کی بنیاد قرار دیا۔ مرزا یوسف حسین نے حقائق العقائد میں صفحہ ۹ پر جداگانہ
نوع نہ ماننے والوں اور بنی نوع انسان کی اشرف ترین واکمل ترین فرد کہنے
والوں کو خالصی کے تابعین لکھا۔ اور مولانا محمد اسماعیل نے اپنی کتاب تنبیہہ
المؤمنین میں عقیدہ دہم میں یہ لکھا ہے کہ: "فرشتوں کی حرکت و سکون

بدست اہل بیت ہونے کا عقیدہ" اور بھم تحرکت المحرکات و بھم سکنت
السواکن کا نتیجہ آپ نے اوپر ملاحظہ کر لیا۔ اب مذکورہ عنوان کے تحت جتنے
حوالے دیئے گئے ہیں ان سب کے عکس اس سے آگے یکجائی طور پر ملاحظہ
کیجئے۔

عکس احقاق الحق صفحہ 308 سطر 2 تا 21
و
عکس احقاق الحق صفحہ 309 سطر 1 تا 10

واما ذكره الهمداني في العبارة المنقولة عنه من رسالته (هدية النملة)
في اول المقالة، ونسب اليه عطر ومسه، وهو تصور علي امير المؤمنين عليهم
السلام بصورة مروان في قتل طلحة، فليس بمختص له، بل نسب غيره
ايضا ذلك اليه من دون اطلاع والتفات الى مراده ومقصوده، واستوحش
من ذلك غاية الاستيحاش. ولما كان كلام الهمداني كلاما مشتملا على الفاحش
الفاحش في بعض المقام، ولم يكن قابلا لصرف العمر وتضييع الاوقات،
أعرضنا عنه وعندنا نقل الكلام الفاضل المعاصر المرحوم من رسالته (ازهاق
الفاروق): في ابطال تلك النسبة، وتوضيح المقصود والمرام، بطهر بطلان
قول الهمداني وجوابه، قال رحمه الله: از جمله مطالبيه شيخ گفته مسئله
امير المؤمنين عليه السلام در وقعه جمل بصورت مروان مصور شده وتير الله
افكند، وطلحه راكشت زيراكه چون از طلحه سؤال كردندكه كي تراينجا
كشت، گفت علي، وحال آنكه مسلم است كه در ظاهر مروان تيرزداورا، وچون
طلحه در حال احتضار وكشف باطن بود حضرت‌را شناخت، وديگر آنچون
صاحب بصيرت نبودند مروان را ميديدند، قال في شرح قوله (واجسادكم
في الاجساد): والمراد في اجسادهم اجساد من سواهم فانها لهم، فانهم
يلبسون ما شاؤا ويخلعون ما شاؤا، فهم اولى بجسد زيد منه، لكنهم
يلبسون احسنها لبعده عن التغيير، الا اذا حصل عارض، فيظهرون بمقتضاه
على حسب قابلية الرائي، ولهذا ظهر لطلحة في وقعة جمل بصورة مروان
حيث رماه بالنبل، فقال: رماني علي مع الاتفاق على ان مروان هو الذي
رماه، ولما كان طلحة في حالة الموت وكشف الغطاء رأى الحقيقة ولم ير
مروان، ومن يكشف له الغطاء يرى مروان ولا يرى عليا انتهى ملخصا.
ومتشرعة اين استدلال را باطل دانند، اولا: قول طلحة حجت نيست.

وثانيا : محتمل است كه مراد طلحة از باب تسبيب باشد يعني : انحضرت
سبب قتل او شدند بامر ونحو ان ، يا انكه اين كلام گفته كه حضرتراتهم
بمباشرت قتل خود كند شايد بسبب ان فتنه بر پاشود ، مانند فتنه كه
بتهمتِ قتل عثمان ، بر خواست ؛ پس باين حرف محتمل الوجوه ، بي
پاچگونه ميتوان اعتقاد نمود كه انحضرت في الحقيقة بجسد مروان متلبس
شدند ، وچگونه شيعه راضي باين معنى ميشوند ؟ وچگونه انرا فضيلت
ميشمارد ؟ انتهى كلامه .

عکس احقاق الحق صفحہ 310 سطر 6 تا 23

غيرهم ، فان حقايق اجساد ما سواهم لهم ، وهم اولى بها من غيرهم ، فانهم
يلبسون ما شاؤا ويخلعون ما شاؤا ، نعم اولى بجسد زيد منه ، لأن ذلك
الجسد من شعاعهم اعطوه زيدا عارية ، فهم اولى به من زيد ، لأن المادة
لهم ومنهم ، وقد تقدمت الاشارة الى ذلك مرارا فراجع . وانما جاز هذا ،
بمعنى انهم اختصوا ببعض منها دون بعض ، مع ان كلها لهم ، لانهم انما
يلبسون احسنها لبعده عن التغير او لقلة التغير فيه ، لاستقامة طبيعة من
البسوه اياه ، ولصلاحه وعمله الموافق لسنتهم ، فقل تغييره ، فكانت صورته
أقرب الى حاله حال بروزه عنهم . وقال بعد سطرين : وانما قلنا انهم
يلبسون احسنها اذا لم يحصل صارف عن الاحسن من سبب القابلية ، كما
كان جبرئيل في كل وقت ظهر فيه لاحد من الانبياء ، او حين ظهر لمريم ، فانه
يظهر في اجمل صورة في ذلك الزمان ، كما كان يظهر لمحمد (ص) في صورة
دحية بن خليفة الكلبي لانه اجمل اهل زمانه ، وذلك لما قلنا : من ان اجمل
صورة توجد في زمان الظهور تكون اقرب الى تلك الحقيقة الظاهرة الطيبة
لاعتدال مزاجها ، وان كانت لاتبلغ اعتدال تلك الحقيقة الطيبة . فانه لو
خرج (ص) والائمة (ع) على ما هو عليه من جمال صورته المطابقة
لحقيقته لما رآها احد من ملك او نبي او غيرهما الا وصعق لوقته ، ولكن
الله سبحانه قدرظهورهم على قدر احتمال من دونهم ، ممن يظهرون له مما
أشرنا اليه فيما تقدم ، من ان نورهم يزيد على الشمس بالف الف مرة ،

عکس احقاق الحق صفحہ 311 سطر 1 تا 21

عکس احقاق الحق صفحہ 312 سطر 1 تا 4

واربعة الاف مرة وسبعمائة الف مرة وعشرة الاف مرة . وانما قلنا : اذا لم
يحصل صارف عن الاحسن من سبب القابلية لانه لو حصل صارف كذلك
لبسوا ما اقتضته القابلية المتغيرة ، على انه في ظاهرهم بأن يرى ظاهرهم في
ذلك ، ومن لم يكن على عينيه غطاء رآهم على ماهم عليه في هذه الحال ،
كما ترى الشمس اذا أشرقت على المرايا الملونة بالخضرة والحمرة والصفرة
مثلا ، وبالاعوجاج والصغر ظهر نورها بلون القابل ، والبصير لايرى في
نورها تغيرا لأن التغير انما هو في القابل ، ومن ذلك ما رواه ابن ابي
جمهور الاحسائي في المجلى ، ورواه صاحب كتاب انيس السمراء وسمير
الجلساء في كتابه عن جابر بن عبد الله الانصاري قال : شهدت البصرة مع
امير المؤمنين عليه السلام ، والقوم قد جمعوا مع المرأة سبعين الفا ، فما
رأيت منهم منهزما الا وهو يقول : هزمني علي (ع) ، ولا مجروحا الا
هو يقول : جرحني علي عليه السلام ، ولا من يجود بنفسه الا وهو يقول :
قتلني علي ، ولا كنت في الميمنة الا وسمعت صوت علي ، ولا في الميسرة الا
وسمعت صوت علي ، ولا في القلب الا وسمعت صوته . ولقد مررت بطلحة
وهو يجود بنفسه وفي صدره نبلة ، فقلت له : من رماك بهذه النبلة ؟ فقال :
علي بن ابي طالب . فقلت : ياحزب بلقيس ويا جند ابليس ، ان عليا لم يرم
بالنبل وما بيده الا سيفه . فقال : ياجابر اما تنظر اليه كيف يصعد في الهواء
تارة ، وينزل في الارض اخرى ، ويأتي من قبل المشرق مرة ، ومن قبل
المغرب أخرى ، وجعل المغارب والمشارق بين يديه شيئا واحدا ، فلا يمر
بفارس الاطعنه ، ولا يلقي أحدا الا قتله او ضربه او اكبه لوجهه ، او قال :
مت ياعدو الله فيموت ، فلا يفلت منه أحد . فتعجبت مما قال ، ولا عجب
من اسرار امير المؤمنين وغرائب فضائله وباهر معجزاته . وروى في المجلى
ايضا عن المقداد بن الاسود الكندي ان عليا يوم الاحزاب وقد كنت واقفا
على شفير الخندق وقد قتل عمر بن عبدود ، واقبلت بقتله الاحزاب ،
وافترقوا سبع عشر فرقة ، واني لأرى كلا في اعقابها عليا يحصدهم بسيفه
وهو عليه السلام في موضعه لم يتبع أحدا منهم ، لانه عليه السلام من كريم
أخلاقه انه لم يتبع منهزما انتهى .

موسیٰ اسکوئی کی خیانت مجرمانہ

قارئین محترم! آپ شرح زیارت اور احقاق الحق کی عبارتیں سابقہ صفحات میں آمنے سامنے ملاحظہ کر چکے اب ان دونوں کتابوں کے عکس (فوٹوسٹیٹ) اوپر نیچے ملاحظہ کیجئے۔

عکس احقاق الحق صفحہ 312 سطر 4 تا 12!

(۱) فهذان الحديثان صريحان في ظهوره عليه السلام فيما شاء وتعدد مظاهره ولا سيما الثاني ، حيث قال : ويحصدهم بسيفه وهو عليه السلام في موضعه . واما الاول فالاستشهاد به ظاهر ، حيث ظهر انه ظهر في صورة قبيحة وهو صورة مروان بن الحكم ، للاتفاق ان الذي رماه هو علي عليه السلام في صورة مروان بن الحكم لكونه آلة هلاكه فاقتضت قابلية هلاكه على ظهوره عليه السلام في صورته ، لأن مقتضى قوابل الموت وعاين الملائكة كشف عنه غطائه فبصره حينئذ حديد ، فشاهد الحقيقة ان الذي رماه هو علي (ع) في صورة مروان بن الحكم لكونه آلة هلاكه فاقتضت قابلية هلاكه على ظهوره عليه السلام في صورته ،

عکس شرح زیارت صفحہ 368 سطر 17 تا 24

فهذان الحديثان صريحان [illegible]

عکس احقاق الحق صفحہ 316 سطر 3 تا 21

فتبين ان مراده من ظهور الامام عليه السلام في صورة مروان ، هو جعله عليه السلام مروان واسطة وآلة في قتل طلحة ، يعني : اظهار فعله عليه السلام من مروان على حسب اقتضاء القوابل والمحال ، تمشية للاحكام الالهية ، لاماتوهم من تلبسه وتصوره عليه السلام بصورة قبيح ، وهي صورة مروان بن الحكم . وبعبارة مختصرة : انه لما لم يكن في طلحة مانع وصارف عن مشاهدة الواقع ، من حيث كشف الغطاء عن بصره ، ادرك الواقع ونفس الامر ، ولم يلتفت الى الواسطة والالة بوجه ، بل نظر الى السبب الاعظم وهو علي عليه السلام ، ورأى انه هو الرامي والقاتل له ، وبيده زمام الحياة والممات تفويضا من الله خالقه . واما سائر الناس لما كانت على أبصارهم غشاوة ، ولهم مانع وصارف عن مشاهدة الواقع وحقيقة الامر ، راوا ما اقتضاه المحل وحقيقة طلحة ، وهو توسط مروان في قتله ، وجريان الرمي على يده ، ونسبة القتل اليه ظاهرا .

وبالجملة لما ظهر لك مراد الشيخ الاوحد من عبارته المنقولة ، بعبارات مكررة وبيانات واضحة ، عرفت طريق اشتباه الفاضل المعاصر المرحوم وغيره ، وهو رحمه الله لما زعم ان مقصود الشيخ الاوحد هو تلبس علي عليه السلام بلباس مروان ، وتصوره بصورته ، نسب اليه مالا يليق به ، وقال : چگونه ميتوان اعتقاد نمودكه انحضرت بجسد مروان متلبس شود ؟ يعني : كيف يمكن ان يعتقد ان عليا يتلبس بجسد مروان ؟ وقد عرفت بحمد الله ان مانسبه الى ذلك الاوحد نشأ من عدم التأمل في كلماته ، والغفلة عن مقدماته ، ثم

عکس احقاق الحق صفحہ 315 سطر 20 تا 23

: ان حقيقة طلحة اقتضت ان يكون قتله على يد قبيح ، اوواسطة قبيح ، وهو مروان ، وان كان المد حقيقة لمروان والمحرك له هو علي عليه السلام : « بهم تحركت المتحركات ، وبهم سكنت السواكن » ، وقوله : « لأن مقتضى قوابل افعاله سبحانه وتعالى ان تظهر

عکس احقاق الحق صفحہ 312 سطر 12 تا 21

لان مقتضى قوابل

لقابله سبحانه وتعالى ان تظهر اسباب تعلقها بالمعولات على ما اقتضته تلك القوابل تمشية لاحكام الحكمة الالهية على النظام الطبيعي ، فظهرت صورة رضوان خازن الجنان على أحسن صورة كما هو مقتضى التنعيم والتسم، فظهرت صورة مالك خازن النيران على اقبح صورة لاعدائه كما هو مقتضى التعذيب والتأليم ، كما ان على عليه السلام ليظهر في احسن صورة لاوليائه وانسها ، ويظهر في اوحش صورة لاعدائه ، وهذا مقتضى الحب والبغض ، فلما كان طلحة في حالة النزع والمعاينة ، وهي حالة كشف الغطاء ، لم ير مروان بن الحكم وانما رأى عليا ، ومن لم ينكشف عنه الغطاء لكمال او لاحتضار لم ير عليا وانما يعاين مروان بن الحكم انتهى كلامه الشريف .

قارئین محترم یہاں تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے یہ خرافات شیعہ کی دلدل اور کیچڑ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے ایک چھینٹے یا ایک قطرہ سے بھی کم ہے۔ لیکن چونکہ رئیس مذہب شیعہ احقاقیہ کویت مرزا حسن الحائری الاحقاقی ابن مرزا موسیٰ الاسکوئی الاحقاقی مصنف احقاق الحق کی زیر سرپرستی پاکستان میں چلنے والے اداروں' شائع ہونے والے ماہناموں اور ہفت روزہ رسالوں اور ان سے فریب کھائے ہوئے تمام شیعوں اور تمام صاحبان انصاف اور اپنی عاقبت کی خیر منانے والوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لئے اتنا لکھنا ہی کافی ہے لہٰذا ہم نبوت کے بیان کی پہلی شرط کہ وہ انسان ہوتا ہے۔ یہیں پر ختم کرتے ہیں اور نبوت کے لئے اب دوسری شرط کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

نبوت کے لئے دوسری شرط:۔

نبوت کے لئے دوسری شرط یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ بلا واسطہ بشر خدا کی طرف سے خبر دیتا ہے۔ جسے اصطلاح میں علم وحی و الہام یا علم حصولی یا علم لدنی یا علم وہبی کہا جاتا ہے۔ جو ہر نبی کو بذریعہ وحی و الہام حاصل ہوتا ہے۔ لیکن شیخ احمد احسائی اور پیروان شیخ ان کے علم حضوری یا عالم الغیب ہونے کے قائل ہیں۔ جسے مولانا محمد اسماعیل نے تنبیہ المومنین میں اپنے چوتھے اور ساتویں عقیدے کے طور پر لکھا ہے۔

انبیاء و آئمہ کے عالم الغیب یا علم حضوری کا مسئلہ

یہ مسئلہ بھی شیخ احمد احسائی کے فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کی علت فاعلی کا شاخسانہ ہے شیعہ نکتہ نظر سے خداوند تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو بذریعہ وحی اتنے علوم تعلیم فرماتا ہے جتنی ان کو ضرورت ہوتی ہے۔ اور جس بات کی ان کو ضرورت نہیں ہوتی اس کا علم انہیں نہیں بھی دیتا اور یہ

بات حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے واقعہ میں غور کرنے سے اچھی طرح سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

اور خداوند تعالیٰ نے پیغمبر اکرم ﷺ اور ان کے توسط سے آئمہ علیہم السلام کو بذریعہ وحی اتنے غیب کے علوم عطا فرمائے کہ کوئی شخص ان کا احصار نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود خداوند تعالیٰ نے پیغمبر اکرم ﷺ کو یہ دعا کرنے کی ہدایت کی کہ اے پیغمبر یہ دعا کرو کہ "قُل رَبِّ زِدنی علماً" (طٰہٰ: ۱۱۴) یعنی اے اللہ میرے علم میں اور زیادتی فرما۔ لہٰذا پیغمبر کو جتنا علم حاصل تھا اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا۔ پھر اصل بحث کیا ہے۔ اصل بحث یہ نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ نے بذریعہ وحی ان کو بے شمار علوم اور غیب کی خبریں نہیں پہنچائی ہیں۔ بلکہ اصل بحث یہ ہے کہ خدا نے تو ایک کام کے سوا اور کوئی کام کیا ہی نہیں۔ اور وہ ایک کام صرف محمد و آل محمد کا خلق کرنا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ بھی کیا۔ اور جو کچھ بھی کرتے ہیں۔ اور جو کچھ بھی کریں گے اس کی علت فاعلی محمد و آل محمد ہیں۔

خداوند عالم کو عالم الغیب اس لئے مانا جاتا ہے کہ وہی تمام کائنات کا خالق ہے۔ وہی اس مخلوق کا خالق ہے جو گذر چکی ہے اور وہی اس مخلوق کا بھی خالق ہے جو اب موجود ہے۔ اور وہی اس مخلوق کا بھی خالق ہے جو آئندہ پیدا ہو گی۔ لہٰذا وہ اپنی اس ساری مخلوق سے باخبر ہے پس اس کا علم حضوری ہے۔ وہی عالم الغیب ہے وہ اپنے اس علم غیب میں سے بذریعہ وحی جسے چاہے جتنا دے۔ اور اس کا یہ علم اس کی عین ذات ہے۔

مگر جب یہ کہا جائے گا کہ خدا نے تو حقیقت محمدیہ کو خلق کرنے کے بعد اور کچھ خلق ہی نہیں کیا۔ بلکہ بعد میں جو کچھ خلق کیا وہ حقیقت محمدیہ نے خلق کیا۔ اور آئندہ جو کچھ بھی خلق ہو گا اس کی خلق کرنے والی بھی حقیقت محمدیہ ہے۔ تو اب مقام علم میں حقیقت محمدیہ خالق کے مقام میں

ہونے کی حیثیت سے بذریعہ وحی علم کے حصول کے مقام میں نہ رہی۔ بلکہ خود ہی علم کا مرکز بن گئی۔ یعنی جس نے جو چیز بنائی ہے اس کو اس چیز کا علم بھی ضرور ہو گا۔ اور اسی لئے ایک روایت یہ گھڑی گئی کہ "نحن صنعنا"۔

اور پھر وحی بھی تو ایک کام ہے۔ جب خدا نے سوائے ایک فعل یعنی حقیقت محمدیہ کو خلق کرنے کے اور کچھ کیا ہی نہیں تو پھر وحی کون کرے گا۔ اسی لئے وحی کا جو تصور شیخ نے پیش کیا ہے۔ اسے شیخ نے شرح زیارت کے صفحہ ۳۴۶ سطر ۱۲ تا ۱۷ پر یوں بیان کیا ہے کہ:۔

جبرئیل حقیقت محمد ﷺ کی شانوں میں سے ایک شان ہے۔ اور آپ کے نور کی شعاعوں میں سے ایک شعاع ہے۔ پس فی الحقیقت وہ جو وحی اور علم حاصل کرتا ہے۔ وہ حقیقت محمدیہ سے ہی حاصل کرتا ہے یعنی ان کی عقل سے حاصل کرتا ہے کیونکہ جبرئیل کی مثال اس شان اور خیال جیسی ہے جو تم پر وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً تم کوئی بات بھول جاتے ہو۔ پھر جب تم سے اس بات کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو تم یہ کہتے ہو کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ پھر تم اس کو یاد کرتے ہو پس تم یوں کہتے ہو اب میرے ذہن میں یہ بات اس طرح سے آگئی ہے۔ پس یہ وارد ہونے والا جو تیرے پاس آیا ہے۔ یہاں تک کہ اس نے تجھ کو اس بھولی ہوئی بات کو یاد دلایا ہے۔ یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ یہ تیرے ہی دل کی طرف سے آیا ہے۔ یہ تیرے اس دل کی طرف سے آیا ہے جو تیرا اپنا ہی وجود ہے۔ اور خود تیری اپنی ہی حقیقت ہے۔ پس اس وارد ہونے والے نے جو تیرا التفات یعنی توجہ ہے اس بات کو جو تو بھول گیا تھا۔ خود تیری ہی عقل سے اخذ کیا ہے۔ اور اس بھولی ہوئی بات کو لے کر تیرے خیال میں آیا ہے۔ پس تو نے اس کا تصور کیا۔ اور اس شخص سے جس نے تجھ سے اس مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تھا کہ جو تو بھول چکا تھا یہ کہا کہ میرے خیال میں یہ بات اس طرح آئی ہے۔ پس جو چیز اس خیال

کو تیرے پاس لے کر آئی ہے۔ وہی ہے وہ وارد ہونے والا اور وہ تیری
عقل کا التفات ہے جس نے اس مسئلہ کو تیرے دل سے الٹا لیا ہے اور
اس کو لے کر تیرے خیال میں آیا ہے۔ یعنی اس نے تجھ سے ہی لیا ہے اور
تیری ہی طرف آیا ہے۔

پس وہ جبرئیل یہی وارد ہونے والا ہے جس نے خود حقیقت محمدیہ کی
عقل سے اور قلب سے ہی اخذ کیا ہے اور اس بھولی ہوئی بات کے ساتھ
آیا ہے۔ یعنی ان کے پاس وحی لے کر آیا ہے۔ اور عقل اور قلب ایک ہی
حقیقت ہیں شرح زیارت کی اصل عبارت کا صفحہ ۳۴۶ سطر ۱۲ تا ۱۷ کا عکس
اس کے آگے ملاحظہ کریں۔

عکس شرح زیارت صفحہ 346 سطر 12 تا 17

حقیقة محمد [illegible] من حقیقة محمد [illegible] جبرئیل [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] فجبرئیل هو هذا الوارد [illegible] من عقله وقلبه [illegible] والعقل والقلب واحد

شیخ کے مذکورہ بیان سے ثابت ہوا کہ شیخ کے نزدیک نہ تو جبرئیل کی
کوئی حقیقت ہے اور نہ ہی وحی کی کوئی حقیقت ہے۔ بلکہ حقیقت محمدیہ کے
التفات کا نام جبرئیل ہے اور بھولے ہوئے خیال کا یاد آ جانا وحی ہے۔

جب کہ شیعہ کے نقطہ نظر سے جبرئیل امین خداوند تعالیٰ کی ایک معزز و
محترم نورانی مخلوق ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاس خداوند تعالیٰ کے
پیغامات بذریعہ وحی پہنچانے کا کام انجام دیتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کا علم
خداوند تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ حاصل شدہ ہوتا ہے اب اس
سے کوئی بحث نہیں ہے۔ کہ کس کے پاس کس قدر علم آیا۔ بہرحال جتنا بھی
آیا وہ خدا کی طرف سے بذریعہ وحی حاصل ہوا لہٰذا شیعہ اس کو علم حصولی
یا علم لدنی یا علم وہبی کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف شیخ احمد احسائی اور
روسائے شیخیہ و پیروان شیخ اور فریب خوردگان شیخیہ یہ کہتے ہیں کہ محمد و
آل محمد علیہم السلام کا علم حصولی نہیں ہے بلکہ علم حضوری ہے جیسا کہ مولانا
محمد اسماعیل نے تنبیہہ المومنین میں اپنے عقیدہ ہفتم کے طور پر لکھا ہے۔
اور موسیٰ اسکوئی نے محمد و آل محمدؐ کے علم حضوری کو ثابت کرنے کے لئے
اپنی کتاب احقاق الحق میں متعدد صفحات سیاہ کئے ہیں۔ اور اس کو شیخ کے
قیاسی و خیالی فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے ذریعہ ثابت کرنے کی
کوشش کی ہے۔ جسے ہم سابقہ صفحات میں باطل ثابت کر چکے ہیں۔ اور
باطل دلیل کے ذریعہ ثابت کی گئی ہر بات ہر صورت میں باطل ہوتی ہے۔
لہٰذا اس موضوع پر ہمیں مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

معجزہ فعل خدا ہے یا فعل نبی و امام

نبوت کے بارے میں تیسری شرط جو علمائے شیعہ نے بیان کی ہے وہ یہ
ہے کہ جو شخص دعوائے نبوت کے ساتھ معجزہ دکھائے وہ نبی ہے۔ یعنی
خداوند تعالیٰ اپنے نبی کے لئے اس کی صداقت کی سند کے طور پر جو چیز ظاہر

کرتا ہے اسے معجزہ کہتے ہیں۔

ہم نے اپنی کتاب تبصرۃ المھموم میں معجزہ کے عنوان پر ایک تحقیقی مقالہ تحریر کیا ہے جس کا دل چاہے اس عنوان کے لئے اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔ لیکن یہاں پر بھی ہم اتنا لکھنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قرآن کے مطابق (قُل اِنّما الآیاتُ عند اللّٰہ): "یعنی اے پیغمبر کہہ دو معجزات تو اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں" اور ارشادات پیغمبر اور روایات آئمہ اطہار کے مطابق۔ اور آئمہ طاہرین سے لے کر بارہویں صدی ہجری تک تمام بزرگ ترین علمائے شیعہ کے مطابق۔ سب کے سب معجزہ کو فعل خدا ہی قرار دیتے تھے حتی کہ علامہ مجلسی نے تو اپنی کتاب سبیل النجات میں یہاں تک لکھ دیا کہ: "من اعتقد ان المعجزات والکرامات من فعل النبی و الامام فلیس فی کفرہ شک ولا ریب"۔ یعنی جس نے یہ اعتقاد رکھا کہ معجزہ نبی یا امام کا اپنا فعل ہوتا ہے اس کے کافر ہونے میں کوئی شک اور شبہ نہیں ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن کریم کے سوا اور کوئی معجزہ ایسا نہیں ہے جو اب باقی ہو۔ اور قرآن کریم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا معجزہ ہے اور جو شخص قرآن کریم کے بارے میں یہ کہے کہ یہ پیغمبر کا خود اپنا کلام ہے تو یقیناً وہ کافر ہو گیا۔

لیکن تیرہویں صدی ہجری میں شیخ احمد احسائی نے اپنا ایک قیاسی اور خیالی فلسفہ پیش کیا۔ اور اس نے اپنے اس فلسفہ کے سلسلہ طولیہ اور علل اربعہ کے ماتحت محمد و آل محمد علیہم السلام کو علل اربعہ کی علت فاعلی قرار دیا۔ یعنی خدا سے صرف ایک ہی چیز نکلی ہے اور وہ محمد و آل محمد علیہم السلام کا نور ہے' اس کے بعد باقی تمام مخلوق کی علت فاعلی مخلوق اول یعنی محمد و آل محمدؑ ہیں تو جب ان کے نزدیک ان کے خیالی اور قیاسی فلسفہ کے مطابق خدا سے سوائے اس مخلوق اول کے اور کوئی فعل صادر ہوا ہی نہیں' تو وہ معجزہ کو

خدا کا فعل کیسے کہہ سکتے تھے۔ لہٰذا ان کے نزدیک معجزہ محمد و آل محمد کا نوعی فعل ہے' جسے وہ عام حیثیت سے انجام دیتے ہیں۔ اور جب ان کے نزدیک زمین و آسمان اور ساری کائنات کے خالق وہی ہیں' تو ایک معجزہ کو ان کا فعل ماننے میں ان کے لئے کیا رکاوٹ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ تمام پیروان شیخ اور مبلغین شیخیہ معجزہ کو فعل خدا کی بجائے نبی و امام کا اپنا فعل قرار دیتے ہیں۔ جسے مولانا محمد اسماعیل صاحب نے تنبیہہ المومنین میں اپنے عقیدہ نمبر کے طور پر بیان کیا ہے۔

یہاں پر اتنا لکھنا ہی کافی ہے کہ معجزہ تو رہا ایک طرف شیخ احمد احسائی اور پیروان مذہب شیخیہ کے نزدیک تو خدا کا کوئی فعل ہے ہی نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہر شے کی علت فاعلی محمد و آل محمد علیہم السلام ہیں۔ اور معجزہ کے بارے میں تفصیلی بحث ہماری کتاب تبصرۃ المھموم میں ملاحظہ کریں۔

نبوت کے بارے میں تمام شیعہ علماء نے یہی تین شرائط بیان کی تھیں یعنی ایک ان کا انسان ہونا۔ دوسرے وحی کے ذریعہ بلا واسطہ بشر خدا کی طرف سے خبر دینا' تیسرے دعوائے نبوت کے ساتھ معجزہ دکھانا' جو خدا کی طرف سے اس کی نبوت کا ثبوت اور تصدیق و سند ہوتا تھا۔ لیکن شیخ احمد احسائی نے نبوت کی ان تینوں شرائط سے واضح طور پر انحراف کیا ہے۔ اور فی الحقیقت شیخ نے تمام اسلامی اقدار کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ اور فریب سے اسلامی اصطلاحوں کو استعمال کر کے ان کے مفاہیم و مطالب کو یکسر بدل دیا ہے اور ان اصطلاحوں میں سے کوئی بھی بات اسلام کے مطابق نہیں رہنے دی' لہٰذا اب ہم توحید سے انحراف' عدل الٰہی سے انحراف' نبوت کی شرائط سے انحراف اور امامت کی شرائط سے انحراف دکھانے کے بعد یہ دکھاتے ہیں کہ شیخ احمد احسائی نے معاد یعنی آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے کے عقیدہ سے بھی انحراف کیا ہے۔

معاد جسمانی عنصری کے عقیدہ سے انحراف

ہم نے عقائد اسلامی از نظر شیعہ کے حصہ میں علامہ حلی' فاضل مقداد' شیخ محمد تقی کاشانی' علامہ مجلسی اور آیت اللہ آقائے ابو القاسم خوئی کے افادات معاد جسمانی کے بارے میں تحریر کئے ہیں۔ اور قرآن کریم اور احادیث معصومین بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ قیامت کے دن ہمارے اسی بدن عنصری کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ چنانچہ آیت اللہ شیخ محمد تقی کاشانی کی کتاب ہدایت الطالبین کے صفحہ ۲۵۶ کے حوالہ سے ہم نے وہاں پر جو کچھ لکھا تھا اسے یہاں پر پھر دہراتے ہیں کہ:

"از روئے شرع معاد سے مراد یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو مرنے کے بعد قیامت کے دن دوبارہ اسی بدن عنصری و اصلی کے ساتھ زندہ کرے گا۔ اور معاد جسمانی کے بارے میں جس طریقہ سے ہم نے بیان کیا ہے۔ تمام اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے۔ اور یہ ضروری دین اسلام ہے۔ اور اصول دین ہے۔ پس جو شخص اس طرح سے معاد جسمانی کے ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے اور واجب القتل ہے۔

لیکن شیخ احمد احسائی نے معاد جسمانی کو اس طرح ہونے سے بھی انحراف کیا ہے۔ چنانچہ شیخ احمد احسائی پر سب سے پہلا کفر کا فتویٰ ایران میں "قزوین" کے مقام پر ملا محمد تقی برغانی نے معاد جسمانی کے اس طرح سے انکار پر ہی صادر کیا تھا۔

شیخ احمد احسائی کی تعلیمات لوگوں میں پھیلتی جا رہی تھیں۔ اور علماء کے کانوں تک شدہ شدہ پہنچ رہی تھیں۔ لیکن انہوں نے سنے سنائے پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا۔ لیکن جب شیخ احمد احسائی اپنے مشن پر کرمان سے قزوین پہنچا تو وہاں ملا تقی برغانی سے ملاقات ہوئی۔ ملا تقی برغانی نے شیخ احمد احسائی سے پوچھا کہ معاد جسمانی کے بارے میں اس کا نظریہ کیا ہے۔ تو خود اس کی

زبان سے معاد جسمانی کا انحرافی نظریہ معلوم کر لینے کے بعد اس پر کفر کا فتویٰ لگایا۔

جب شیخ احمد احسائی ایران میں کفر کے فتوے سے بچتا ہوا بھاگ کر عراق پہنچا۔ اور وہاں پر اس نے اپنے نظریات پھیلانے شروع کئے تو کربلائے معلیٰ کے تمام مجتہدین عظام اور مراجع کرام نے اس کو مجمع عام میں طلب کر کے اس سے اس کے انحرافی نظریات کے بارے میں سوال کئے۔ اور جب ان پر اس کے تمام اصول دین سے انحراف کا انکشاف ہو گیا تو انہوں نے متفقہ طور پر اس پر کفر کا فتویٰ لگایا اور اس کی پیروی کرنے والوں' اس کے طرفداروں اور اس کے نظریات کو اپنانے والوں کو شیخی کا لقب دیا۔ اور اسے مذہب شیخیہ کا بانی قرار دیا۔

ہم نے ان تمام واقعات کو اپنی کتاب "ایک پر اسرار جاسوسی کردار یعنی شیخ احمد احسائی مسلمانان پاکستان کی عدالت میں" میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

شیخ احمد احسائی نے معاد جسمانی سے جس طرح سے انحراف کیا ہے ہمیں اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ شیخ احمد احسائی شرح زیارت کے صفحہ ۳۶۵ سطر ۱۴ پر کہتا ہے کہ:

"ان الانسان له جسمان و جسدان۔ فاما الجسد الاول فهو ما تألف من العناصر الزمانيه و هذا الجسد كالثوب يلبسه الانسان و يخلعه" الخ یعنی انسان کے دو جسم ہیں اور دو جسد ہیں۔ پس پہلا جسد تو عناصر زمانیہ سے بنا ہے اور یہ جسد لباس کی مانند ہے۔ جسے انسان پہنتا ہے۔ اور اتار پھینکتا ہے۔

پھر اس صفحہ کی سطر ۱۸ پر کہتا ہے کہ:

"الحاصل هذا الجسد ليس منه و انه هو بمنزلة الكثافة" یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ یہ جسم اس کا اپنا جسم نہیں ہے۔ بلکہ یہ بمنزلہ

کثافت کے ہے۔

پھر اسی صفحہ کی سطر ۲۳ پر کہتا ہے کہ:

"و اما الجسد الثانی فهو الجسد الباقی و هو الطينة التی خلق منها و يبقی فی قبره اذا اکلت الارض الجسد العنصری و تفرق کل جزء منه ولحق باصله فالنارية تلحق بالنار والهوائية تلحق بالهواء والمائية تلحق بالماء و الترابية تلحق بالتراب"

یعنی اب رہا دوسرا جسم تو وہ باقی رہتا ہے اور وہ وہی طینت ہے جس سے وہ خلق ہوا ہے اور وہ قبر میں باقی رہتی ہے۔ جب کہ اس کے جسم عنصری کو زمین کھا جاتی ہے۔ اور اس کا ایک ایک جزء متفرق ہو جاتا ہے۔ اور اپنی اصل میں جا ملتا ہے۔ پس آگ تو آگ سے جا ملتی ہے۔ ہوا' ہوا میں مل جاتی ہے۔ پانی' پانی میں اور مٹی' مٹی میں مل جاتی ہے۔

بہرحال شیخ احمد احسائی کے اتنے بیان سے ہی یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ اس کے نزدیک یہ بدن عنصری دوبارہ زندہ کر کے نہیں اٹھایا جائے گا بلکہ وہ جسم جسے وہ جسم "هور قلیائی" کہتا ہے۔ جسے عرف عام میں جسم مثالی کہا جاتا ہے صرف وہی جسم باقی رہے گا' اور اسے ہی قیامت کے دن قبر سے اٹھایا جائے گا۔ اور یہ بات قرآن کریم کے بیان کردہ نظریہ کے سراسر خلاف ہے کیونکہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ:

"ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ۔ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ" (یٰسٓ: ۷۸)

یعنی اس نے ہمارے لئے مثال بیان کی اور اپنی خلقت کو بھول گیا۔ اس نے یہ کہا کہ ہڈیوں کو جب یہ گل سڑ کر خاک ہو جائیں گی کون زندہ کرے گا۔ اے رسول تم کہہ دو کہ ان کو وہی زندہ کرے گا۔ جس نے ان

کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اور وہ ساری مخلوق کے حال سے اچھی طرح واقف ہے۔

ہمیں معاد جسمانی کے بارے میں زیادہ دلائل دینے کی ضرورت نہیں ہے قرآن کریم احادیث معصومین آئمہ طاہرین اور شیعہ علماء و مجتہدین کے بیانات سے صاف طور پر واضح ہے کہ ہمارا یہی جسم عنصری دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ اور خداوند تعالیٰ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ کفار اس جسم عنصری کے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جانے پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے انکار کرتے تھے۔ اگر اس سے مراد جسم هور قلیائی کا اٹھایا جانا' یا جسم مثالی کا اٹھایا جانا مراد ہوتا تو کفار کو تعجب کرنے اور انکار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اور پیغمبر بھی ان کو سمجھا سکتے تھے کہ قیامت کے دن یہ جسم عنصری نہیں اٹھایا جائے گا تم غلط سمجھے ہو بلکہ وہ تو جسم مثالی ہو گا۔

بہرحال ہمیں اس نظریہ کے بطلان کی زیادہ ضرورت نہیں ہے کہ حتماً ایک ضروری دین کا انکار ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔ دوسرے اس مسئلہ کی تفصیل میں جانے کی ہمیں اس لئے بھی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے مذہب شیعہ اختیار کرنے کے بعد شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق سے 'پاکستان میں فضائل محمد و آل محمد علیہم السلام کے نام سے مجالس عزا کا استحصال کر کے جن شیخی عقائد و نظریات کی تبلیغ کی تھی۔ اور پاکستان کے بے خبر' کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو گمراہ کیا تھا ان نظریات و عقائد کو تو ہم سابقہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ باطل ثابت کر آئے ہیں۔

جہاں تک معاد جسمانی کا تعلق ہے تو اگرچہ ہم نے خود مولانا محمد بشیر صاحب انصاری سے ایصال ثواب کی مجالس میں یہ سنا ہے کہ یہ جسم عنصری دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا بلکہ آگ' آگ میں۔ ہوا' ہوا میں۔ پانی' پانی میں اور مٹی' مٹی میں مل جائے گی۔ اور وہ جسم مثالی ہو گا جو قیامت میں اٹھایا

جائے گا؟ اور ہم نے بارہا مجالس میں بر سر ممبران کے اس نظریہ کی تردید کی ہے۔ لیکن چونکہ یہ نظریہ پاکستان کے شیعہ عوام میں زیادہ رواج نہ پا سکا۔ لہٰذا ہمیں بھی اس کی زیادہ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور یہ نظریہ اس وجہ سے زیادہ رواج نہ پاسکا کیونکہ اس میں واہ واہ کی کوئی بات نہیں تھی۔ اور مرنے کے بعد کسی کو دوبارہ زندہ ہونے یا نہ ہونے میں کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی، لہٰذا پاکستان کے شیعہ آج بھی مرنے کے بعد اپنے مردوں کے کفن پر "ان البعث حق" ہی لکھواتے ہیں اور تلقین میں بھی اپنے مردوں سے یہی کہتے ہیں کہ "ان البعث حق" اور بعث کے معنی ہیں قبروں سے زندہ کر کے محشر کی طرف چلانا جیسا کہ راغب نے مفردات میں لکھا ہے "یوم یبعثهم اللہ جمیعا" جس دن خدا ان سب کو جلا اٹھائے گا۔ بہرحال ہمارے یہاں تک کے بیان سے ثابت ہو گیا۔ کہ شیخ احمد احسائی نے توحید سے لے کر معاد تک تمام اصول دین سے انحراف کیا ہے۔

چوتھا حصہ

مجالس عزا اور دینی مدارس

کی اہمیت

اور

علمائے حق کی ذمہ داری

مجالس عزا کی اہمیت

شیخ عباس قمی اپنی کتاب نفس المہموم میں امام رضا علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"لبسند متصل از شیخ جلیل رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی عطر اللہ مرقدہ مسندا از ابی الحسن الرضا (ع) گفت ہر آنکس مصیبت ما را بیاد آورد و برائے آنچہ با ما کردہ اند بگرید با ما شود در درجہ ما روز قیامت۔ و ہر کس مصیبت ما را بیاد دیگران آورد و خود بگرید و بگریاند چشم او نگرید روزی کہ ہمہ چشمہا می گریند۔ و ہر کس بنشیند در مجلسی کہ امر ما در آنجا احیا فی شود دل او نمیرد روزی کہ ہمہ دلہا میمیرند" (نفس المہموم فارسی ص: ۴۰)

ترجمہ:- "شیخ جلیل رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی عطر اللہ مرقدہ سے سند متصل کے ساتھ ابی الحسن الرضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کرے۔ اور جو ظلم ہمارے اوپر کیا گیا ہے اس پر گریہ کرے وہ قیامت کے دن ہمارے درجہ میں ہمارے ساتھ ہو گا۔ اور جو شخص ہماری مصیبت کو دوسرے کے سامنے بیان کرے اور خود بھی روئیں اور دوسروں کو بھی رلائے اس کی آنکھیں اس دن نہ روئینگی۔ جس دن سب آنکھیں رو رہی ہوں گی۔ اور جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے۔ جس میں ہمارے امر کو زندہ کیا جا رہا ہو۔ تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا۔ جس دن سب کے دل مرے ہوئے ہوں گے۔"

شیخ عباس قمی نے اپنی کتاب نفس المہموم میں ایک اور حدیث اس طرح سے بیان کی ہے۔

"بسند متصل از شیخ صدوق از پدرش از عبد اللہ جعفر حمیری از احمد بن اسحق بن سعد از بکر بن محمد ازدی از ابی عبد اللہ علیہ السلام کہ بفضیل فرمود۔ آیا می نشینید و حدیث ما می گوئید۔ گفت آری فدایت شوم۔ فرمود این مجالس را دوست می دارم۔ پس امر ما را احیا کنید۔ اے فضیل خداوند رحمت کند کسے کہ امر ما را احیاء کند اے فضیل ہر کس یاد ما کند یا نزد او یاد ما کنند۔ پس از چشمش باندازہ بال مگس اشک بیروں آید خداوند گناہان اورا بیامرزد ہر چند مانند کف دریا ہا باشد۔ (نفس المہموم فارسی: ص ۴۱)

ترجمہ:- "شیخ صدوق سے سند متصل کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فضیل سے فرمایا۔ کہ کیا تم مجالس برپا کر کے بیٹھتے ہو۔ اور ان میں ہماری حدیث بیان کرتے ہو۔ فضیل نے کہا۔ ہاں! میں آپ پر فدا ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ میں ان مجالس کو دوست رکھتا ہوں۔ پس تم ہمارے امر کو زندہ کرتے رہو۔ اے فضیل خدا اس پر رحمت نازل کرتا ہے، جو ہمارے امر کو زندہ کرتا ہے۔ اے فضیل جو شخص ہمارا ذکر کرے۔ اور ہمیں یاد کرے۔ یا اس کے سامنے ہمارا ذکر کیا جائے اور ہمیں یاد کیا جائے۔ اور اس کی آنکھوں سے مکھی کے ایک پر کے برابر بھی آنسو نکل آئے تو خدا اس کے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ چاہے وہ سمندروں کی جھاگ کے برابر ہوں۔"

ان احادیث سے مجالس عزا برپا کرنے۔ ان میں آئمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث بیان کرنے۔ ان کی یاد تازہ کرنے۔ ان کے امر کو زندہ کرنے۔ اور ان کے مصائب کو بیان کرنے کے ثواب کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہ مجالس عزا وہ ہیں جن کو برپا کرنے اور جن میں شرکت کرنے کو امام علیہ السلام دوست رکھتے ہیں۔ یہ مجالس خدا کی رحمت کے حصول کا سبب ہیں یہ مجالس بخشش گناہان کا موجب ہیں۔ لہٰذا یہ مجالس ہمارے لئے عبادت کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور یہ مجالس فی الحقیقت ہمارے لئے ایک درسگاہ کی حیثیت بھی رکھتی ہیں۔

اگر پاکستان میں ان مجالس کا ایک درسگاہ کی حیثیت سے استفادہ کیا جاتا۔ اگر ان مجالس میں اصول دین اور عقائد اسلامی کا صحیح صحیح بیان ہوتا۔ اگر ان مجالس میں آئمہ اطہار علیہم السلام کی صحیح احادیث کا بیان ہوتا تو پاکستان کی ساری شیعہ قوم محبت آل رسول سے سرشار ہو کر صحیح عقائد کے ساتھ آئمہ اطہار کے احکام پر عمل پیرا ہوتی۔ اور آئمہ اطہار کی پیروی کرتے ہوئے تقویٰ و پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ بنتی۔

لیکن جس وقت پاکستان معرض وجود میں آیا اس وقت شومئی قسمت سے تمام دینی مدارس جو لکھنؤ، میرٹھ اور نوگانواں سادات وغیرہ میں تھے وہ سب کے سب ہندوستان میں ہی رہ گئے اور اس خطہ ارض میں جہاں پاکستان معرض وجود میں آیا کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا۔ اور چونکہ شیعہ علماء و مجتہدین بھی ہندوستان میں ہی رہ گئے لہٰذا پاکستان میں شیعہ علماء و مجتہدین کا بھی ایک طرح سے قحط الرجال تھا۔

اس خطہ ارض کے رہنے والے شیعوں اور محبان آل رسول کو مجالس عزا سے والہانہ شغف تھا وہ فضائل و مصائب آل رسول سننا بہت بڑا ثواب سمجھتے تھے۔ لیکن یہاں پر دینی مدارس نہ ہونے کی وجہ سے اس خطہ ارض کے شیعہ عوام علوم دین سے کماحقہ واقف نہیں تھے۔ لہٰذا پاکستان کے شیعہ عوام کے فضائل و مصائب آل رسول سننے کے والہانہ شغف سے ان مجالس عزا کا مذہب شیخیہ کے مبلغین نے زبردست استحصال کیا۔ کیونکہ مولانا محمد بشیر صاحب انصاری رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی پدر

بزرگوار مرزا حسن الحائری الاحقاقی الکویتی کے ساتھ عراق میں رہتے ہوئے مذہب شیخیہ اختیار کر چکے تھے۔ لہٰذا جب وہ پاکستان آئے تو مذہب شیخیہ کی دو بڑی اور اہم بنیادی کتابیں یعنی شیخ احمد احسائی کی شرح زیارت اور موسیٰ اسکوئی کی احقاق الحق ساتھ لے کر آئے۔ اور عقائد و افکار و نظریات مذہب شیخیہ کو فضائل محمد و آل محمدؐ کے نام سے بیان کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ اس خطہ ارض کے اکثر شیعہ عوام علوم دین کا سطحی علم بھی نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا غلو و تفویض پر مشتمل عقائد و افکار مذہب شیخیہ ان کی نظروں میں فضائل آل محمدؐ کے عنوان سے زینت پا گئے۔ اور ان کے بیان پر خوب واہ واہ کرنے لگے اور واہ کے ڈونگرے برسانے لگے۔ اور اس طرح ان کے ساتھ رہنے والے مجلس خوان مقررین و ذاکرین بھی ان کے ہم خیال ہوتے گئے۔

چونکہ پاکستان میں شیعہ علماء کا قحط الرجال تھا لہٰذا مولانا محمد بشیر صاحب انصاری کے لئے پاکستان میں میدان سونا تھا۔ نہ کوئی روکنے والا تھا اور نہ کوئی ٹوکنے والا تھا۔ لہٰذا جب تک وہ زندہ رہے ان ہی مذکورہ کتابوں سے خرافات شیخیہ کو فضائل کے نام سے بیان کرتے رہے۔

اور چونکہ پاکستان کے سادہ لوح شیعہ عوام نے کسی دینی مدرسے میں یا کسی عقائد کی مستند کتاب میں شیعہ عقائد کا مطالعہ نہ کیا تھا۔ اور بالعموم مجالس میں جو کچھ بیان کیا جاتا تھا اس کے سوا وہ کچھ نہ جانتے تھے۔ لہٰذا مجالس میں ان کے بیانات سن کر دھوکہ کھا گئے۔ اور فضائل کے نام سے مذہب شیخیہ کے جو عقائد و افکار انہوں نے بیان کئے ان کو ہی انہوں نے شیعہ عقائد سمجھ لیا۔ اور چونکہ ان عقائد و افکار میں غلو و تفویض پر مشتمل ہونے کی بناء پر ایک طرح کی اجنبیت تھی لہٰذا مولانا محمد بشیر صاحب انصاری اور ان کی پارٹی نے خود کو علماء محققین کے نام سے متعارف کرانا شروع کر دیا۔ اور اگر ہم شیخی مبلغ کاظم علی رضا کے مقدمہ کے سلسلہ میں ——

جس کا فیصلہ ہائی کورٹ لاہور سے ہمارے حق میں ہوا ـــــــ ان کو اگر نہ کرتے تو وہ مرتے دم تک علماء محققین ہی کہلاتے رہتے۔

لیکن ہمارے مقدمہ کے سلسلہ میں شیخی مبلغ کاظم علی رسا نے خطوط کے ذریعہ رابطہ رکھنے میں انہوں نے اپنے خطوط میں یہ راز اگل دیا۔ کہ انہوں نے آج تک تحریراً و تقریراً جو کچھ بیان کیا ہے وہ مذہب شیخیہ کے عقائد ہیں اور ان کی کتابوں شرح زیارت اور احقاق الحق سے بیان کئے ہیں۔

مولانا محمد بشیر صاحب انصاری نے اپنی تیس سالہ تبلیغ کے دوران شیخیت کے غلو آمیز بیان سے پاکستان کے اکثر شیعہ عوام کا مزاج ایسا بنا دیا ہے کہ اب مجلس عزا کے سامعین کی غالیانہ بیان کے سنے بغیر تسلی ہی نہیں ہوتی۔ لہٰذا اب مجلس عزا میں جو بھی ممبر پر آتا ہے ان میں سے اکثر خدا و رسول اور آئمہ اطہار علیہم السلام کو خوش کرنے کے بجائے ان گمراہ شدہ عوام کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ قرآن کی آیات کے معنی میں تحریف کی جاتی ہے۔ غالیوں اور مفوضہ کی گھڑی ہوئی روایات بڑے دھڑلے سے بیان ہوتی ہیں۔ اور عقائد مذہب شیعہ کے بیان میں ہم نے اس کتاب کے تیسرے حصہ میں مذہب شیخیہ کے جو عقائد و افکار شرح زیارت اور احقاق الحق سے نقل کئے ہیں وہ برملا طور پر مجالس عزا میں فضائل آل اطہار کے نام سے بیان ہوتے ہیں۔ اور اس طرح مجلس عزا کو مجلس ثواب کی بجائے مجلس گناہ بنا کر رکھ دیا ہے۔

دینی مدارس کی اہمیت

جہاں تک دینی مدارس کا تعلق ہے تو ایک عرصہ تک پاکستان شیعہ دینی مدارس سے بھی محروم رہا۔ لیکن تقریباً بیس سال سے دینی مدارس کے لئے کار رجحان بڑھا ہے۔ اور تقریباً ہر بڑے شہر میں شیعہ دینی مدارس

وجود میں آ گئے ہیں۔ لہٰذا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب لوگوں میں دینی مدارس کی اہمیت کا کچھ احساس ہونے لگا ہے۔ دینی مدارس کی اہمیت کے بارے میں اس سے بڑھ کر اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ" یعنی علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے۔ اور مجھے اس مسئلہ میں زیادہ دلائل دینے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس علم سے یقیناً پیغمبر اکرم ﷺ کی مراد علم دین ہے کیونکہ علم دین کے سوا اور کوئی علم ایسا نہیں ہے کہ جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ اس کا حاصل کرنا فرض ہے۔

اور علوم دین میں عقائد و اعمال دونوں کا علم آتا ہے۔ اور یہ یقینی طور پر دینی مدارس میں ہی پڑھائے جا سکتے ہیں۔

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارے یہاں تمام دینی مدارس میں سوائے صرف و نحو، شرح لمعہ اور فروع یا اعمال سے متعلق باتوں کے عقائد کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں پڑھایا جاتا۔

بیشک فروع دین میں تقلید کی جاتی ہے اور اصول و عقائد کو از روئے دلیل کے جانا جاتا ہے۔ اور اصول و عقائد میں تقلید جائز نہیں ہے۔ لیکن دلیل سے اصول و عقائد کون سمجھائے گا؟ کیا ہر انسان کو خود بخود عقیدے کا علم ہو جائے گا؟ اگر ہر انسان کو خود بخود صحیح عقیدے کا علم ہو سکتا ہوتا تو پھر خدا کو کسی نبی یا رسول اور امام کو بھیجنے کی ضرورت نہیں تھی انسان خود بخود ہی صحیح عقائد کو اختیار کر لیتا پس خدا کی طرف سے انبیاء و رسل اور آئمہ کو ہدایت پر مامور کرنا یہ ثابت کرتا ہے کہ انسان کو دلیل کے ساتھ صحیح عقیدہ سمجھانے کے لئے بھی کسی سمجھانے والے کی ضرورت ہے۔

کیا قرآن نے اصول و عقائد کے لئے دلائل بیان نہیں کئے؟ کیا پیغمبر اکرم ﷺ نے اصول و عقائد کے لئے دلائل بیان نہیں کئے۔ اور کیا

آئمہ اطہار علیہم السلام اور شیعہ علمائے ابرار نے اصول و عقائد کے لئے دلائل بیان نہیں کئے۔ تو پھر ان مدارس دینی میں اصول و عقائد کے لئے دلائل کے ساتھ صحیح شیعہ عقائد سمجھانے کا انتظام کیوں نہیں کیا جاتا؟ یہ انتظام نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو بھی ان مدرسوں میں پڑھنے کے لئے جاتا ہے وہ صرف و نحو اور فروعی مسائل پڑھ کر باہر آجاتا ہے۔ لیکن وہ جن عقائد و افکار کے ساتھ مدرسے میں داخل ہوتا ہے۔ وہی عقائد و افکار ساتھ لئے ہوئے مدرسے سے باہر آجاتا ہے یعنی:۔ "وَقَدْ دَخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ" پ ۶، ع ۱۳ کا مصداق ہوتا ہے۔ وہ جیسے عقائد و افکار کے ساتھ ان مدرسوں میں جاتا ہے' ان ہی عقائد و افکار کے ساتھ ان سے باہر نکل آتا ہے' اور پاکستان کے شیعہ عوام کے لئے سب سے زیادہ فریب خوردگی کا سامان اس وقت ہوتا ہے' جب پاکستان کے ان مدرسوں کے فارغ التحصیل طلبہ ایران کے حوزہ ہائے علمیہ قم کے چند دروس فقہ میں شرکت کر کے واپس آتے ہیں' تو وہ قمی بن جاتے ہیں' اور قمی کہلانے لگتے ہیں۔ مگر یہ وہاں بھی جن عقائد و افکار کو لیکر گئے تھے۔ انہیں کے ساتھ واپس آجاتے ہیں' کیونکہ یہ وہاں بھی عقائد و افکار شیعہ سے متعلق کچھ نہیں پڑھتے۔ پس ان کا قمی کہلانا پاکستان کے بے خبر کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کے لئے ابلیس سے بھی زیادہ فریب کھانے کا سبب بن جاتا ہے۔

علمائے حق کی ذمہ داری

تمام شیعہ علمائے حق میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ کویت' مرزا حسن الحائری الاحقاقی الکویتی خلف الرشد رئیس مذہب شیخیہ احقاقیہ مرزا موسیٰ اسکوئی مصنف احقاق الحق پاکستان میں کھل کر میدان میں آگئے ہیں' اور وہ پاکستان میں بھرپور طریقے سے اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔ دینی مدارس کے نام سے کئی مدرسے ان

کی سرپرستی میں چل رہے ہیں۔ کئی ہفت روزے ان کی سرپرستی میں شائع ہو رہے ہیں۔ اسلام آباد سے ایک ماہنامہ "لسان صدق" شائع ہو رہا ہے۔ جس کی پیشانی پر واضح طور پر لکھا ہوا ہے "زیر سرپرستی مرزا حسن الحائری الاحقاقی" اس رسالہ کے مدیر اعلیٰ "محمد ابو الحسن الموسوی المشہدی" ہیں جن سے ادارہ "نوع نبی و امام" کے مسئلہ پر ہفت روزہ رضا کار میں بحث کا سلسلہ کافی عرصہ تک چلتا رہا۔ اب شیعہ عوام ان کے سرپرست کے تعلق سے انہیں اچھی طرح پہچان سکتے ہیں۔ اس رسالہ کی ادارت "محمد حسنین سابقی" اور تاج الدین حیدری کے ہاتھ میں ہے۔ کیا پاکستان کے شیعہ عوام کے لئے ان کو پہچاننے میں اب بھی کوئی دشواری ہے؟ اور یہ مرزا حسن الحائری الاحقاقی صاحب وہی ہیں' جنہوں نے پاکستان کی ایک مضبوط تنظیم کو اپنے ایجنٹوں کے ذریعہ دولخت کر دیا۔ احقاقی صاحب کا مکتوب گرامی جن لوگوں نے پڑھا ہے وہ اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

آج مجالس عزا میں مولانا محمد بشیر انصاری اور ان کی پارٹی کے پیروکاروں کی یلغار ہے۔ جو مجالس عزا میں ممبروں پر برملا عقائد و افکار مذہب شیخیہ کو فضائل آل رسول کے نام سے بیان کر رہے ہیں۔ اور بے خبر کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو گمراہ کرنے میں مصروف ہیں۔ دیکھنا اب یہ ہے کہ ان حالات میں شیعہ علمائے حق کی ذمہ داری کیا ہے۔ قرآن انہیں پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ:۔

"لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔" (المائدہ: ۶۳) اللہ والے لوگ اور علمائے حق ان کو (جھوٹی غلط اور) گناہ کی بات کہنے سے اور حرام خوری سے کیوں منع نہیں کرتے اور انہیں کیوں نہیں روکتے۔ یقیناً جو کام وہ کر رہے ہیں وہ بہت ہی برا ہے۔

علمائے حق اچھی طرح سے جان لیں کہ وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں مگر

وہ کچھ نہیں کرتے وہ یہ بات یاد رکھیں کہ بارگاہ خداوندی میں اپنی خاموشی اور عدم تحرک کا کوئی جواب نہ دے سکیں گے اور جس بات کی تخویف مذکورہ آیت میں کی گئی ہے اس کے مستوجب ہوں گے۔ اور قیامت کے دن پیغمبر گرامی اسلام اور آئمہ اطہار کا ہاتھ ان کے گریبان میں ہو گا۔ اور وہ باواز بلند فرما رہے ہوں گے کہ کیا تم تک میری یہ حدیث نہیں پہنچی تھی کہ:-

"اذا ظهرت البدع فی امتی فعلی العالم ان یظهر علمه و من لم یفعل فعلیه لعنت الله" (اصول کافی) یعنی جب میری امت میں بدعات ظاہر ہو جائیں تو عالم کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے۔ اور لوگوں کو صحیح عقائد و افکار سے آگاہ کرے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اس پر اللہ کی لعنت ہو گی۔

لہذا میری تمام علمائے حقہ شیعہ جعفریہ اثنا عشریہ سے یہ درخواست ہے کہ خدا کے لئے پاکستان کے بے خبر کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو گمراہی کے گڑھے سے نکالنے کے لئے میدان میں آئیں۔ اپنی ذمہ داری کا احساس کریں۔ اور مدارس دینیہ میں صرف و نحو اور فروعات و شرح لمعہ وغیرہ پڑھانے کے ساتھ ساتھ انہیں صحیح شیعہ عقائد کے علم سے بھی آگاہ کریں اور مدارس دینیہ میں شیعہ عقائد کے پڑھانے کا بھی بندوبست کریں۔ جیسا کہ آیت اللہ ھبتہ الدین کے زمانہ میں نجف اشرف میں اعتقادیہ شیخ مفید کی ھبتہ الدین کی شرح کے پڑھانے کا انتظام تھا۔ جس کا خلاصہ ہم نے اس کتاب میں سمو دیا ہے۔

اور پاکستان کے بے خبر کم علم اور سادہ لوح شیعہ عوام کو صحیح شیعہ عقائد سمجھانے کا بھی کوئی انتظام کریں۔ و ما علینا الا البلاغ۔

مؤلف کی تالیفات ایک نظر میں

نمبر	عنوان	کیفیت
نمبر 1	ایک پر اسرار جاسوسی کردار	مطبوعہ
نمبر 2	ترجمہ تنبیھہ الانام بر مفاسد ارشاد العوام	مطبوعہ
نمبر 3	نور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ	مطبوعہ
نمبر 4	شیعیت کیا ہے؟ اور شیعی کون	مطبوعہ
نمبر 5	حکومت الٰہیہ اور دنیاوی حکومتیں	مطبوعہ
نمبر 6	تبصرۃ المھموم	مطبوعہ
نمبر 7	خلافت قرآن کی نظر میں	غیر مطبوعہ
نمبر 8	شیوۂ حکومت اسلامی	غیر مطبوعہ
نمبر 9	العقائد الحقیہ	مطبوعہ
نمبر 10	عظمت ناموس رسالت	غیر مطبوعہ
نمبر 11	عظمت ناموس صحابہ	غیر مطبوعہ
نمبر 12	سراب آزادی یا غلامی کی پر فریب زنجیریں	غیر مطبوعہ

ادارہ انتشارات حقائق الاسلام چنیوٹ